خاندان عصمت

تالیف
سید محمد تقی واردی

ترجمہ
صادق عباس

خاندان عصمت

تالیف

حجۃ الاسلام سید محمد تقی واردی

ترجمہ

صادق عباس

انصاریان پبلیکیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۱۸۷_۳۷۱۸۵

قم جمہوری اسلامی ایران

ٹیلی فون نمبر ۷۴۱۷۴۴۳

نام کتاب :- خاندان عصمت

تالیف :- حجۃ الاسلام والمسلمین سید محمد تقی واردی

ترجمہ :- صادق عباس

ناشر :- انصاریان پبلیکیشنز۔ قم۔ ایران

نوبت چاپ :- اول سنہ ۱۹۹۸م۔ بمطابق سنہ ۱۴۱۹ھ

مطبع :- صدر

تعداد :- ۲۰۰۰

I.S.B.N964-438-021-5

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سخن مترجم

قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربیٰ (۱).

کہہ دو اے رسولؐ! میں تم سے اجر رسالت میں اپنے اہل بیتؑ سے محبت کے سوا کچھ نہیں مانگتا.

حضرت محمدؐ نے دین مبین اسلام کو پھیلانے میں بے شمار مشکلات و مصائب برداشت کیے . اور انسانوں کو کفر و شرک کی تاریک وادی سے نکال کر توحید پرستی جیسے انسانیت ساز راستوں پر گامزن کیا.

اپنے عمل و کردار کے ذریعے انسان کو ایک مکمل نظام کہ جس کی بنیادیں قرآن کے سنہری اصولوں پر رکھی گئی ہیں فراہم کیا.

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی اکرمؐ اجر رسالت کے مستحق ہیں یا نہیں؟ اور اگر ہیں تو وہ اجر رسالت کیا ہے؟

پہلے سوال کا جواب علم کلام (عقاید) میں دیا جائے گا. البتہ یہاں پر فقط ایک قاعدے کی روشنی میں اختصار کے ساتھ جواب دیا جا رہا ہے کہ "شکر منعم واجب ہے" اور کون سی نعمت ہدایت سے بڑھ کر ہو سکتی ہے. اور انبیاءؑ وہ شخصیات ہیں کہ جو انسان کو خدا کی طرف ہدایت و راہنمائی کرتیں ہیں تو اجر کے مستحق ٹھہرے.

اب یہ کہ اجر کیا ہونا چاہیے اس مشکل کو بھی قرآن نے حل کر دیا اور اہل بیتؑ سے محبت کو اجر رسالت قرار دیا. اس لئے ضروری ہے کہ ہمیں ان مقدس ہستیوں کے بارے میں ضروری حد تک شناخت اور آگاہی ہونی چاہیے چونکہ محبوب کی جتنی شناخت زیادہ ہوگی اتنا ہی اس کی ناراضگی کے اسباب کم ہوں گے.

اسی ضرورت کے پیش نظر کتاب "خاندان عصمت" کا اردو ترجمہ کیا گیا کہ جسے جناب حجۃ الاسلام والمسلمین "سید محمد تقی واردی" صاحب نے خاص طور پر نوجوان طبقے کیلئے تحریر فرمایا ہے. اور ہم نے بھی کتاب کی روش اور اسلوب کے تحت ہی ترجمہ کیا ہے اور انتہائی آسان اور روان الفاظ کا استعمال کیا ہے.

اس کتاب میں ہر معصوم کی ذاتی زندگی کا خلاصہ اور انکی زندگی کے دوران رونما ہونے والے واقعات اور انکی زندگی سے ماخوذ حکایات کے علاوہ آخر میں انکے اقوال زرین کو بیان کیا ہے.

اس امید کے ساتھ کہ یہ حقیر سی کوشش خاندان عصمت سے محبت کرنے والوں کی معرفت میں اضافہ کا باعث بنے اور ہم انکے بتائے ہوئے اصولوں پر عمل پیرا ہو کر دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کر سکیں.

صادق عباس

۱۸ ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ

خاندان عصمت

مقدمہ

انسانوں کے درمیان پیغمبروں اور الٰہی سفیروں کے علاوہ بھی کچھ لوگ اور خاندان، انبیاءؑ کے ساتھ نسبت اور انسانی فضائل و کمالات کی وجہ سے خدا کا لطف و کرم ان کے شامل حال رہا ہے. قرآن کریم نے ان میں سے بعض ناموں کی طرف اشارہ کیا ہے. مثال کے طور پر حضرت ابراہیم خلیل الرحمان کے اہل بیتؑ کے بارے میں ارشاد ہے: "قالوا اتعجبين من امر الله، رحمة الله و بركاته عليكم اهل البيت انه حميد مجيد" (۲).

لیکن ان کے درمیان حضرت ختمی مرتبت محمد مصطفیؐ کے اہل بیتؑ جس مرتبے پر فائز ہیں خود پیغمبر اکرمؐ کے علاوہ کسی کو بھی وہ مقام نصیب نہیں ہوا.

خداوند متعال قرآن مجید میں اپنے خوبصورت ترین الفاظ میں انکا اکرام و تکریم کرتے ہوئے فرماتا ہے "انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت و يطهركم تطهيراً" (۳).

بتحقیق خداوند نے ارادہ کر لیا ہے کہ اے اہل بیتؑ آپ سے ہر قسم کی پلیدی اور گناہ کو دور رکھے اور تمہیں بہترین پاکیزگی عطا کرے.

اس آیت شریفہ میں خداوند عالم نے اہل بیتؑ کی پاکی و پاکیزگی کی واضح طور پر

تصدیق کردی ہے۔ وہ نہ صرف کسی غلطی و اشتباہ کا ارتکاب نہیں کریں گے بلکہ ان کی فکر میں بھی انحراف نہ آئے گا۔

گناہ سے دوری اور ہر قسم کے نفس و لغزش سے دور رہنا، اہل بیتؑ پر خداوند کریم کا خاص لطف اور احسان ہے۔

اس اعلیٰ ترین کلمہ "اہل بیتؑ" کا مصداق کون ہیں مختصر وضاحت کی ضرورت ہے۔

پیغمبرؐ کا گھر

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کیلئے دو قسم کے گھر ہیں۔ ایک نجی زندگی کیلئے "بیت زوجیت" اور دوسرا "بیت نبوت اور ولایت"۔

آپکا بیت زوجیت روزمرہ کی زندگی بیوی اور بچوں کے امور سے مربوط تھا یہ صرف ایک ہی نہ تھا بلکہ جتنی بیویاں تھیں اتنے گھر موجود تھے۔ قرآن مجید میں بھی جمع (بیوت) کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ "و قرن فی بیوتکن" (۴) اے ازواج رسول اپنے گھروں میں رہو۔

زوجات کے گھروں میں حضرت خدیجہ کا گھر آنحضرتؐ کیلئے ہستا بستا اور گھریلو زندگی کے لحاظ سے پر سکون ترین گھر تھا۔

لیکن "بیت نبوت اور ولایت" فقط اسی گھر میں منحصر تھا کہ جہاں پر آپ کی بیٹی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، اپنے شوہر حضرت علی مرتضیٰؑ اور اپنے بیٹوں حسنؑ و حسینؑ کے ساتھ زندگی بسر کرتی تھیں یعنی طہارت و عصمت کا گھر اور آیہ تطہیر نے

بھی انہیں کو اپنا مخاطب قرار دیا ہے. اس بنا پر بیت نبوت اور ولایت میں رہنے والے عظیم ترین اور شریف ترین لوگ ہیں. کہ جن کی تعداد درجہ ذیل ہے.

۱۔ پیغمبر اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کہ جن پر خداوند متعال کی کتاب نازل ہوئی اور انہوں نے اپنی مبارک زبان کے ذریعے اسے دوسروں تک پہچایا.

۲۔ حضرت امام علی علیہ السلام کہ آنحضرت کے داماد اور جانشنین پیغمبرؐ ہیں.

۳۔ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کہ جو آنحضرت کی پیاری بیٹی تھیں.

۴۔ حضرت امام حسن مجتبیٰؑ کہ جو آنحضرتؐ بڑے نواسے تھے.

۵۔ حضرت امام حسینؑ ہ جو آنحضرت کے چھوٹے نواسے تھے.

یہ پانچ افراد وحی اور طہارت و پاکیزگی کا مرکز رہے ہیں. کیونکہ پیغمبر اکرمؐ نے خدا سے جبرائیل امین کے ذریعے تربیت پائی. اور باقی چار افراد نے آنحضرت سے تربیت پائی.

آنحضرت کے بہت سے اصحاب و اقرباء نے اس امر کی گواہی دی ہے کہ آیۂ تطہیر ان پنجتن آل عباؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے.

ذیل میں چند اہم افراد کے نام ذکر کیے جا رہے ہیں جن سے روات نے احادیث کو نقل کیا.

۱۔ حضرت ام سلمہؓ، زوجۂ پیغمبر اکرمؐ سے روایت ہے آیۃ تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی جبکہ اس وقت گھر میں سات افراد تھے. جبرائیل، میکائیل، محمدؐ، فاطمہؑ، علیؑ، حسنؑ اور حسین علیھم السلام.

میں اس وقت گھر کے دروازے پر تھی آیت کے نازل ہونے کے بعد میں نے دیکھا کہ پیغبرؐ نے اپنی عبا کو اپنے اور اپنی بیٹی فاطمہؑ، اپنے داماد اور اپنے نواسوں پر اوڑا۔ اور فرمایا" اللھم ھولاءِ آلی "اے پروردگار! یہ میری آل ہیں۔

اس دوران میں نے پیغمبر سے کہا: یا رسول اللہؐ! کیا میں آپ کے اہل بیتؑ سے نہیں ہوں؟

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا " انک الی خیر، انک من ازواج النبیؐ" (۵) تو خیر کی طرف ہے اور تو پیغمبر کی بیوی ہے۔

۲۔ حضرت صفیہ زوجۂ پیغمبر اکرمؐ۔

۳۔ حضرت عائشہ زوجۂ پیغمبر اکرمؐ

۴۔ عبداللہ بن جعفر بن ابی طالبؑ

۵۔ عبداللہ بن عباس

۶۔ عمر بن ابی سلمہ (ام سلمہ کا بیٹا)

۷۔ زینب بنت ابی سلمہ (ام سلمہ کی بیٹی)

۸۔ ابو سعید خدری

۹۔ سعید بن ابی وقاص

۱۰۔ انس بن مالک

۱۱۔ وائلہ بن اصقع

۱۲۔ امام حسن مجتبیٰؑ

۱۳۔ امام زین العابدینؑ

مذکورہ راویوں کے اس بیان کے علاوہ کہ آیۂ تطہیر پنجتن آل عباؑ کی شان میں نازل ہوئی۔ پیغمبر اکرمؐ کی سیرت بھی اس بیان کو نمایان کرتی ہے۔ آیہ تطہیر کے نزول کے بعد ہر روز آنحضرتؐ نماز کے وقت حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کے گھر آتے تو بلند آواز میں یوں مخاطب ہوتے:

"السلام علیکم و رحمة اللّٰہ و برکاتہ اھل البیت! انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیراً الصلاة رحمکم اللّٰہ" (۶).

پیغمبر اکرمؐ کی یہ سیرت زندگی کے آخری چھ، سات یا آٹھ ماہ تک جاری رہی۔

آنحضرتؐ اپنے اس عمل کے ذریعے اہل بیتؑ کو وقت نماز اور مسجد میں جماعت کی اطلاع دینے کے علاوہ مسلمانوں کو یہ سمجھاتے تھے کہ یہ میرے اہل بیتؑ ہیں اور اس گھر کے رہنے والے ہر قسم کے گناہ و خطاء سے پاک ہیں۔

پیغمبر اکرمؐ اور اہل بیتؑ

پیغمبر اکرمؐ سے اہل بیتؑ کے مقام و منزلت اور شان میں اہل سنت اور شیعہ رواۃ سے بہت سے احادیث نقل ہوئی ہیں کہ جو خلافت اسلامی کی امامت کیلئے ان کی اہلیت اور ان سے تمسک رکھنے کو لازمی قرار دیتی ہیں۔ ذیل میں جو روایات اہل سنت و شیعہ سے تواتر کے ساتھ نقل ہوئی ہیں ذکر کیجاتی ہیں۔

۱۔ "قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ: انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا ابعدی، کتاب اللّٰہ حبل ممدود من السماء الی الارض و عترتی اھل بیتی و لن یفترقا حتی یردا

علی الحوض، فانظروا کیف تخلفونی فیھما"(۷).

میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک ان دونوں سے متمسک رہو گے ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔ ایک اللہ کی کتاب کہ جو آسمان سے زمین تک پھیلی ہوئی ہے۔ دوسرے میری عترت و اہل بیتؑ یہ دونوں کبھی ایکدوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر مجھ سے ملحق ہونگے پس میرے بعد ان دونوں سے کیا برتاؤ کرو گے۔

۲۔ "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم، مثل اھل بیتی کسفینۃ نوح من رکبھا نجیٰ و من تخلف عنھا غرق (ھلک)" (۸).

میرے اہل بیتؑ کی مثال کشتی نوح جیسی ہے جو اس پر سوار ہو گیا نجات پا گیا اور جو اس سے رہ گیا غرق ہو گیا۔ (ہلاک ہو گیا)۔

پیغمبر کا کلام خدا کا کلام ہے، کیونکہ آپ کا کلام نور ہے جو خدا کی طرف سے آپکے قلب مبارک سے ہو کر زبان سے جاری ہوتا ہے۔

قرآن کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے کلام کے بارے میں یوں گواہی دیتا ہے "و ماینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی" (۹).

وہ (رسول خدا) اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کرتے ان کی کلام وحی خدا کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اھل بیت اور ائمہ معصومینؑ

لفظ "اہل بیت" اور لفظ "امامت" یا "امام" کے درمیان مفہوم مطابقی پایا جاتا

ہے۔ دوسرے لفظوں میں اگرچہ پیغمبر اکرمؐ کی تمام اولاد (خاص طور پر حضرت فاطمہ کی اولاد) پر اس کا اطلاق بطور عام ہے اور لوگ انہیں پیغمبر اکرمؐ کے زمانہ سے لیکر آج تک اسی عنوان سے مخاطب کرتے رہے ہیں۔ لیکن خاص طور پر اہل بیتؑ سے مراد حضرت فاطمہ زہراءؑ، حضرت علیؑ اور ان کی نسل سے گیارہ معصوم بیٹے ہیں۔ آپکے آخری بیٹے قائم آل محمدؑ ہیں جو دنیا کو ظلم و جور سے پاک کر کے عدل و انصاف سے پر کر دیں گے اور پوری دنیا پر عالمی اسلامی حکومت کو قائم کریں گے۔

اور یہ نظریہ ہمارے مسلمہ دینی نظریات میں سے ہے کہ جسے شیعہ و سنی مکاتب فکر نے قبول کیا ہے اور پیغمبر اکرمؐ نے اس کی پیش بینی بھی کی تھی۔

آنحضرتؐ نے ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

"انا و علی و الحسن و الحسین و تسعة من ولد الحسین مطھرون معصومون" (۱۰)۔

میں، علیؑ، حسنؑ، حسینؑ اور حسینؑ کے نو بیٹے پاک اور معصوم ہیں۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

"انا سید النبیین و علی بن ابیطالب سید الوصیین و ان اوصیائی بعدی اثنا عشر، اولھم علی بن ابیطالب و آخرھم المھدی" (۱۱)۔

میں انبیاء کا سردار اور علی بن ابیطالبؑ اوصیاء کے سردار میرے بعد میرے بارہ وصی ہیں کہ ان میں سے پہلے علی بن ابیطالبؑ اور آخری مہدیؑ ہیں۔

جوینی نے بھی ابن عباس سے نقل کیا ہے:

"ان خلفائی و اوصیائی و حجج اللہ علی الخلق بعدی الاثنیٰ عشر اولھم اخی و آخرھم ولدی۔

قيل يا رسول اللهؐ! و من اخوك؟ قال: علي بن ابيطالبؑ. قيل فمن ولدك؟ قال: المهدي الذي يملاها قسطاً و عدلاً كما ملئت جوراً و ظلماً و الذي بعثني بالحق بشيراً و نذيراً لو لم يبق من الدنيا الا يوم واحد لطول الله ذلك اليوم حتى يخرج فيه ولدي المهدي فينزل روح الله عيسى بن مريم فيصلي و تشرق الارض بنور ربها و يبلغ سلطانه المشرق و المغرب" (۱۲).

میرے بعد زمین پر بارہ افراد میرے جانشین اور حجت ہیں: پہلا ان میں میرا بھائی اور آخری میرا بیٹا ہے.

پوچھا گیا: اے رسول خداؐ! آپ کا بھائی کون ہے؟ فرمایا: علی بن ابیطالبؑ. پھر پوچھا گیا: آپ کا بیٹا کون ہے؟ فرمایا: مہدیؑ کہ جو زمین کو عدل و انصاف سے پر کردیگا جیسا کہ ظلم و جور سے بھری ہوگی. قسم اس ذات کی کہ جس نے مجھے بشیر و نذیر مبعوث کیا! اگر دنیا کا ایک دن بھی باقی رہ جائے تو خدا اس دن کو اتنا طولانی کرے گا کہ میرا بیٹا مہدیؑ ظہور کرے گا اور حضرت عیسیٰ آسمان سے نازل ہوں گے اور اس کی اقتدا میں نماز پڑھیں گے. میرا بیٹا نور الہی سے زمین کو منور کر دیگا اور اس کی حکومت مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی ہوگی.

اب اگر سوال کیا جائے کہ ہر معصوم امام کی تعیین اور تشخیص کیسے ہوگی اور یہ کس کی ذمہ داری ہے؟ جواب دیا جائے گا یہ کام خدا کی ذمہ داری ہے کہ اسے بلا واسطہ یا پہلے معصوم کے ذریعے یہ معیّن کروائے.

بہر حال معصومین علیہم السلام اور خاندان عصمت سے ہماری مراد درجہ ذیل ہیں:

۱۔ حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم

۲۔ حضرت علی بن ابیطالب علیہما السلام

۳۔ حضرت فاطمہ زہراء بنت محمد رسول اللہؐ علیہما سلام

۴۔ حضرت حسن بن علی علیہما السلام

۵۔ حضرت حسین بن علی علیہما السلام

۶۔ حضرت علی بن حسین علیہما السلام

۷۔ حضرت محمد بن علی علیہما السلام

۸۔ حضرت جعفر بن محمد علیہما السلام

۹۔ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام

۱۰۔ حضرت علی بن موسیٰ علیہما السلام

۱۱۔ حضرت محمد بن علی علیہما السلام

۱۲۔ حضرت علی بن محمد علیہما السلام

۱۳۔ حضرت حسن بن علی علیہما السلام

۱۴۔ حضرت حجت بن حسن العسکری عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف

اگلے صفحات میں ان زندہ و جاوید شخصیات کی زندگیوں پر روشنی ڈالی جائے گی تا کہ ان کی زندگی اور ان کے مکتب کے بارے میں آگہی کا زمینہ میسر ہو سکے اور انسان اپنی حیات جاویدان کو سنوار سکیں.

سید محمد تقی واردی
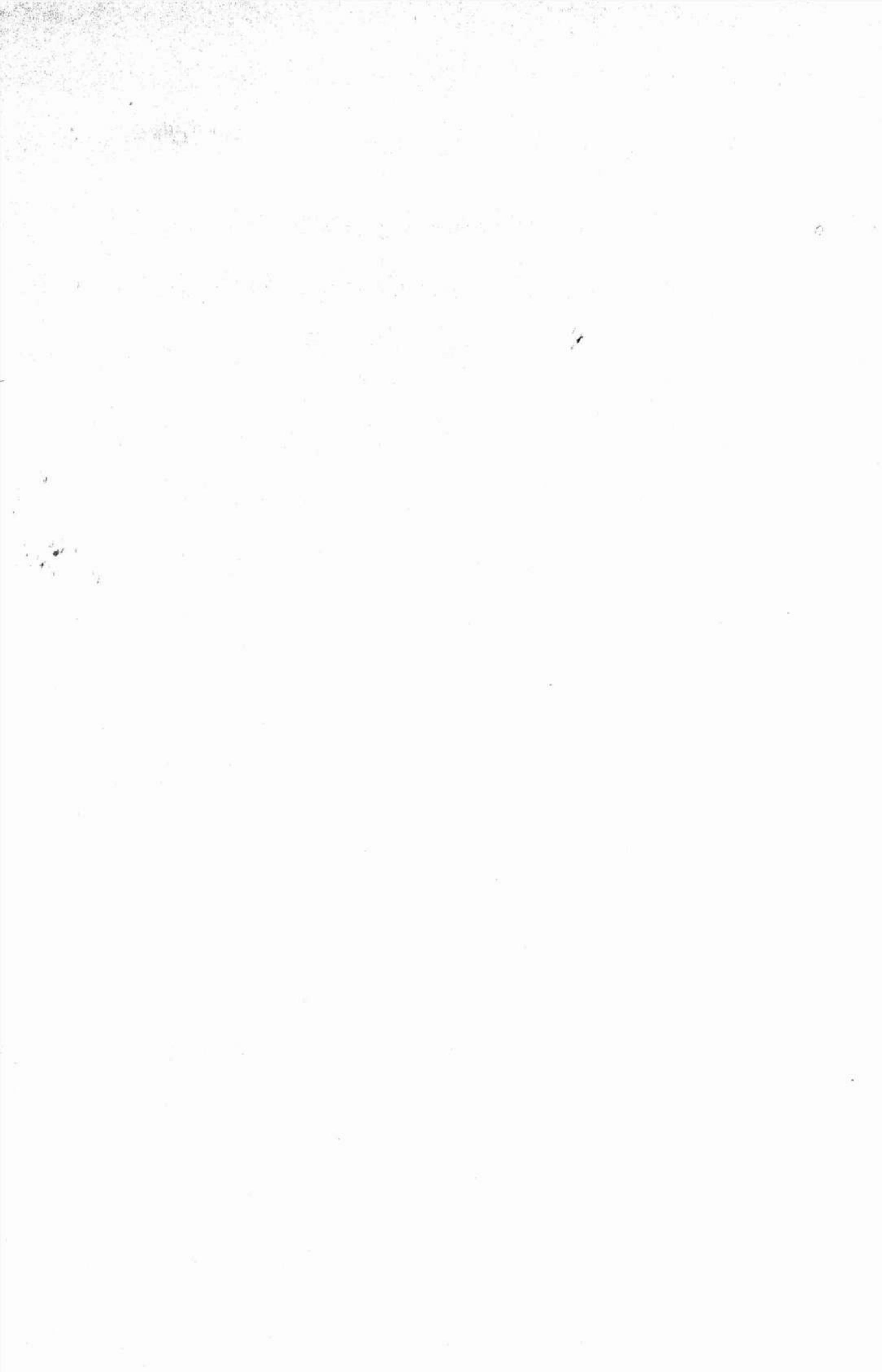
حضرت محمدؐ

نام :- "محمد بن عبداللہؑ"

تورات اور کچھ دیگر آسمانی کتابوں میں "احمد" کہا گیا ہے. آپؐ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب نے حضرت عبدالمطلب کی طرف سے "محمد" نام رکھنے سے پہلے اپنے بیٹے کا نام احمد رکھا تھا.

کنیت :- "ابوالقاسم" اور "ابوابراہیم"

القاب :- رسول اللہ، نبی اللہ، مصطفیٰ، محمود، امین، صادق، امّی، خاتم، مزمّل، مدبّر، نذیر، بشیر، مبین، کریم، نور، رحمت، نعمت، شاہد، مبشر، مذکر، یٰسین، طٰہٰ اور...

منصب :- خدا کے آخری نبی، پہلے معصوم اور اسلامی حکومت کی بنیاد رکھنے والے.

تاریخ ولادت باسعادت :- شیعہ روایت کے مطابق ۱۷ ربیع الاول بروز جمعہ عام الفیل بمطابق ۵۷۰ء عیسوی لیکن اکثر علماء اہل سنت آنحضرتؐ کی ولادت باسعادت کو ۱۲ ربیع الاول بروز پیر بیان کرتے ہیں.

عام الفیل وہی سال ہے جب "ابرہہ" اپنے کئی ہزار سپاہیوں کے ساتھ یمن سے

مکہ پر حملہ آور ہوا تا کہ خانہ کعبہ کو مسمار کر دے اور تمام لوگوں کو عیسائی مذہب پر عمل کرنے کیلئے دباؤ ڈالے لیکن خدائی آفات کے نتیجہ میں وہ اور اس کا لشکر "ابابیل" نامی پرندوں کے حملے کا شکار ہوگئے۔ اور یوں وہ اپنے ناپاک عزائم کو حاصل نہ کر سکا۔ وہ چونکہ ہاتھیوں پر سوار تھے اس لئے وہ سال عام الفیل کے نام سے مشہور ہو گیا۔

جائے ولادت باسعادت :- مکہ معظمہ

شجرہ نسب :- محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب (شیبہ الحمد) بن ہاشم (عمرو) بن عبد مناف بن قصیّ بن کلاب بن مری بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نصر (قریش) بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

پیغمبر اکرمؐ سے منقول ہے کہ جب میرا شجرہ نسب عدنان تک پہنچ جائے تو وہیں رک جاؤ اور اس سے آگے نہ بڑھو۔

لیکن تاریخی کتابوں میں آپ کا شجرہ نسب حضرت آدم تک لکھا گیا ہے۔ عدنان سے لیکر حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ تک سات پشت کا فاصلہ ہے۔

والدہ کا نام :- آمنہ بنت وہب بن عبد مناف

یہ عظیم خاتون، تقویٰ اور عفت کے لحاظ سے تمام قریشی خواتین میں بے نظیر و بے مثل تھیں۔ بلکہ بلا شبہ آپ سب کی سردار تھیں۔ آپ آنحضرتؐ کی پیدائش کے بعد دوو سال اور چار مہینے اور (ایک روایت کے مطابق چھ سال) زندہ رہیں۔ اپنے بیٹے حضرت محمدؐ اور اپنی خادمہ (ام ایمن) کے ساتھ اپنے عزیز و اقارب سے ملنے مدینہ گئی ہوئی تھیں واپسی پر "ابواء" کے مقام پر دار فانی سے رخصت ہوگئیں۔ اور اسی مقام پر دفن ہوئیں۔

حضرت عبداللہ چونکہ حضرت محمدؐ کی ولادت سے دو مہینے اور ایک روایت کے مطابق سات مہینے پہلے فوت ہو گئے تھے لہذا آپ کی پرورش آپکے دادا حضرت عبدالمطلب کے ذمہ تھی پہلے آپ کو ابولہب کی آزاد کردہ کنیز "ثوبیہ" کے سپرد کیا گیا تاکہ آپ کو دودھ پلائے، اور آپ کا خیال رکھے لیکن کچھ دنوں کے بعد آپ کو "حلیمہ بنت عبد اللہ بن حارث سعدیہ" کے حوالہ کیا گیا حضرت حلیمہ اگرچہ آپ کی دائیہ تھیں لیکن پانچ سال تک آپکی ماں بن کر پرورش کرتی رہیں۔

رسالت اور حکومت کی مدت :۔ ۲۷ رجب المرجب ۴۰ عام الفیل (۶۱۰ عیسوی) چالیس سال کی عمر میں منصب رسالت پر فائز ہوئے، ۲۳ سال تک منصب رسالت و نبوت پر فائز رہے اور ۲۸ صفر المظفر ۱۱ھ کو اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔

مدینہ ہجرت کے بعد دس سال تک اسلامی حکومت کے سربراہ رہے۔؟

تاریخ اور رحلت کا سبب :۔ ۲۸ صفر المظفر بروز پیر شیعہ علماء کی اکثریت کی روایت کے مطابق اور علماء اہل سنت کی روایت کے مطابق ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری ۶۳ سال کی عمر میں جنگ خیبر کے دوران یہودی عورت زینب کے ہاتھوں دیئے جانے والے زہر کے اثر سے رحلت ہوئی۔

معروف ہے کہ پیغمبر اکرمؐ اپنی بیماری کے دوران فرماتے تھے کہ میری بیماری اس زہر آلودہ غذا کا نتیجہ ہے جو وہ عورت فتح خیبر کے وقت میرے لئے لائی تھی۔

محل دفن :۔ مدینہ منورہ جس گھر میں آپ نے رحلت فرمائی تھی وہی آپ

کا جائے مدفن ہے جو اب مسجد النبیؐ کے اندر واقع ہے۔

ازواج :-

۱۔ خدیجہ بنت خویلد	۲۔ سودہ بنت زمعہ
۳۔ عایشہ بنت ابی بکر	۴۔ ام شریک بنت دودان
۵۔ حفصہ بنت عمر	۶۔ ام حبیبہ بنت ابی سفیان
۷۔ ام سلمہ بنت عاتکہ	۸۔ زینب بنت جحش
۹۔ زینب بنت خدیجہ	۱۰۔ میمونہ بنت حارث
۱۱۔ جویریہ بنت حارث	۱۲۔ صفیہ بنت حی بن اخطب۔

سب سے پہلی عورت جسکو آپ کی زوجہ ہونے کا شرف حاصل ہوا وہ خدیجہ بنت خویلد تھیں۔

حضرت محمدؐ نے مقام رسالت پر فائز ہونے سے پہلے ۲۵ سال کی عمر میں اس معزز خاتون سے عقد کیا۔ حضرت خدیجہ کبریٰ نے اپنے مال و متاع اور مقام کے ذریعہ پیغمبر اسلام کی رسالت کے اظہار کے وقت قابل قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ یہ عظیم خاتون ، تمام دنیا کی خواتین کے لئے باعث فخر ہیں۔ اور حضرت مریم اور حضرت آسیہ جیسی مقدس خواتین کی فہرست میں شامل ہیں۔

پیغمبر اکرمؐ نے حضرت خدیجہ کبریٰ کے احترام کی وجہ سے ان کی زندگی میں کسی دوسری عورت سے شادی نہ کی۔

یہ آپ ہی تھیں کہ جب قریش کے کافر سردار آنحضرتؐ کو آزار پہنچاتے تو آپ

نہ صرف گھر میں آپ کو (تسلی) دیتیں، بلکہ رسالت و نبوت کے امور میں آپ کی مدد کرتیں۔ اسلام میں حضرت خدیجہ کبریٰ اسی مقام و منزلت کی وجہ سے پروردگار عالم کے خاص لطف و اکرام کی مستحق ٹھریں۔ ایک دن جب جبرائیل امین آنحضرتؐ کی خدمت میں شرفیاب ہوئے اور کہا اے محمدؐ خدا کا سلام اپنی زوجہ خدیجہ کو پہچانا پیغمبر اکرمؐ نے اپنی زوجہ سے کہا اے خدیجہ یہ جبرائیل امین ہیں جو خدا کی طرف سے تمہیں سلام پہنچا رہے ہیں۔ خدیجہ کہتی ہیں "اللّٰہ السلام و منه السلام و علیٰ جبریل السلام"۔

آنحضرتؐ آپ کا خاص احترام کرتے تھے۔ اور آپ بھی پیغمبر اکرمؐ کیلئے ایک وفادار اور مہربان شریک حیات تھیں۔

حضرت خدیجہ نے رمضان المبارک میں بعثت کے دسویں سال انتقال فرمایا۔ آپ کی رحلت کے بعد بھی آنحضرت ہمیشہ آپکا ذکر نیک الفاظ میں فرماتے تھے۔

عایشہ بنت ابی بکر، رسول اکرم کی تیسری زوجہ سے منقول ہے کہ "کان رسول اللّٰہ لا یکاد یخرج من البیت حتی یذکر خدیجة فیحسن الثناء علیھا فذکرھا یوماً من الایام فادرکتنی الغیرة فقلت: ھل کانت الا عجوزاً و قد ابدلک اللّٰہ خیراً منھا. فغضب حتیٰ اھتز مقدم شعره من الغضب" (۱۳)۔

یعنی پیغمبر اکرمؐ جب بھی گھر سے باہر جاتے تو آکر خدیجہ کا ذکر خیر کرتے۔ ایک دن جب پیغمبرؐ، خدیجہ کا ذکر کر رہے تھے اور اس کی خوبیوں کو بیان کر رہے تھے تو مجھ پر عورتوں کی غیرت غالب آگئی میں نے پیغمبرؐ سے کہا: وہ ایک بوڑھی عورت تھی اور اب تو خداوند متعال نے آپ کو ایک بہتر (یعنی عایشہ) دے دی ہے۔ پیغمبر اکرمؐ میرے

اس عمل سے سخت ناراض ہوئے اور غصے سے آپکی پیشانی کے بال کھڑے ہو گئے۔

اولاد :-

بیٹے۔ ا۔ قاسم، جو آنحضرتؐ کی بعثت سے پہلے پیدا ہوئے، ان کی وجہ سے پیغمبر اکرمؐ، "ابوالقاسم" کی کنیت سے پکارے گئے۔

۲۔ عبداللہ یہ بچہ چونکہ بعثت کے بعد پیدا ہوا تھا اسلئے اسے طیب و طاہر کہتے تھے۔

۳۔ ابراہیم یہ ۸ سنہ ہجری کے آخر میں پیدا ہوا اور رجب المرجب ۱۰ سنہ ہجری کو انتقال کر گیا۔

عبداللہ اور قاسم حضرت خدیجہ اور ابراہیم، ماریہ قبطیہ کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے اور یہ تینوں بچپن میں ہی وفات پا گئے۔

بیٹیاں۔ اہل سنت کی روایات کے مطابق

ا۔ زینب	۲۔ رقیہ
۳۔ ام کلثوم	۴ حضرت فاطمہ زہراءؑ

آپ کی تمام بیٹیاں حضرت خدیجہ سے پیدا ہوئیں۔ حضرت فاطمہؑ کے علاوہ آپ کی تمام اولاد آنحضرتؐ کی وفات سے پہلے ہی فوت ہو گئی تھی اور آپ کی رحلت کے وقت آپ کی واحد بیٹی فاطمہ زہراءؑ ہی موجود تھیں۔ یہ عظیم خاتون تمام عالمین کی عورتوں کیلئے باعث فخر ہیں بلکہ زمین پر انسان اور عرش پر فرشتے بھی آپ کا بہت عزت و احترام کرتے ہیں۔

اور آپ ہی "حسنین شریفینؑ" کی والدہ اور "ام الائمہؑ" ہیں۔

اگر چہ نبی اکرمؐ اپنے تمام اہل خانہ سے محبت کرتے تھے لیکن زوجات میں سے حضرت خدیجہ کبریٰ اور بچوں میں سے حضرت فاطمہؑ کے ساتھ زیادہ پیار و محبت کا اظہار فرماتے تھے۔

اصحاب :-

۱۔ علی ابن ابیطالب
۲۔ ابوطالب بن عبدالمطلب
۳۔ حمزۃ بن عبدالمطلب
۴۔ جعفر بن ابیطالب
۵۔ عباس بن عبدالمطلب
۶۔ عبداللہ بن عباس
۷۔ فضل بن عباس
۸۔ معاذ بن جبل
۹۔ سلمان فارسی
۱۰۔ ابوذر غفاری
۱۱۔ مقداد بن اسود
۱۲۔ بلال حبشی
۱۳۔ مصعب ابن عمیر
۱۴۔ زبیر بن عوام
۱۵۔ سعد بن ابی وقاص
۱۶۔ ابو دجاجہ
۱۷۔ سھل بن حنیف
۱۸۔ سعد بن معاذ
۱۹۔ سعد بن عبادہ
۲۰۔ محمد بن مسلمہ
۲۱۔ زید بن ارقم
۲۲۔ ابو ایوب انصاری
۲۳۔ جابر ابن عبداللہ
۲۴۔ حذیفہ بن یمان عنسی
۲۵۔ خالد بن سعید اموی
۲۶۔ خزیمۃ بن ثابت
۲۷۔ زید بن حارثہ
۲۸۔ عبداللہ بن مسعود

۲۹۔ عمار بن یاسر | ۳۰۔ قیس بن عاصم
۳۱۔ مالک بن نویرہ | ۳۲۔ ابوبکر بن ابی قحافہ
۳۳۔ عثمان بن عفان | ۳۴۔ عبداللہ بن رواحہ
۳۵۔ عمر بن حارث | ۳۶۔ طلحۃ بن عبیداللہ
۳۷۔ عثمان بن مظعون | ۳۸۔ ابوموسیٰ اشعری
۳۹۔ عاصم بن ثابت | ۴۰۔ عبدالرحمن بن عوف
۴۱۔ ابوعبیدہ بن جراح | ۴۲۔ ابو مسلم
۴۳۔ ارقم بن ابی ارقم | ۴۴۔ قدامہ بن مظعون
۴۵۔ عبداللہ بن مظعون | ۴۶۔ عبیدۃ بن حارث
۴۷۔ سعید بن زید | ۴۸۔ خباب بن ارت
۴۹۔ بریدہ اسلمی | ۵۰۔ عثمان بن حنیف
۵۱۔ ابوھیثم | ۵۲۔ ابی ابن کعب

ہم عصر حکمران :-

پیغمبر اکرمؐ نے جس زمانے میں حجاز میں زندگی بسر کی اس وقت یہ علاقہ کھیتی باڑی کے نہ ہونے، زمین کے صحرائی ہونے اور شہری زندگی کے عدم وجود کی بدولت حکومتوں کی گرفت سے دور تھا. اور یہاں پر ان کی دلچسپی کا کوئی پہلو موجود نہ تھا. اسی وجہ سے وہاں پر کوئی مرکزی و مستقل حکومت موجود نہ تھی اور یوں ان کی حکومت کا دائرہ کار فقط قبیلہ کے افراد تک ہی محدود تھا اور اس علاقے پر قبائل حاکم تھے. جب

پیغمبراکرمؐ مبعوث ہوئے اور مکہ سے مدینہ ہجرت کے بعد وہاں پر ایک عالمی الٰہی حکومت کی بنیاد رکھی اگرچہ سرزمین حجاز کے اردگرد مستقل و نیم مستقل حکومتیں موجود تھیں جنکے حکمرانوں کے باقاعدہ سلسلے موجود تھے۔

۱۔ ایران ۲۔ مشرقی روم ۳۔ حبشہ ۴۔ یمن ۵۔ حیرہ ۶۔ غسان ۷۔ یمامہ ۸۔ مصر
حجاز کے گرد تمام حکومتیں تین مرکزی حکومتوں عظیم شہنشاہیت ایران، عظیم بادشاہت مشرقی روم اور حبشہ کے زیر نظر تھیں۔

ان ممالک کے حکمرانوں کی تعداد جو پیغمبر اسلامؐ کے ہمعصر تھے بہت زیادہ ہے۔ یہاں پر ہم فقط ان حکمرانوں کے نام لکھتے ہیں جن کے ساتھ پیغمبر اکرمؐ کا رابطہ تھا۔ یا جن کو پیغمبر اکرمؐ نے اسلام کی دعوت دی تھی۔

۱۔ ہرقل۔ ہراکلیوس (۵۷۔ ۶۴۱) قیصر مشرقی روم (۶۱۰۔ ۶۴۱)۔
۲۔ خسرو پرویز ساسانی، ایرانی بادشاہ (۵۹۰۔ ۶۲۸)۔
۳۔ باذان بن ساسان، حاکم یمن (شہنشاہ ایران کا منصوب کردہ)۔
۴۔ مقوقس، حاکم مصر (بادشاہ روم کا منصوب کردہ)۔
۵۔ نجاشی، حبشہ کا بادشاہ۔
۶۔ ہودہ بن علی، حاکم یمامہ (بادشاہ روم کا منصوب کردہ)۔
۷۔ نعمان بن منذر، حاکم حیرہ (بادشاہ ایران کا منصوب کردہ) (۵۶۰۔ ۶۰۲)۔

مذکورہ بادشاہوں اور حکمرانوں میں سے فقط حبشہ کا بادشاہ "نجاشی" اور "باذان" حاکم یمن کے پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ اچھے روابط تھے اور آنحضرتؐ کی دعوت کو قبول

کرتے اور آپ کے دین کو اپنے گذشتہ دین پر فوقیت دیتے تھے. نجاشی نے مسلمانوں کے دو مہاجر گروہوں کو حبشہ میں پناہ دی اور "باذان" نے ایرانی شہنشاہیت کے ساتھ اپنے روابط کو منقطع کرنے اور سرزمین یمن میں اسلام کے دشمنوں کے خلاف جنگ کرنے جیسی خدمات اسلام کے حق میں انجام دیں. لیکن دوسرے حکمران یا تو پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ دشمنی اور جنگ کے حوالے سے سامنے آئے یا غیر جانبدارانہ حکمت عملی کا مظاہرہ کیا. لیکن نبی اکرمؐ کی رحلت کے بعد مسلمانوں کے طاقتور ہاتھوں سے یہ تمام اپنے منطقی انجام کو پہنچے.

اہم واقعات :-

۱۔ حضرت عبداللہ بن المطلب کا شام کے تجارتی سفر سے واپسی کے دوران آنحضرت کی ولادت سے دو مہینے پہلے "یثرب" میں فوت ہو جانا.

۲۔ حضرت محمدؐ کا ۱۷ ربیع الاول اور اہل سنت کے مطابق ۱۲ ربیع الاول عام الفیل بمطابق ۵۷۰ عیسوی مکہ مکرمہ میں پیدا ہونا اور اپنے دادا عبدالمطلب کے ہاتھوں پرورش پانا.

۳۔ حضرت آمنہ کی طرف سے پیدا ہونے والے بچے کا نام احمد اور پھر دادا کی طرف سے محمدؐ کا نام رکھنا.

۴۔ محمد بن عبداللہؐ کا اپنی ماں آمنہ سے تین دن تک دودھ پینا اور ثوبیہ ابولہب کی کنیز سے چار مہینے اور پانچ سال تک دایہ حلیمہ سعدیہ کی گود میں پرورش پانا.

۵۔ حضرت محمدؐ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب کا چھ سال کے بعد فوت

ہوجانا.

۶۔ حضرت عبدالمطلب کی طرف سے حضرت محمدؐ کی کفالت کے امور کو چچا ابوطالب کے سپرد کرنا.

۷۔ اپنے چچا ابوطالب کی طرف سے قحط و خشکسالی کے دوران بارش کی دعا کرنے کیلئے شفیع ہونا.

۸۔ حضرت محمدؐ کا بارہ سال کی عمر میں اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ تجارتی سفر کیلئے شام جانا.

۹۔ "بحیرا راہب" کی طرف سے آنحضرت کی نبوت کی پیشگوئی کرنا اور چچا ابوطالب کو شام کے تجارتی سفر کے دوران حضرت محمدؐ کو یہودی دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھنے کی سفارش کرنا.

۱۰۔ حضرت محمدؐ کا ۱۵ سال کی عمر میں اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ قریش کی قبیلہ ھوازن کے ساتھ جنگ میں شرکت کرنا.

۱۱۔ حضرت محمدؐ کا بیس سال کی عمر میں مظلوموں کے حقوق کے دفاع کے معاہدے (حلف الفضول) میں شرکت کرنا اور بعثت کے بعد بھی اس کی تائید کرنا.

۱۲۔ حضرت محمدؐ کا خدیجہ بنت خویلد کی طرف سے شام کے تجارتی سفر میں جانا.

۱۳۔ مکہ میں حضرت محمدؐ کا پچیس سال کی عمر میں خدیجہ بنت خویلد سے شادی کرنا.

۱۴۔ پینتیس سال کی عمر میں قبائل کا حضرت محمدؐ کے فیصلے کو "حجرالاسود" کو

نصب کرنے کے بارے میں قبول کرنا.

۱۵۔ حضرت محمدؐ کا اپنے چچا ابوطالبؑ سے آٹھ سالہ بیٹے علیؑ کی کفالت اپنے ہاتھوں میں لینے کی درخواست کرنا اور چچا کا اس درخواست کو قبول کرنا . اور حضرت علیؑ کو حضرت محمدؐ اور حضرت خدیجہ کے گھر بھیجنا .

۱۶۔ حضرت محمدؐ کا دعا و عبادت کیلئے غار حراء میں جانا.

۱۷۔ ۲۷ رجب المرجب کو حضرت محمدؐ پیغمبری اسلام کیلئے پروردگار عالم کی طرف سے مبعوث ہونا. (اہل سنت کی روایات کے مطابق رمضان المبارک میں) وحی اور قرآنی آیات کا آپ پر نازل ہونا.

۱۸۔ بعثت کے ابتدائی ایام میں حضرت علیؑ اور حضرت خدیجہ کبریٰ کی طرف سے اکٹھے آپ کی نبوت پر ایمان لانا.

۱۹۔ حضرت علیؑ اور حضرت خدیجہ کا خانہ کعبہ میں آنحضرتؐ کی اقتداء میں نماز یومیہ کی اقتداء کرنا اور قریش کا اس عمل سے تعجب کرنا.

۲۰۔ خداوند متعال کی جانب سے اپنے عزیز و اقارب کو اسلام کی دعوت کی ذمہ داری سونپنا اور حضرت علیؑ کے علاوہ کسی کا پیغمبر اسلامؐ کی خواہشات کا احترام نہ کرنا.

۲۱۔ نبی اکرمؐ کی جانب سے دعوت قریش میں حضرت علیؑ کو اپنا جانشین مقرر کرنا.

۲۲۔ بعثت کے پہلے تین سالوں میں پیغمبر اکرمؐ کا مخفیانہ دعوت اور طاقت کا جمع کرنا.

۲۳۔ بعثت کے ابتدائی تین سالوں میں درجہ ذیل افراد کا آنحضرتؐ کی نبوت کو قبول کرنا۔

الف:- مرد۔

۱۔ علی بن ابیطالب	۲۔ جعفر ابن ابیطالب
۳۔ زید بن حارثہ	۴۔ زبیر بن عوام
۵۔ عبدالرحمان بن عوف	۶۔ سعد بن ابی وقاص
۷۔ طلحۃ بن عبیداللہ	۸۔ ابو عبیدہ جراح
۹۔ ابو سلمہ	۱۰۔ ارقم بن ابی ارقم
۱۱۔ قدامۃ بن مظعون	۱۲۔ عبداللہ بن مظعون
۱۳۔ عبیدۃ بن حارث	۱۴۔ سعید بن زید
۱۵۔ حباب بن ارت	۱۶۔ ابوبکر بن قحافہ
۱۷۔ عثمان بن عفان	۱۸۔ عمار یاسر
۱۹۔ صہیب بن سنان	۲۰۔ ابوذر غفاری
۲۱۔ عبداللہ بن مسعود	۲۲۔ بلال بن ریاح حبشی و...

۲۴۔ بعثت کے ابتدائی تین سال گذرنے کے بعد آنحضرتؐ کی طرف سے اہل مکہ کو اسلام کی دعوت عام دینا۔

۲۵۔ قریش کے سرداروں کا حضرت محمدؐ کی حمایت اور مدد کرنے پر حضرت ابوطالبؑ سے شکوہ کرنا۔

۲۶ ۔ قریش کے سرداروں کی طرف سے آنحضرتؐ کو اپنے اسلامی عقاید کو نہ چھوڑنے پر تکلیف و آزار پہنچانا.

۲۷ ۔ حمزہ بن عبدالمطلب کا اپنے بھتیجے حضرت محمدؐ کے دین پر ایمان لانا اور اسلام اور مسلمانوں کی طاقت میں اضافے کا باعث بننا.

۲۸ ۔ نئے مسلمان ہونے والوں پر کفار مکہ کی طرف سے آزار و صعوبتوں میں اضافہ کرنے اور بعض اصحاب کا تکلیف کی تاب نہ لاتے ہوئے جام شہادت نوش کرنا (جیسے حضرت عمار کے والدین).

۲۹ ۔ قریش کے سرداروں کا حضرت محمدؐ کو نبوت کے دعویٰ سے انکار کی صورت میں لالچ دینا اور آنحضرت کا ان کی باتوں کی پروا نہ کرنا.

۳۰ ۔ رجب سال پنجم ہجری میں آنحضرتؐ کے فرمان کے مطابق بعض مسلمانوں کا حبشہ کی طرف ہجرت کرنا.

۳۱ ۔ حبشہ کے بادشاہ، نجاشی کا مسلمانوں کے گروہ کی حمایت کرنا اور کفار قریش کے بھیجے ہوئے نمایندوں کی درخواست کے باوجود مہاجرین کو ان کے حوالے نہ کرنا.

۳۲ ۔ ۲۰ جمادی الثانی سال ۵ بعثت کو حضرت فاطمہؑ کا پیدا ہونا.

۳۳ ۔ بعثت کے ساتویں سال کفار قریش کی جانب سے آنحضرتؐ اور آپ کے ساتھیوں کا اقتصادی و اجتماعی بائیکاٹ کرنا.

۳۴ ۔ بعثت کے ساتویں سال میں حضرت ابوطالبؑ کا بنی ہاشم اور آنحضرتؐ کے رشتہ داروں کو دعوت دینا کہ مکہ کے پہاڑوں کے درمیان جا بسیں . (شعب ابی طالب)

تا کہ حضرت محمدؐ کی ہر لحاظ سے حمایت اور حفاظت کی جاسکے۔

۳۵ ۔ بنی ہاشم کا شعب ابی طالبؑ میں محاصرہ ہو جانا اور تین سال تک انتہائی سخت زندگی بسر کرنا۔ (ایک روایت کے مطابق چار سال)۔

۳۶ ۔ حضرت محمدؐ کو غیبی خبر ملنا کہ معاہدہ قریش دیمک کے ذریعہ ختم ہو گیا ہے اور بعد میں قریش کے سرداروں کا آگاہ ہونا۔

۳۷ ۔ بعض قریش کے سرداروں کا ظالمانہ معاہدے سے انکار کرنا اور آنحضرتؐ کے بارے میں اپنے ناروا رویے پر اظہار ندامت و پشیمانی کرنا اور بنی ہاشم کو شعب ابی طالبؑ سے نکال کر مکہ معظمہ واپس لوٹنے پر اصرار کرنا۔

۳۸ ۔ شعب ابی طالبؑ سے واپسی پر بعثت کے دسویں سال پیغمبر اسلام کے بہت بڑے حامی حضرت ابوطالبؑ اور حضرت خدیجہ کبریٰ کا کچھ دنوں کے فاصلہ سے اس دنیا سے رخصت ہوجانا۔ اور ان دو افراد کی وفات کا آنحضرت کو بہت صدمہ پہنچنا۔

۳۹ ۔ بعثت کے گیارہویں سال حضرت محمدؐ کا طائف کی جانب سفر اور قبیلہ ثقیف کے سرداروں کو اسلام کی دعوت دینا اور ان کا اس دعوت حق کو قبول نہ کرنا اور آنحضرتؐ کو ہر قسم کے آزار و تکلیف میں مبتلا کرنا۔

۴۰ ۔ حضرت محمدؐ کا طائف سے مکہ واپس پلٹنا۔

۴۱ ۔ حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد مکہ میں حضرت محمدؐ کا سودہ بنت زمعہ سے شادی کرنا۔

۴۲ ۔ اپنی رضاعی بہن "ام ہانی" ابی طالبؑ کی بیٹی کے گھر سے پیغمبر اسلام کی

معراج کا عرفانی سفر مسجد الاقصیٰ سے بیت المقدس کی طرف اور وہاں سے عرش الٰہی اور سدرۃ المنتہیٰ۔

۴۳۔ بعثت کے گیارہویں سال میں پیغمبر اسلام کا حج کے دنوں میں زائرین خانہ خدا کو دعوت دینا اور مدینہ کے قبیلہ خزرج کے سردار اسعد بن زرارہ کا آنحضرتؐ سے ملاقات اور اسلام کا قبول کرنا۔

۴۴۔ مصعب بن عمیر کا پیغمبر اکرمؐ کی طرف سے مدینہ کے لوگوں کے بارے میں آگاہی حاصل کرنے کیلئے مامور ہونا۔

۴۵۔ بعثت کے بارہویں سال میں مدینہ کے ۱۲ زائرین خانہ خدا کا آنحضرتؐ پر ایمان لانا۔ اور رسول خداؐ کے ساتھ پہلا معاہدہ کرنا (جو معاہدہ "عقبہ" کے نام سے معروف ہے)۔

۴۶۔ بعثت کے تیرہویں سال اہل یثرب کی ایک جماعت کا حج کے دنوں میں آنحضرتؐ پر ایمان لانا اور معاہدہ کرنا (جو معاہدہ "عقبہ دوم" کے نام سے معروف ہے)۔

۴۷۔ اہل یثرب کا آنحضرت کی بیعت کرنے پر قریش کے سرداروں کا شدید رد عمل ظاہر کرنا اور مکہ میں رہنے والے مسلمانوں کے آزار و تکلیف میں اضافہ کرنا۔

۴۸۔ بعثت کی تیرہویں سال کے آخر اور چودھویں سال کے آغاز میں پیغمبر اکرمؐ کے حکم کے مطابق مکہ میں کفار قریش کے ظلم و ستم کا نشانہ بننے والے مسلمانوں کا انفرادی طور پر مدینہ کی جانب ہجرت کرنا۔

۴۹۔ "دارالندوہ" میں قریش کے سرداروں کا اجلاس اور پیغمبر اسلام حضرت محمدؐ

کو قتل کرنے کا ارادہ کرنا۔

۵۰ ۔ "شب ہجرت" کو مختلف قبائل اور گروہوں کے چالیس افراد کا رات کی تاریکی میں آنحضرتؐ کو اپنے گھر میں قتل کرنے کیلیے حملہ کرنا اور انکو بستر رسولؐ پر حضرت علیؑ سے سامنا ہونا۔

۵۱ ۔ "شب ہجرت" پیغمبر اکرمؐ کا حضرت ابو بکر کے ساتھ اپنے گھر سے نقل مکانی کر کے مکہ کے نزدیک "غار ثور" میں کو پناہ لینا۔

۵۲ ۔ پیغمبر اسلامؐ کا غار ثور مکہ سے نکل کر یثرب کہ جسے بعد میں "مدینۃ الرسول" کہا گیا تاریخ ساز ہجرت کرنا اور یکم ربیع الاول بعثت کے چودھویں سال کو پیغمبر اسلام کا مدینہ میں داخل ہونا اور اس شہر کے مکینوں کی طرف سے آنحضرتؐ کا تاریخی استقبال کرنا۔

۵۳ ۔ مہاجرین و انصار کا آنحضرتؐ کے مدینہ میں داخل ہونے کے ابتدائی ایام میں رسولخداؐ کے ساتھ مل کر "مسجد نبوی" کی تعمیر کا آغاز کرنا۔

۵۴ ۔ سال اول ہجری رمضان المبارک کے ابتدائی دنوں میں پیغمبر اکرمؐ کے حکم پر انصار و مہاجرین کے درمیان اخوت و برادری کے پیمان کا باندھا جانا۔

۵۵ ۔ پیغمبر اکرمؐ کے حکم پر ہجرت کے پہلے سال کے آٹھویں مہینے میں لشکر اسلام کی طرف سے قریش کے تجارتی قافلوں کو دھمکی دینا اور جنگی طاقت کی نمائش کرنا۔

۵۶ ۔ سال دوم ہجری کے ساتویں مہینے بیت المقدس سے مکہ کی جانب قبلہ کا تبدیل ہونا۔

۵۷ ۔ سال دوم ہجری رمضان المبارک کے مہینے میں لشکر اسلام اور قریش کے سرداروں کے درمیان جنگ بدر کا رونما ہونا اور اس جنگ میں مسلمانوں کا شاندار اور تاریخی کامیابی سے ہمکنار ہونا. اس جنگ میں مسلمانوں کے صرف چار افراد شہید ہوئے جبکہ کفار قریش کے ستر افراد ہلاک اور ستر کے قریب اسیر ہوئے.

۵۸ ۔ سال دوم ہجری شوال کے مہینے میں یہودیوں کے قبیلے "قینقاع" کا معاہدہ کی خلاف ورزی کرنا اور بالاخر مسلمانوں اور ان کے درمیان جنگ کا چھڑ جانا. انکا شکست کھاکر مسلمانوں کے سامنے سر تسلیم خم ہونا.

۵۹ ۔ ہجرت کے تیسرے سال شوال کے مہینے میں مشرکین قریش اور لشکر اسلام میں احد کے مقام پر جنگ کا رونما ہونا اور مسلمانوں کو حضرت علیؑ ، حضرت حمزہؓ ، ابودجانہ ، زبیر اور دیگر اصحاب کی شجاعت و بہادری کی بدولت ابتدائی کامیابی کا حاصل ہونا اور آخر میں شکست کے تلخ ذائقہ کو ستر افراد کی شہادت کہ جن میں حمزہ سید الشہداء بھی شامل تھے. چکھنا (یہ نتیجہ کوہ احد کے شگاف پر مامور سپاہیوں کی غفلت سے پیش آیا).

۶۰ ۔ ہجرت کے چوتھے سال میں سرزمین "رجیع" اور "بئر معونہ" کے مشرکین کے ہاتھوں ۱۰ اور ۴۰ افراد پر مشتمل تبلیغی جماعت کا قتل ہونا.

۶۱ ۔ ہجرت کے چوتھے سال قبیلہ بنی نضیر کے یہودیوں کی طرف سے پیغمبر اکرمؐ کے خلاف ایک سازش کی گئی جس کے باعث مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان جنگ رونما ہونا. جنگ میں لشکر اسلام کو فتح نصیب ہونا اور یہودیوں کا مدینہ سے نکال

دیا جانا۔

۶۲۔ ہجرت کے پانچویں سال یہودیوں اور حجاز کے بت پرستوں کا مل کر مدینہ پر حملہ کرنا جو جنگ خندق کا باعث بنا اس جنگ میں بھی مسلمانوں کو حضرت علیؑ کی شجاعت و بہادری کی وجہ سے تقدیر ساز کامیابی حاصل ہونا۔

۶۳۔ جنگ خندق کے بعد بنی قریظہ کے یہودیوں کی جانب سے مسلمانوں کے ساتھ خیانت کرنا اور لشکر اسلام کی طرف سے انہیں سخت سزا دینا۔

۶۴۔ ہجرت کے آٹھویں سال غزوہ بنی مصطلق کا واقع ہونا اور مسلمانوں کو عظیم کامیابی حاصل ہونا۔

۶۵۔ ہجرت کے چھٹے سال مشرکین قریش اور مسلمانوں کے درمیان صلح حدیبیہ کا معاہدہ منعقد ہونا۔

۶۶۔ ہجرت کے چھٹے سال پیغمبر اسلام کا پندرہ سو افراد کے ساتھ ملکر مکہ کی طرف عمرہ کی ادائیگی کیلئے جانا اور مکہ کے بت پرستوں کا رکاوٹیں کھڑا کرنا۔

۶۷۔ ہجرت کے ساتویں سال مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان مدینہ کے شمال میں تیس فرسخ دور خیبر کے مقام پر جنگ کا رونما ہونا اور اس جنگ میں لشکر اسلام کو حضرت علیؑ کی شجاعت و بہادری اور دلیری کے باعث فتح نصیب ہونا۔

۶۸۔ پیغمبر اکرمؐ کی جانب سے سرزمین خیبر میں واقع باغ فدک کو اپنی بیٹی حضرت فاطمہؑ کو عطا کرنا۔

۶۹۔ ہجرت کے ساتویں سال پیغمبر اسلامؐ کی طرف سے ایران، روم، حبشہ، مصر،

یمامہ، بحرین، حیرہ (اردن)، کے بادشاہوں کو اسلام کی دعوت کے خطوط لکھنا.

۰۷۔ ہجرت کے ساتویں سال میں (صلح حدیبیہ کے معاہدے کو ایک سال گذرنے کے بعد) پیغمبر اکرمؐ کا دو ہزار مسلمانوں کے ساتھ عمرۂ قضا کو ادا کرنے کیلئے مکہ کی جانب عبادتی اور زیارتی سفر کا انجام دینا.

۱۷۔ ہجرت کے آٹھویں سال جنگ موتہ کے دوران، تین ہزار افراد پر مشتمل اسلامی لشکر کا دو لاکھ افراد پر مشتمل لشکر (ایک لاکھ عرب کہ جو رومیوں کے زیر سایہ تھے اور ایک لاکھ رومی فوجی) سے سامنا ہونا جس میں بہت سے مسلمانوں کے علاوہ پیغمبر اکرمؐ کی طرف سے منصوب تین فوجی کمانڈروں، جعفر بن ابیطالبؑ، زید بن حارثہ، عبداللہ بن رواحہ کا شہید ہونا اور باقی ماندہ افراد کا مدینہ کی طرف عقب نشینی کرنا.

۲۷۔ ہجرت کے آٹھویں سال "وادی یاسین" میں جنگجوؤں کا رسولؐ کو قتل کرنے کا معاہدہ اور مسلمانوں کو کچلنے کی سازش تیار کرنا اور آپؐ کی طرف سے پہلی مرتبہ "حضرت ابوبکر بن ابی قحافہ" اور دوسری مرتبہ "حضرت عمر بن خطاب" اور تیسری مرتبہ "عمرو عاص" کی سپہ سالاری میں مقابلہ کرنا اور ہر مرتبہ لشکر اسلام کا عقب نشینی کرنا اور چوتھی مرتبہ لشکر اسلام کی سپہ سالاری "حضرت علیؑ" کو عطا کرنا جسکی بدولت مسلمانوں کو شاندار کامیابی نصیب ہونا (یہ جنگ ذات سلال کے نام سے معروف ہے).

۳۷۔ ہجرت کے آٹھویں سال مکہ کے بعض بت پرستوں کی طرف سے صلح حدیبیہ کے معاہدے کی خلاف ورزی کرنا اور مسلمانوں کے ہم پیمان قبیلہ "خزاعہ" کے

افراد کو قتل کرنا اور اموال کو لوٹنا۔

۷۴۔ تیرہ رمضان المبارک ۸ ہجری کو پیغمبر اکرمؐ کے حکم پر مکہ کو فتح کرنا اور پیغمبر اکرمؐ اور مسلمانوں کا مکہ میں شان و شوکت سے داخل ہونا اور آنحضرتؐ کی طرف سے عام معافی کا اعلان کرنا۔

۷۵۔ فتح مکہ کے واقعہ کے بعد ۸ ہجری کو ہوازن، ثقیف اور بنی سعد کے تیس ہزار جنگی سپاہیوں کا مل کر وادی حنین میں مسلمانوں کے بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ خونریزترین جنگ کا وقوع پانا۔

۷۶۔ سپاہیان اسلام کی طرف سے جنگ حنین کو بھڑکانے والوں کا پیچھا کرنا اور طائف میں ان کو کیفر کردار تک پہچانا۔

۷۷۔ فتح مکہ کے بعد ۸ ہجری کو پیغمبر اکرم حضرت محمدؐ کی طرف سے "عتاب بن اسید" کو مکہ کا گورنر اور "معاذ بن جبل" کو اس شہر میں قرآن پڑھانے اور احکام اسلام سکھانے کیلئے مقرر کرنا۔

۷۸۔ ہجرت کے آٹھویں سال کے اختتام پر پیغمبر اکرمؐ کے بیٹے "ابراہیم" کا پیدا ہونا۔

۷۹۔ پیغمبر اکرم حضرت محمدؐ کا مسلمانوں سے زکاۃ لینے کا حکم دینا۔

۸۰۔ ہجرت کے نویں سال پیغمبر اسلام حضرت محمدؐ کی طرف سے حضرت علی بن ابیطالبؑ کو ایک لاکھ پچاس ہزار افراد کے ساتھ خانہ کعبہ کے بتوں اور قبیلہ "طی" کے بہت بڑے بت کو توڑنے پر مامور کرنا۔ اور مسلمانوں کا بہت بڑی کامیابی سے ہمکنار

ہونا اور قبیلہ طیؑ کے عیسائیوں کا بری طرح سے شکست سے روبرو ہونا۔ "عدی بن حاتم" حاتم طائی کے بیٹے کا معرکہ جنگ سے فرار ہو کر شام میں پناہ لینا اور پھر کچھ مدت کے بعد مدینہ لوٹ آنا اور پیغمبر اکرمؐ کے ہاتھوں مسلمان ہونا۔

۸۱ ۔ ہجرت کے نویں سال ماہ شعبان میں پیغمبر اکرمؐ کی قیادت میں تیس ہزار جنگی سپاہیوں کا حجاز سے تبوک کی طرف شام کی سرحد پر مشرقی روم کے سپاہیوں کے ساتھ جنگ کیلئے روانہ ہونا اور دونوں لشکروں کے درمیان جنگ کا وقوع پذیر نہ ہونا۔

۸۲ ۔ سرزمین تبوک کی طرف روانہ ہوتے وقت حضرت محمدؐ کی طرف سے ان کی غیر موجودگی میں منافقین کی سازشوں کو ناکام بنانے کیلئے حضرت علیؑ کو مدینہ ٹھہرنے کا حکم دینا۔

۸۳ ۔ ہجرت کے نویں سال غزوۂ تبوک سے واپسی پر منافقین مدینہ کی طرف سے بنائی گئی "مسجد ضرار" کو مسمار کر کے کوڑا کرکٹ کے ڈھیر میں تبدیل کر دینے کا حکم دینا۔

۸۴ ۔ ہجرت کے نویں سال ذی الحجہ کے مہینہ میں پیغمبر اکرمؐ کی طرف سے "ابوبکر بن قحافہ" کو حج کے ایام میں اہل مکہ اور زائرین خانہ خدا کو "سورۂ برائت" (سورہ توبہ) قرائت کرنے پر مقرر کرنا اور پھر ان کو مکہ پہنچنے سے پہلے معزول کر کے اس ذمہ داری کو حضرت علیؑ کے سپرد کرنا۔

۸۵ ۔ ۹ ہجری میں عرب کے مختلف قبائل اور قبیلۂ ثقیف ، بنی طی، بنی تمیم، بنی عامر، کے سرداروں کا اسلام کا قبول کرنا۔

۸۶ ۔ ۱۰ ہجری میں اٹھارہ ماہ کی عمر میں پیغمبر اکرمؐ کے بیٹے ابراہیم کا وفات پا جانا۔

۸۷ ۔ ۱۰ ہجری میں پیغمبر اکرمؐ کا حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے ساتھ مل کر نجران کے عیسائیوں کے ساتھ مباہلہ کیلئے جانا اور نجران کے عیسائیوں کا آنحضرتؐ اور خاندان نبوتؑ سے مباہلہ کرنے سے انکار کرنا۔

۸۸ ۔ ۱۰ ہجری میں پیغمبر اسلامؐ کی طرف سے حضرت علیؑ کا اہل "یمن" کو اسلام کی دعوت دینے اور ان کے درمیان قضاوت اور نجرانی عیسائیوں سے جزیہ لینے کی ذمہ داری پر روانہ کرنا۔

۸۹ ۔ ۱۰ ہجری کو حضرت محمد مصطفیٰؐ کا مکہ کی طرف آخری عبادتی اور زیارتی سفر کرنا (جو حجۃ الوداع کے نام سے معروف ہے)۔

۹۰ ۔ حضرت علیؑ کا یمن کی ذمہ داری کو پورا کرنے کے بعد حج کے دنوں میں آنحضرتؐ سے مل جانا۔

۹۱ ۔ ۱۰ ہجری ۱۸ ذی الحجہ کو حجۃ الوداع سے واپسی پر غدیر کے مقام پر جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع تھا، حضرت علیؑ کو اپنا جانشین اور خلیفہ مقرر کرنا۔

۹۲ ۔ ۱۰ ہجری کے اواخر میں "مسیلمہ کذاب" اور "اسود بن کعب عنسی" کا عامہ اور یمن میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنا۔

۹۳ ۔ ۱۱ ہجری کے آغاز میں رومی سپاہیوں کا مقابلہ کرنے کیلئے "اسامہ بن زید" کی قیادت میں مہاجرین و انصار پر مشتمل لشکر کا روانہ کرنا۔

۹۴ ۔ ۱۱ ہجری کے آغاز میں پیغمبر اسلام کا بیمار ہو جانا اور آنحضرت کی طرف سے

سب لوگوں کو "اسامہ" کے لشکر میں رومیوں کے ساتھ مقابلہ کیلئے جانے کی تاکید کرنا.

۹۵۔ مدینہ میں ۲۸ صفر ۱۱ ہجری کو پیغمبر اسلام کی دردناک رحلت (اہل سنت کی روایت کے مطابق ۱۲ ربیع الاول بمطابق ۶۳۲ عیسوی) اور مسلمانوں کا تاریخی رنج و غم میں مبتلا ہونا.

۹۶۔ حضرت علیؑ کا "عباس" اور اس کے بیٹے فضل کی مدد سے پیغمبر اکرمؐ کے مبارک بدن کو غسل و کفن وفات کے ایک دن بعد انجام دینا اور وفات سے ایک دن بعد اسی گھر میں دفن کرنا.

۹۷۔ پیغمبر اکرمؐ کی رحلت کے بعد آپ کی باقی ماندہ تنہا اولاد حضرت فاطمہؑ کا طویل غم و اندوہ میں مبتلا رہنا.

۹۸۔ انصار و مہاجرین کے سرداروں کا "سقیفۂ بنی ساعدہ" میں جمع ہونا اور حضرت ابوبکر کو جانشینی رسول اللہؐ کیلئے انتخاب کرنا. باوجود اس کے کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو اپنا جانشین و خلیفہ مقرر کر دیا تھا.

حکایات :-

۱۔ قریش کے امین

خانۂ کعبہ کہ جو حضرت ابراہیمؑ کے قوی ہاتھوں اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کی مدد سے (اور ایک روایت کے مطابق حضرت آدمؑ کے ہاتھوں) تعمیر کیا گیا تھا. اہل حجاز، اہل مکہ اور قبیلۂ قریش شروع سے ہی اس کی عزت و احترام کے قائل رہے ہیں. کعبہ کے متولی اور خانہ کعبہ کے بعض امور کا بجالانا قریش کے سرداروں کیلئے

بہت بڑا اعزاز سمجھا جاتا تھا. اسی وجہ سے خانہ کعبہ کے بعض امور جیسے سقایت (زائرین کو پانی پلانا)، رفادت (مہمان نوازی) حجابت (پردہ داری) لواء (پرچم) دارالندوہ (امراء اور پڑھے لکھے لوگوں کا اجتماع، جیسے امور کو اپنے ہاتھ لینا وجہ تنازعہ بن گئے تھے. کئی دفعہ مخالف حریف کو ختم کرنے کیلئے تلوار کے استعمال سے بھی دریغ نہ کیا گیا.

کعبہ کے امور کو چلانے والے عام طور پر دو طرح کے افراد تھے.

۱۔ دین حنیف ابراہیمؑ کے پیروکار جو حضرت ابراہیمؑ اور آپ کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ اور اس خاندان کے دیگر انبیاء کی پیروی کرتے تھے. دیگر الٰہی ادیان جیسے یہودیت، مسیحیت، اور زرتشتی، و غیر الٰہی ادیان جیسے شرک بت پرستی کو اپنی قوم اور قبیلہ میں رسوخ پیدا کرنے کا موقع نہیں دیتے تھے. پیغمبر اکرمؐ کے آباء و اجداد اس گروہ سے تعلق رکھتے تھے.

۲۔ مشرکین وہ کہ جو خداوند متعال کی ذات میں شریک کے قائل تھے اور خدا کی جگہ پر مادی اجسام جیسے انسانی و حیوانی مجسمے، نباتات اور جمادات کی عبادت کرتے تھے. جن کو اصطلاحاً "بت پرست، گائے پرست، مادہ پرست" کہا جاتا ہے.

حجاز کے بت پرست جو شدید تعصب، ضد بازی اور بتوں کی پرستش کیلئے مشہور تھے انھوں نے خانہ خدا میں کئی طرح کے بت نصب کیے ہوئے تھے. حج کے دنوں میں مذکورہ دونوں گروہوں کے افراد مکہ، یثرب، اور حجاز کے دیہاتوں سے خانۂ کعبہ کی زیارت کو آتے تھے.

موحدین خداوند متعال کی عبادت اور خانۂ خدا کی زیارت کیلئے اور مشرکین خانۂ

خدا میں موجود بتوں کی زیارت اور اپنے خیالی خداؤں کے سامنے نذورات کو ادا کرنے کیلئے آتے تھے۔

ایک سال مکہ میں شدید بارش ہوئی جس کے نتیجے میں اطراف کے پہاڑوں سے شدید سیلاب مکہ کی طرف آگیا اور اہل مکہ کے بہت سے گھر پانی میں بہہ گئے اور کوئی گھر بھی سیلاب سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

کعبہ بھی اس شدید حادثہ سے محفوظ نہ رہ سکا سیلاب کی وجہ سے خانہ کعبہ کو سخت نقصان پہنچا اور اس میں بھی کئی شگاف پڑ گئے۔

خانہ خدا کو پہنچنے والے نقصانات کی وجہ سے قریش سخت پریشان تھے۔ ان کے سرداروں نے "دارالندوہ" میں ایک اجلاس تشکیل دیا اور سب نے خانہ خدا کی تعمیر کی رائے دی لیکن وہ خانہ خدا کو مسمار کرنے سے ڈرتے تھے۔ اور کوئی بھی اس کام کو کرنے کی جرات نہ کرتا تھا۔

"ولید بن مغیرہ" جو قریش کے امیر ترین اور عاقلترین افراد سے تھا۔ سب سے پہلا شخص تھا جس نے بیلچہ ہاتھ میں لیکر خانہ خدا کو مسمار کرنا شروع کیا جبکہ شدت خوف کی وجہ سے اس کا پورا بدن کانپ رہا تھا۔ جب وہ دو ستون گرا چکا تو لوگ اس انتظار میں تھے کہ ولید نے جو جسارت کی ہے اس کی وجہ سے اس پر اور اہل مکہ پر کوئی نہ کوئی بلا ضرور نازل ہوگی۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ولید کا بدن صحیح و سالم ہے تب انہیں یہ یقین ہوگیا کہ ولید کا یہ عمل بتوں کی خوشنودی کا باعث بنا ہے۔ اسی لئے خانہ خدا کو مسمار کرنے میں ولید کی مدد کرنے لگے۔

اسی دن اتفاقی طور پر رومی تاجروں کا ایک بحری جہاز جو مصر سے آرہا تھا جدہ کے نزدیک طوفان کا شکار ہو گیا اور ساحل سے ٹکرانے کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا. قریش جب اس حادثہ سے باخبر ہوئے تو انہوں نے کچھ لوگوں کو جہاز کے تختے خریدنے کیلئے روانہ کیا.

انہوں نے تختوں کو خریدا اور کعبہ کو بنانے کیلئے مکہ میں رہائش پذیر ایک قبطی بڑھی کو ذمہ داری سونپی. مستریوں، بڑھی اور مزدوروں کی مدد سے کعبہ کی دیوار تعمیر ہو گئی. جب دیوار تقریباً ایک انسان کے قد کے برابر ہوئی تو حجرالاسود کو دیوار کعبہ میں نصب کرنے کا مرحلہ آیا.

اس مبارک پتھر کو نصب کرنے کیلئے قریش کے سرداروں میں اختلاف پیدا ہو گیا. ہر کوئی یہ دعویٰ کر رہا تھا کہ یہ سعادت اسے اور اس کے قبیلہ کو حاصل ہونی چاہیے. بعض قبائل جیسے "بنی عبدالدار" اور "بنی عدی" نے عہد کیا ہوا تھا کہ یہ سعادت کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہونے دیں گے بلکہ یہ سعادت فقط انھیں ہی حاصل ہو اپنے اس عہد کو ایفا کرنے کیلئے ایک برتن میں خون ڈال کر ہاتھوں کو ڈبویا اور قسم کھائی.

اس اختلاف کے باعث کعبہ کی تعمیر کا کام پانچ دن تک رکا رہا قریش خطرناک حد تک پہنچ گئے تھے. واقع کی سنگینی کو نہ سمجھنا اور منطق و استدلال پر عمل پیرا نہ ہونا. قبائلی جاہلیت اور عربی تعصب نے مسئلہ کی نزاکت کو بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا اسی لئے سب لوگ قریش کے قبائل میں ایک خونریز حادثہ کے منتظر نظر آرہے تھے. لیکن ان کے درمیان ایک بزرگ اور تجربہ کار آدمی ابو امیہ بن مغیرہ مخزومی نے سب کو صلح و

صفائی اور آرام و سکون کی دعوت دی۔

اس نے قریش کے سرداروں کو "دارالندوہ" میں جمع کیا اور انہیں مناسب منطقی حل کی پیش کش کی۔ وہ بحث و گفتگو کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ سب سے پہلے جو بھی صفا کے دروازے سے (باب السلام کی روایت کے مطابق) مسجد الحرام میں داخل ہو اس کے فیصلے کو قبول کریں۔ اور جو بھی رائے دے سب اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔ وہ کچھ دیر منتظر رہے کہ اچانک ہی ایک پنتیس سالہ نوجوان داخل ہوا تو وہ کہنے لگے "هذا الامین رضینا و هذا محمد" یہ وہی محمد امین ہیں ہم ان کے فیصلے پر راضی ہیں۔ حضرت محمدؐ نے ان کے اختلاف کو ختم کرنے کیلئے حکم دیا کہ ایک کپڑا لایا جائے۔ اور اس کو (ایک روایت کی بنا پر اپنی عبا) پھیلایا۔ اور پتھر حجرالاسود کو اس پر رکھا اور قریش کے سرداروں کو حکم دیا کہ اس کپڑے کے ایک کونے کو پکڑ لو اور اپنے ہاتھوں پر اٹھاؤ

چونکہ وہ سب اس عظیم سعادت میں شریک تھے خلوص کے ساتھ اس کپڑے کو ہاتھوں پر اٹھایا، جونہی حجر الاسود ستون کے نزدیک ہوا امین قریش نے اپنے ہاتھوں سے پتھر کو اس کے مقام پر رکھ دیا اور یوں آنحضرتؐ نے ان کی بہت بڑی مشکل کو حل کر دیا اور انہیں خانہ خدا کی تعیر مکمل کرنے کا اشتیاق دلایا۔

جی ہاں! حضرت محمدؐ نے اپنی بہترین تدبیر سے قریب الوقوع پیش آنے والے ایک بہت بڑے خونی حادثے کو روک لیا۔

۲۔ سرزمین روم میں پیغمبر اسلامؐ کا سفیر

ہجرت کے ساتویں سال پیغمبر اکرمؐ حضرت محمدؐ کو ایک موقع ملا جس کی مدد سے

آپ اپنے دین کو عالمی سطح تک پہنچا سکیں. اس زمانے میں دو عظیم بادشاہتیں معروف تھیں، ایک یورپ (بادشاہی روم) اور دوسری مشرق وسطیٰ اور جنوب مغربی ایشیاء (بادشاہت ساسانی ایران) کی حکومت. اردگرد کی تمام حکومتیں انہیں کے زیر سایہ تھیں.

ایران اور روم کے درمیان ہخامنشیان کے زمانہ سے لیکر ساسانیوں تک ایک طویل جنگی رقابت جاری تھی. اور ارمینیان اور بین النہرین کی زمین کئی مرتبہ ایک دوسرے کے زیر تسلط آتی رہیں.

دین مبین اسلام کے ظہور کے ساتھ ہی ایران ان جنگوں میں بڑی بڑی کامیابیوں سے ہمکنار ہوا لیکن خسرو پرویز کی غلط حکمت عملی اور ساسانیوں کے داخلی اختلافات کی وجہ سے مرکزی حکومت کمزور ہونا شروع ہو گئی.

اور پھر مسلمانوں کے ساتھ جنگ کے بعد (جبران ناپذیر) شکست سے دچار ہوئے.

۳۹۵ عیسوی میں ملک روم دو حصوں "مشرقی روم" اور "مغربی روم" پر پھیلا ہوا تھا. مشرقی روم یورپ کے بہت بڑے حصے کے علاوہ "مشرقی وسطی" اور موجودہ ترکی، شام، فلسطین اور مصر جیسے علاقوں پر انکا قبضہ تھا.

"ہرقل" قیصر روم نے ساسانیوں سے شکست کے بعد یہ نذر کی تھی کہ اگر ایرانیوں پر غلبہ پالے تو اس کامیابی کا شکرانہ ادا کرنے کیلئے قسطنطنیہ (استنبول) اپنے دارالحکومت سے پیدل فلسطین میں "بیت المقدس" کی زیارت کیلئے جائے گا.

اس کی نذر پوری ہو گئی، اور ساسانیوں کے سامنے اسے بڑی کامیابی حاصل ہوئی اس کامیابی کے بعد اس نے اپنی نذر پر عمل کرنے اور پیدل بیت المقدس کی طرف

سفر کرنے کا فیصلہ کیا۔

اسی دوران حضرت محمدؐ نے حجاز کے اردگرد کے حکمرانوں اور گورنروں کو خطوط لکھے محدثین اور اسلامی تاریخ مؤرخین نے پیغمبر اکرمؐ کے ۱۸۵ خطوط کو اسلامی منابع میں لکھا ہے۔ ان خطوط کے معروف ترین مخاطب ایران، روم، حبشہ، مصر، یمامہ، بحرین، حیرہ، غسان اور یمن کے حکمران اور بادشاہ تھے۔

ہم یہاں پر پیغمبر اسلامؐ کے اس خط کو جو آپؐ نے قیصر روم کو لکھا بیان کرتے ہیں۔ پیغمبر اسلامؐ نے ۷ ہجری اپنے اصحاب میں سے چھ افراد کو یہ خطوط ان حکمرانوں تک پہنچانے کیلئے مقرر کیا "دحیہ کلبی" جو اس سے پہلے بھی شام کے علاقہ اور اس کے اطراف میں آتے جاتے رہتے تھے۔ اور وہاں سے مکمل طور پر باخبر تھے پیغمبر اکرمؐ کی طرف سے آپکے خط کو قیصر روم تک پہنچانے کے لئے مقرر ہوئے۔

وہ پیغمبر اکرمؐ سے خط لے کر مدینہ سے شام کی طرف روانہ ہوئے تاکہ وہاں سے قسطنطنہ کی طرف جا سکیں۔ جونہی دحیہ کلبی صوبہ "حوران" کے شہر "بصری" جو مشرقی روم کے زیر سایہ تھا پہنچے پتہ چلا کہ "ہرقل" قسطنطنیہ سے نکل کر پیدل بیت المقدس کی طرف چل پڑا ہے۔ انہوں نے بصری کے حاکم حارث بن ابی شمر کو اپنی مسئولیت کے بارے میں بتایا۔

گویا ان کے اس عمل سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرتؐ ہرقل کی بیت المقدس کی طرف سفر سے آگاہ تھے۔ اور جانتے تھے کہ دحیہ کلبی کے پاس قسطنطنیہ پہنچے کے مواقع اور شرائط کم ہیں اور ہر قسم کی مشکل کا احتمال موجود ہے۔ اسی لئے انھیں حکم دیا تھا کہ

بصری کے حاکم سے مدد طلب کریں.

"حارث بن ابی شمر" بصری کے حاکم نے "عدی بن حاتم" کو جو ان دنوں لشکر اسلام سے شکست کھا کر شام میں پناہ لئے ہوئے تھا حکم دیا کہ پیغمبر اکرمؐ کے سفیر کے ساتھ جائے اور ان کے خط کو قیصر تک پہنچائے.

وہ دونوں بصری سے خارج ہوئے تو انہیں پتہ چلا کہ قیصر روم شہر "حمص" کے راستہ کے درمیان پہنچا ہے اور وہاں پر کچھ دیر قیام کرے گا.

وہ بھی حمص پہنچے اور قیصر سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا. ملاقات کی اجازت کے بعد جونہی وہ قیصر کے سامنے پیش ہونے لگے تو درباری حکام نے انہیں کہا قیصر کے سامنے سجدہ کریں. وگرنہ انھیں کچھ اہمیت نہ دی جائے گی. دحیہ کلبی نے کہا میں یہ غلط رسم و رواج ختم کرنے کے لیے آیا ہوں میں صاحب رسالت محمدؐ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں تا کہ قیصر کو بتاؤں کہ یہ انسان پرستی ختم ہوئی چاہیے اور خدا کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں ہونی چاہیے. میں اس ذمہ داری اور اس عقیدے کے ہوتے ہوئے کس طرح تمہارے عقیدے کو قبول کروں اور غیر خدا کے سامنے سجدہ کروں.

دحیہ کلبی نے قیصر کے سامنے سجدہ کیے بغیر پیغمبر اکرمؐ کے خط کو اس تک پہنچایا.

رسول خداؐ کے خط کا متن یہ تھا:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ من محمد بن عبد اللہ الی ہرقل عظیم الروم سلام علی من اتبع الھدیٰ اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام۔ اسلم تسلم یؤتک اللہ اجرک مرتین فان تولیت فانما علیک اثم الاولسین و یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ و لا نشرک

به شیئاً و لا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللّٰہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون محمد رسول اللّٰہ" (۱۴).

خداوند مہربان و بخشنے والے کے نام سے۔ محمد بن عبداللہ کی طرف سے ہرقل عظیم روم کے نام راہ ہدایت کے پیروکاروں پر سلام ہو میں تجھے دین اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ اسلام قبول کرو تا کہ امان میں رہو خدا تمہیں دو اجر دے گا۔ "تیرے اپنے ایمان کا اجر اور جو تیرے ماتحت ہیں" اور اگر تو دین اسلام سے منہ پھیرے گا تو دوسروں کا گناہ بھی تیرے ذمہ ہے۔ اے اہل کتاب ہم تمہیں ایک مشترک قانون (اصل) کی طرف دعوت کر دیتے ہیں، غیر خدا کی عبادت نہ کرو اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ جب بھی (اے محمد) وہ دین حق سے دور ہوں کہہ دو۔ گواہ رہنا ہم مسلمان ہیں محمد، خدا کے رسول۔

قیصر روم نے پیغمبر اکرمؐ کی الٰہی دعوت کے بارے میں تحقیق و تفتیش کی اور فیصلہ کیا آنحضرتؐ کی ذاتی خصوصیات سے آگاہ ہو کیونکہ پیغمبر اکرمؐ کے خط نے اسے جذب کر لیا تھا۔ اور صاف لفظوں میں اعلان کیا میں نے سلیمان نبی سے لیکر آج تک ایسا خط نہیں دیکھا۔

اس نے اہل حجاز سے جو شام کی طرف سفر کرتے تھے پیغمبرؐ کے بارے میں بازپرس کی ان میں سے ایک "ابو سفیان" مکہ کے بت پرستوں کا سپہ سالار تھا۔ اور ان کی باتوں سے یہ نتیجہ لیا کہ یہ شخص "یعنی محمدؐ" وہی پیغمبر ہے جو آخرالزمان میں آئے گا۔ اس کے بارے میں کہا کہ مجھے علم تھا کہ ایک ایسا نبی ظہور کرے گا۔ لیکن نہیں جانتا

تھا کہ قوم قریش سے ہوگا. لیکن میں حاضر ہوں کہ اس کے سامنے جھک جاؤں اور احترام کے ساتھ اس کے پاؤں صاف کروں اور عنقریب اس کی شان و شوکت سرزمین روم پر چھا جائے گی.

قیصر کا بھائی اس کیفیت سے کافی پریشان تھا، کہنے لگا محمد نے خط میں اپنے نام کو تیرے نام پر مقدم کیا ہے. اس کے سامنے اتنی عاجزی کیوں کر رہے ہو؟

قیصر نے اسے ڈانٹ کر کہا جس پر ناموس اکبر فرشتہ وحی نازل ہو وہ صلاحیت رکھتا ہے کہ اس کا نام میرے نام پر مقدم ہو

قیصر روم نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ رومی داناؤں اور اہل علم سے اس بارے میں مشورہ کیا اور اس کیلئے یہ ثابت ہو چکا تھا کہ یہ وہی پیغمبرؐ ہے جس کا وعدہ انجیل و توریت نے دیا ہے.

قیصر نے دین مبین اسلام کو قبول کرنے کی نیت کی لیکن رومیوں کے رد عمل خاص طور پر صاحبان قدرت سے ڈرنے لگا. اس نے سرداران روم کی رائے کو جاننے کیلئے ایک بہت بڑے اجلاس کا اہتمام کیا. اور پیغمبرؐ کے خط کو انہیں پڑھ کر سنایا. اور پھر کہا کیا آپ سب آمادہ ہیں کہ ان کی درخواست کا مثبت جواب دیں اور اس کے دین کو قبول کر لیں.

حاضرین جلسہ کے درمیان گفتگو اور بحث و تمحیص نے اوج پکڑا اور اجلاس بالآخر اختلاف اور نا اتفاقی پر ختم ہوا. جو لوگ بادشاہ کے مقام کو کمزور کرنا چاہتے تھے مناسب موقع کی تلاش میں تھے انھوں نے اس سنہری موقع سے فایدہ اٹھایا اور نکتوں پر نکتے لگا

کر حاضرین جلسہ کو بادشاہ کے خلاف کر دیا۔

قیصر روم نے اجلاس کی نامناسب کیفیت اور سرداروں کے شدید اختلاف کو دیکھ کر اندر سے ڈر گیا۔ اور بعد میں بڑی مشکل سے شور شرابہ ختم ہوا۔ اس نے بلند جگہ پر جا کر سب کو خاموش کر دیا۔ اور کہا اس تجویز سے آپ کا امتحان مقصود تھا میں نے جان لیا ہے کہ آپ اپنے دین پر باقی ہیں۔ اور دین مسیح پر تمھاری استقامت اور پائیداری میرے لئے خوشی اور شکرانے کا باعث ہے۔

قیصر روم نے سرداروں کے اختلاف کو ختم کرنے کے بعد دحیہ کلبی کو اپنے سامنے طلب کیا اور اسے بہت عزت و تکریم دی پیغمبر اکرمؐ کو جوابی خط لکھا اور دحیہ کلبی کے ذریعہ تحفہ ارسال کیا۔ اپنے ایمان اور اخلاص کا اظہار نہ کر سکنے اور دین اسلام کو سرزمین روم پر پھیلا نہ سکنے پر سخت افسوس کا اظہار کیا (۱۵)۔

لیکن جلد ہی پیغمبر اکرمؐ کے آسمانی پیغام کے آثار و برکات مشرق وسطیٰ میں جو رومیوں کے قبضے میں تھا نظر آنے لگے اور مخلصین کے دل مضبوط تر اور مشرکین کے ارادے پست تر ہو گئے۔ اور یہ اسی پیغام کا نتیجہ تھا کہ پیغمبر اکرمؐ کی رحلت کے چھ سال بعد ۱۶ ہجری میں مسلمانوں کو یہ توفیق نصیب ہوئی کہ شام کے علاقے اور بیت المقدس کو رومیوں کے قبضہ میں سے رہائی دلائی اور پرچم "لا الہ الا اللّٰہ و محمدؐ رسول اللّٰہ" کو مسجد الاقصیٰ پر لہرایا۔

اقوال زرین :-

۱۔ "قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و الہ. صنفان من امتی اذا صلحا، صلحت امتی و اذا فسدا

فسدت امتی. قیل یارسول اللہ و من ھما؟ قال: الفقھاء و الامراء" (۱۶).

اگر میری امت کے دو طبقے اپنی اصلاح کرلیں تو میری امت بھی اپنی اصلاح کر لے گی اور اگر یہ دو طبقے فاسد ہو جائیں تو امت بھی فاسد ہو جائے گی.

پوچھا گیا: یہ دو طبقے کون ہیں؟ فرمایا: علماء اور حکمران

۲۔ "قال الرسولؐ: من اشتاق الیٰ الجنۃ سارع الی الخیرات" (۱۷).

جو بھی جنت کا شوق رکھتا ہے نیکی کے کاموں میں جلدی کرے.

۳۔ "قال الرسولؐ: خیار کم احسنکم اخلاقاً الذین یالفون و یؤلفون" (۱۸).

تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جنکا اخلاق اچھا ہے وہ جو لوگوں سے محبت کرتے ہیں اور لوگ بھی ان سے دوستی رکھتے ہیں.

۴۔ "قال الرسولؐ: اکرموا اولادکم و احسنوا آدابھم" (۱۹).

اپنی اولاد کا احترام کرو اور اچھے آداب کے ساتھ ان سے زندگی بسر کرو.

۵۔ "قال الرسولؐ: لیس بمؤمن من بات شبعاناً و جارہ طاویاً" (۲۰).

وہ شخص مؤمن نہیں ہے جو خود پیٹ بھر کر سوئے اور اسکا ہمسایہ بھوکا رہے.

امام علیؑ

نام :- علی بن ابیطالبؑ

کنیت :- ابوالحسن، ابوالحسین، ابوتراب، ابوالسبطین اور ابوالریحانتین.

القاب :- امیرالمؤمنین، سید الوصیین، سیدالمسلمین، سید الاوصیاء، سیدالعرب، خلیفۃ رسول اللہ، امام المتقین، یعسوب المؤمنین، صھر رسول اللہ، حیدر، مرتضیٰ، وصی، اصلح اور...

منصب :- دوسرے معصوم، پہلے امام و چوتھے خلیفہ.

تاریخ ولادت :- ۱۳ رجب المرجب ۳۰ عام الفیل (ہجرت پیغمبراکرمؐ سے ۲۳ سال پہلے).

جائے ولادت :- مکہ معظمہ، بیت اللہ الحرام خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے. خانۂ کعبہ کے اندر پیدا ہونا وہ مخصوص فضیلت الٰہی ہے جو خداوند متعال نے فقط آپ کو ہی نصیب فرمائی ہے. آپ سے پہلے اور آپ کے بعد یہ فضیلت کسی کے نصیب میں نہیں آئی.

شجرہ نسب :- علی بن ابیطالب (عبدمناف) بن عبدالمطلب بن ہاشم بن

وعبدمناف. حضرت ابوطالبؑ نے اپنے والد عبدالمطلب کی وفات کے بعد چوالیس ۴۴ سال تک حضرت محمدؐ کی کفالت اور حمایت کرتے رہے اور اسلام کے ظہور اور پھیلنے کے دوران آنحضرتؐ کیلئے شاندار خدمات سرانجام دیں اور آنحضرتؐ کو دشمنوں کے ہر قسم کے مکر و فریب سے محفوظ رکھا اور اپنی اولاد سے بڑھ کر آپ کی حفاظت کی۔

والدہ کا نام:- فاطمہ بنت اسد بن ہاشم حضرت علیؑ اور ان کے بھائی پہلے ہاشمیوں میں سے ہیں کہ جن کے والد اور والدہ ہاشمی ہیں آپ کی والدہ "فاطمہ بنت اسد" آغاز اسلام کی عظیم خواتین سے اور ان پہلی خواتین سے تھیں کہ جو حضرت خدیجہ کبریٰ کے بعد پیغمبر اکرمؐ پر ایمان لائیں۔ حضرت محمدؐ آٹھ سال کی عمر سے اس عظیم مہربان اور پاکیزہ خاتون کی گود میں تربیت پاتے رہے۔ اور چالیس سال سے زائد ان کی مالی و اخلاقی حمایت سے مالا مال رہے۔

اس عرصہ کے دوران آپ ایک مہربان ماں کی ذمہ داریاں نبھاتی رہیں۔

فاطمہ بنت اسد نے پیغمبر اکرمؐ کے خاندان کے ساتھ ہی مکہ سے مدینہ ہجرت کی اور وہیں پر وفات پائی۔ پیغمبر اکرم حضرت محمدؐ آپ کی وفات پر گہرے غم میں مبتلا رہے۔ اور اپنے پیراہن اور اپنے ہاتھوں سے آپ کیلئے کفن بنایا اور خود ہی نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں قبر میں اتارا۔ پھر انکے حضرت بیٹے علیؑ کی ولایت کی تلقین کی اور اسی دعا کو آپ کے حق میں خداوند متعال سے طلب کیا۔ "اللہ الذی یحیی و یمیت و ھو حی لا یموت اغفر لامی فاطمہ بنت اسد و لقنھا حجتھا و وسع علیھا مدخلھا۔ بحق نبیک محمد و الانبیاء الذین من قبلی فانک ارحم الراحمین" (۲۱)۔

مدت امامت :۔ پیغمبر اکرمؐ کی رحلت سے لیکر ۲۱ رمضان المبارک ۴۰؁ ہجری تک تقریباً تیس سال اور ان میں سے آخری پانچ سال مسلمانوں کی خلافت کے امور بھی سرانجام دیئے۔

تاریخ و سبب شہادت :۔ ۲۱ رمضان المبارک ۴۰؁ہجری عبدالرحمن بن ملجم مرادی (نہروان کی جنگ سے بچنے والے خارجی) نے آپکو ۱۹ رمضان المبارک کی صبح حالت سجدہ میں زہر آلود تلوار کی کاری ضرب لگائی جس کے نتیجے میں آپ ۲۱ رمضان المبارک کو جام شہادت نوش فرمایا۔

محل دفن :۔ نجف اشرف سرزمین عراق۔

حضرت علیؑ چونکہ اپنے دور کے خوارج اور بنی امیہ کی باطنی خباشتوں سے آگاہ تھے لہذا یہ نصیحت کی کہ میری قبر کے مقام کو لوگوں سے مخفی رکھا جائے تاکہ دشمن کی بے حرمتی سے محفوظ رہے۔ اور یہ قبر خلافت منصور عباسی کے زمانہ تک مخفی رہی اور بعد میں امام جعفر صادقؑ نے لوگوں کو بتایا اور آج تک شیعیان حیدر کرار اور عدالت پسندوں کی زیارتگاہ بن گئی۔

ازواج :۔ ۱۔ فاطمۃ الزہراءؑ بنت رسول اللہؐ ۲۔ امامہ بنت ابی العاص ۳۔ خولہ حنفیہ ۴۔ اسماء بنت عمیس ۵۔ ام البنین بنت حزام ۶۔ لیلی بنت مسعود ۷۔ ام سعید بنت عروہ ۸۔ محبان بنت امرء القیس۔

جب تک فاطمہ زہراءؑ زندہ رہیں آپ نے دوسری شادی نہ کی، حضرت فاطمہؑ کی شہادت کے بعد پہلی عورت جسے آپ کی زوجہ ہونے کا شرف حاصل ہوا، امامہ بنت ابی

العاص تھیں جو حضرت فاطمہؑ کے مشورہ سے آپ کے گھر آئیں.

حضرت امام علیؑ کی شہادت کے وقت آپ کی چار بیویاں زندہ تھیں جنکے نام یہ ہیں. امامہ، ام البنین، اسماء، لیلی.

اولاد :- بیٹے ۔۔ ۱۔ امام حسنؑ ۲۔ امام حسینؑ ۳۔ محمد حنفیہ ۴۔ عبداللہ (اکبر) ۵۔ یحیی ۶۔ ابوبکر (محمد اصغر) ۷۔ عباس ۸۔ عثمان ۹۔ جعفر ۱۰۔ عبداللہ (اصغر) ۱۱۔ عون ۱۲۔ عمر (اطراف) ۱۳۔ محمد اوسط ۱۴۔ محسن (کہ جو شیعوں کے عقیدے کے مطابق اپنی ولادت سے پہلے شکم مادر میں سقط ہوگئے تھے).

بیٹیاں ۔۔ ۱۔ زینب کبریٰ ۲۔ ام کلثوم ۳۔ رقیہ ۴۔ ام الحسن ۵۔ رملۃ کبریٰ ۶۔ رملۃ صغریٰ ۷۔ ام ہانی ۸۔ میمونہ ۹۔ فاطمہ ۱۰۔ زینب صغریٰ ۱۱۔ ام کلثوم صغریٰ ۱۲۔ امامہ ۱۳۔ خدیجہ ۱۴۔ ام کرام ۱۵۔ ام سلمہ ۱۶۔ ام جعفر ۱۷۔ جمانہ ۱۸۔ نفیسہ.

آپ کے بیٹوں کی تعداد کے بارے میں مورخین میں اتفاق نہیں ہے. بعض مذکورہ تعداد سے زیادہ کو نقل کرتے ہیں اور بعض کم. لیکن سب کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرتؑ کی نسل فقط آپکے پانچ بیٹوں ، امام حسنؑ، امام حسینؑ، محمد حنفیہ، ابوالفضل العباسؑ اور عمر اطراف سے بڑھی. اور آپکے باقی بیٹوں کی کوئی اولاد نہ تھی.

اصحاب :- حضرت علیؑ کے اصحاب و انصار کی تعداد بہت زیادہ ہے بعض کے نام تاریخی کتب میں لکھے گئے ہیں. اور بہت سے ایسے اصحاب و انصار ہیں کہ جنھوں نے حکومت عدل و انصاف کو مضبوط تر بنانے میں اپنی تمام تر توانائیاں صرف کیں.

اور اسی راہ میں اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے خدا کے علاوہ کوئی ان کے نام نہیں جانتا. ذیل میں ہم چند چیدہ چیدہ اصحاب کے نام بیان کرتے ہیں:

۱۔ اصبغ بن نباتہ
۲۔ اویس قرنی
۳۔ حارث بن عبداللہ ہمدانی
۴۔ حجر بن عدی
۵۔ رشید ہجری
۶۔ زید بن صوحان عبدی
۷۔ سلیمان بن صرد خزاعی
۸۔ سھل بن حنیف
۹۔ صعصعہ بن صوحان عبدی
۱۰۔ ابوالاسود دئلی
۱۱۔ عبداللہ بن عباس
۱۲۔ عبداللہ بن بدیل
۱۳۔ عبداللہ بن جعفر
۱۴۔ عبداللہ بن خباب
۱۵۔ عبداللہ بن ابی طلحہ
۱۶۔ عثمان بن حنیف
۱۷۔ عدی بن حاتم
۱۸۔ عقیل بن ابیطالبؑ
۱۹۔ عمرو بن حمق خزاعی
۲۰۔ قنبر (غلام امام علیؑ)
۲۱۔ کمیل بن زیاد
۲۲۔ محمد بن ابی بکر
۲۳۔ مالک اشتر بن حارث نخعی
۲۴۔ محمد بن ابی حذیفہ
۲۵۔ میثم بن یحیی تمار
۲۶۔ ہاشم مرقال
۲۷۔ ابو ایوب انصاری
۲۸۔ عبیداللہ بن ابی رافع
۲۹۔ قیس بن سعد
۳۰۔ شریح بن ہانی
۳۱۔ احنف بن قیس
۳۲۔ سعید بن قیس

۳۳۔ مقداد بن عمرو
۳۴۔ مغیرہ بن نوفل
۳۵۔ جعدہ بن جبیرہ
۳۶۔ ابراہیم بن مالک اشتر
۳۷۔ ابوطفیل کنانی
۳۸۔ ہرم بن حیان
۳۹۔ ابوہیثم بن تیہان
۴۰۔ ابوثمامہ صیداوی
۴۱۔ ابوذر غفاری
۴۲۔ ابورافع
۴۳۔ ابوسعید سعد بن مالک
۴۴۔ ابوعمرہ انصاری
۴۵۔ جابر بن عبداللہ انصاری
۴۶۔ جاریہ بن قدامہ تمیمی
۴۷۔ جندب بن عبداللہ ازدی
۴۸۔ جبیب بن مظاہر
۴۹۔ حذیفہ بن یمان
۵۰۔ رفاعہ بن شداد
۵۱۔ سلمان فارسی
۵۲۔ سلیم بن قیس
۵۳۔ محمد بن جعفر طیار
۵۴۔ خباب بن ارت

حاکمان وقت :۔

۱۔ پیغمبر اکرم حضرت محمدؐ (عام الفیل ۔ ۱۱ ہجری)۔

۲۔ حضرت ابوبکر (۵۰ قبل از ہجرت ۔ ۱۳ ہجری)۔

۳۔ حضرت عمر بن خطاب (۴۰ قبل از ہجرت ۔ ۲۳ ہجری)۔

۴۔ حضرت عثمان بن عفان (۴۷ قبل از ہجرت ۔ ۳۵ ہجری)۔

۵۔ معاویہ بن ابی سفیان (۲۰ قبل از ہجرت ۔ ۶۰ ہجری)۔

ہجرت سے قبل امیرالمؤمنین امام علیؑ، پیغمبر اکرمؐ اور دیگر تمام مسلمانوں کے

ساتھ مل کر مکہ سے مدینہ گئے. شہر مکہ اور حجاز کے گرد و نواح میں کوئی ایک حکومت نہ تھی عربوں کا سیاسی نظام قبیلہ و قوم تک محدود تھا. اسی لئے اسلامی حکومت کے مدینہ میں قیام سے پہلے کوئی بھی معروف حاکم موجود نہ تھا.

مذکورہ حکمرانوں نے بھی ہجرت کے بعد ہی امور حکومت کو ہاتھ میں لیا.

پیغمبر اکرمؐ کے حضرت علیؑ کے ساتھ تعلقات :-

پیغمبر اکرمؐ حضرت محمدؐ اور امام علیؑ کی زندگی کے آغاز سے اختتام تک خصوصی روابط رہے ہیں یہاں پر ہم بعض روابط کو ذکر کر رہے ہیں.

حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد حضرت محمدؐ کی کفالت آپکے چچا حضرت ابوطالبؑ کے سپرد کی گئی. حضرت ابوطالبؑ اور آپ کی زوجہ حضرت فاطمہ بنت اسد نے آنحضرتؐ کو اپنی اولاد سے بڑھ کر پرورش کی اور ان دونوں کا پیار و محبت زندگی کے آخری دنوں تک بھی جاری رہا.

جب حضرت محمدؐ نے حضرت خدیجہ بنت خویلدؑ کے ساتھ شادی کی اور اپنی نجی زندگی کا آغاز کیا تو آپ کا حضرت ابوطالبؑ، فاطمہ بنت اسد اور آپ کی اولاد سے رابطہ ہرگز منقطع نہ ہوا.

حضرت محمدؐ جب تیس سال کے تھے تو حضرت ابوطالبؑ کے گھر آخری بیٹا پیدا ہوا جس کا نام آپ نے علی رکھا. حضرت علیؑ کی ولادت خانہ کعبہ کے اندر ایک معجزہ اور بے نظیر حیثیت رکھتی تھی. حضرت محمدؐ، علیؑ کا بچپن سے ہی خیال رکھتے تھے. آپ کو گہوارے میں جھولا جھلاتے اور بعض اوقات آپ کو نہلاتے اور اپنی گود میں لیتے، اس

لحاظ سے زندگی کے آغاز سے ہی آپکو اپنی مہربانیوں سے نوازا۔

اور جب مکہ میں خشکسالی اور قحط آیا اور حضرت ابوطالبؑ کیلئے اپنے گھر کے افراد کا خرچ چلانا مشکل ہوگیا تو حضرت محمدؐ نے حضرت ابوطالبؑ سے علی کو اپنے گھرلیجانے کا تقاضا کیا اور خدیجہ کے ساتھ مل کر ان کی پرورش کی۔ اس کے بعد جہاں بھی محمدؐ نظر آئے علیؑ بھی آپکے ساتھ تھے۔

حضرت محمدؐ ہر سال تقریباً ایک ماہ غار حراء میں دعا و عبادت کیا کرتے تھے آپکے اور آپکی زوجہ خدیجہ کے درمیان رابطہ حضرت علیؑ ہی ہوتے تھے۔ اور اس غار میں فقط حضرت علیؑ ہی آپ کے انیس تھے۔

حضرت محمدؐ نے جب چالیس سال کی عمر میں اپنی رسالت کا اعلان کیا تو پہلی عورت جو آپؐ پر ایمان لائی آپ کی زوجہ خدیجہ اور پہلے مرد حضرت علیؑ تھے۔

اکثر اوقات یہ تین افراد خانہ کعبہ کے نزدیک عبادت اور نماز جماعت پڑھتے تو لوگوں کو تعجب ہوتا۔ اور جب خدا کی طرف سے یہ پیغام پہنچا "و انذر عشیرتک الاقربین" (۴۲) کہ اپنے عزیز و اقارب کو یہ پیغام پہنچاؤ اور دوسروں سے پہلے انہیں اسلام کی دعوت دو کسی نے بھی آنحضرتؐ کی دعوت پر لبیک نہ کہا۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں نے آپ کا مذاق اڑانا شروع کردیا۔ اس مجمع میں حضرت علیؑ ہی وہ تنہا شخص تھے جس نے اپنے ہاتھ کو بلند کیا آپکی مدد کیلئے اور اپنی آمادگی کا اعلان کیا۔

پیغمبر اکرمؐ نے بھی جوابی طور پر حضرت علیؑ کے ہاتھ کو پکڑا اور فرمایا "ان ھذا اخی و وصیی و خلیفتی" (۴۳) یہ میرا بھائی، وصی اور خلیفہ ہے۔

اس وقت سے جب حضرت خدیجہ اور حضرت علیؑ کے علاوہ کوئی آپ پر ایمان نہیں لایا تھا، آپ حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ اور وصی مقرر فرما رہے ہیں. یہ ایک محبت آمیز مسئلہ نہیں بلکہ حکم الٰہی ہے جو پیغمبر کے ذریعہ پہنچا.

اس دن کے بعد حضرت علیؑ کی پیغمبر اکرمؐ کے بارے میں ذمہ داری کا احساس بڑھ گیا. جوں جوں عمر بڑھ رہی تھی اور بچپن کا زمانہ گذر رہا تھا اور آپ جوانی کی طرف بڑھ رہے تھے. حضرت محمدؐ کے ساتھ محبت اور عشق میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا تھا اور آنحضرتؐ کا دفاع پہلے کی نسبت زیادہ ہو رہا تھا.

پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ حضرت علیؑ کا ایثار مکہ معظمہ میں ہجرت کی رات اپنی بلندیوں کی اوج پر تھا. جب قریش کے سردار دارالندوہ میں صلاح و مشورہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ مختلف قبائل کے لوگ مل کر رات کے وقت پیغمبرؐ کے گھر پر حملہ آور ہوں اور اپنی تلواروں سے انکے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اور اسلام کی آواز کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خاموش کر دیا جائے.

پیغمبر اکرمؐ نے ان کی سازش کو ناکام بنانے کیلئے رات کو اپنے گھر سے نکل کر "غار ثور" میں پناہ لی اور دشمن کو دھوکہ دینے کیلئے علیؑ کو اپنے کے بستر پر سونے کیلئے مامور کیا تاکہ دشمن آپکے کے نکل جانے سے باخبر نہ ہو سکیں.

رات کے آخری حصے میں جب قریش کے مسلح سپاہی اپنی تلواریں لہراتے ہوئے پیغمبرؐ کے کمرے میں داخل ہوئے اور مل کر حملہ کرنا چاہا تو اچانک حضرت علیؑ بستر سے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان سے جرح و بحث کرنے لگے.

قریش کے سرداروں کو سخت غصہ آیا وہ حضرت علیؑ کو چھوڑ کر پیغمبراکرمؐ کے پیچھے نکل پڑے تاکہ انہیں ڈھونڈ کر قتل کر سکیں۔

قرآن کریم "لیلۃ المبیت" میں حضرت علیؑ کی بہادری کو بیان کرتا ہے "و من الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات اللّٰہ و اللّٰہ رؤف بالعباد" (۲۴)۔

جب پیغمبراکرمؐ مدینہ کی طرف ہجرت فرما رہے تھے تو حضرت علیؑ کو مکہ میں امانتوں کے ادا کرنے اور خاندان پیغمبر (خاص طور پر حضرت فاطمہؑ) کو مدینہ پہنچانے اور دیگر امور کی انجام دہی کیلئے مقرر فرمایا۔

مدینۃ الرسولؐ میں جب پیغمبر اکرمؐ کے قوی ہاتھوں اور اصحاب رسول کی بے پناہ کوششوں سے اسلامی حکومت کی ابتدائی بنیادیں رکھے جانے اور پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے بعد حضرت علیؑ کا کردار خاص اہمیت کا حامل تھا خاص طور پر اس وقت جب حضرت علیؑ پیغمبر اکرمؐ کا داماد بننے اور خواتین عالم کی سردار "حضرت فاطمہؑ" آپ کی زوجہ بنی۔

مختلف جنگوں اور غزوات میں اسلام کے اصلی دشمنوں کے خلاف آپ کا جہاد اور ہر میدان میں پیغمبر اکرمؐ کا دفاع ان ناقابل فراموش حقیقت ہے جیسے تاریخ شیعہ و اہل سنت نے درج کیا ہے۔

جنگ بدر، احد، خندق، خیبر، حنین اور دیگر غزوات و سریہ جات میں حضرت علیؑ کی بہادری اور دلیری نے اسلام کا بیمہ کردیا اور مشرکوں اور دشمنوں کے خطرات سے نجات دلائی۔

اس طرح کی شجاعت اور قربانیاں اسلام کی سربلندی اور اسلام کے توحیدی نظام کو برپا کرنے پر جواباً پیغمبر اکرمؐ کے عشق و محبت میں اضافہ کر دیتیں اور آنحضرتؐ سے حضرت علیؑ کے بارے میں بہت سی تعابیر بیان ہوئی ہیں جو علیؑ کے خدا و رسولؐ کے ساتھ قرب کو بیان کرتی ہیں. نمونہ کے طور پر جنگ خندق (احزاب) کے موقع جب حضرت علیؑ عمرو بن عبدود کے ساتھ مقابلے کیلئے گئے تو پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا "برز الایمان کلہ الیٰ الکفر کلہ" (۲۵) یعنی کل ایمان کل کفر کے مقابلہ میں جا رہا ہے.

جب حضرت علیؑ نے سخت ترین دشمن کو قتل کر کے میدان نبرد سے خارج کیا اور مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہوئی تو تکبیر کی آوازوں سے مدینہ کی فضا معطر ہو گئی. پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علیؑ کے بارے میں فرمایا "ضربۃ علی یوم الخندق افضل من عبادۃ الثقلین" (۲۶) یعنی خندق کے دن حضرت علیؑ کی تلوار کی ایک ضربت کی قیمت جن و انس کی عبادت سے بہتر ہے.

بالاخر سنہ ۱۰ ہجری اعمال حج کو بجالانے کے بعد اور حجاج کا اپنے شہروں کو لوٹنے سے پہلے پیغمبر اکرمؐ کو خدا کی طرف سے فریضہ سونپا گیا کہ حضرت علیؑ کو اپنا جانشین اور خلیفہ مقرر کریں "یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک" (۲۷).

یعنی اے پیغمبر جو کچھ تمہیں پروردگار کی طرف سے (ولایت علیؑ کے بارے میں) حکم ملا ہے. اسے لوگوں تک پہنچاؤ.

پھر پیغمبرؐ کو خطاب ہوا "و ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ و اللہ یعصمک من الناس" (۲۸). اگر تو نے اس کو انجام نہ دیا (علی کی ولایت کا اعلان نہ کیا) تو نے اپنی رسالت کو نہیں

پہنچایا خدا تجھے لوگوں سے (جو ولایت علیؑ کے مخالف ہیں) محفوظ رکھے گا۔

اسی کام کی خاطر پیغمبر اسلامؐ مکہ اور مدینہ کے راستہ کے درمیان "غدیر خم" کہ جو "جحفہ" سے تین میل دور واقع ہے۔ تمام حجاج اور اپنے ساتھیوں کو اکٹھا کیا اور ان الفاظ کے ساتھ علیؑ کی ولایت اور جانشینی کا لوگوں کو بتایا "من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ۔ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ و انصر من نصرہ و اخذل من خذلہ" (۲۹) یعنی میں جس جس کا مولیٰ ہوں علیؑ بھی اس کا مولا ہے۔

اے خدا! اس سے دوستی رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے اور اس کا دشمن ہو جو علیؑ سے دشمنی رکھے۔ اس کی مدد کر جو علیؑ کی مدد کرے۔ اور رسوا کر اسے جو علیؑ سے دوری اختیار کرے۔

اس شکل میں حضرت علیؑ، پیغمبر اکرمؐ کے جانشین اور خلیفہ مقرر ہوگئے۔ اور پیغمبر اسلامؐ نے لوگوں کو حکم دیا کہ حضرت علیؑ کے خیمے کے پاس پہلے اکٹھے ہوں اور انہیں اس فضیلت پر مبارکباد پیش کریں۔ حضرت عمر بن خطاب نے لوگوں میں سب سے پہلے مبارکباد پیش کر رہے تھے۔ انہوں نے حضرت علیؑ کی طرف خطاب کر کے کہا

"بخ بخ لک یا علی اصبحت مولای و مولیٰ کل مؤمن و مؤمنۃ" (۳۰)۔

مدینہ واپس لوٹنے کے چند ماہ بعد ہی پیغمبر اکرمؐ کی دلسوز رحلت نے مسلمانوں کو ایک بہت بڑے غم میں مبتلا کر دیا اور پیغمبر اکرمؐ کی غیر موجودگی کے بعد ان کے سروں پر کالے بادل منڈلا رہے تھے۔ اس دوران حضرت علیؑ اپنے بعض رشتہ داروں کی مدد سے پیغمبر اکرمؐ کی وصیت کے مطابق آنحضرتؐ کے مبارک بدن کو غسل و کفن

دینے میں مشغول تھے. اصحاب "سقیفہ بنی ساعدہ" میں اکٹھے ہوئے اور پیغمبر اکرمؐ کی جانشینی کے بارے میں. بحث و مذاکرہ کرنے لگے اور بالاخر حضرت ابوبکر کو پہلا خلیفہ منتخب کر لیا گیا. اور حضرت علیؑ کے حق کو جو پیغمبر اکرمؐ کی طرف سے انہیں دیا گیا تھا نظر انداز کر دیا گیا. پیغمبر اکرمؐ نے اپنی زندگی میں کئی مرتبہ اس موضوع پر روشنی ڈالی تھی، اور لوگوں کے سامنے علیؑ کے مقام و منزلت کو بیان کیا کرتے تھے. ذیل کی روایت حضرت علیؑ کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ کے قول کا ایک نمونہ ہے. کہ جس کو ابراہیم بن ابی محمود نے امام علی رضاؑ اور انہوں نے اپنے اجداد سے نقل کیا ہے.

"عن علی بن الحسین قال، قال رسول اللّٰہ، یا علی انت المظلوم من بعدی، فویل لمن ظلمک و اعتدیٰ علیک و طوبیٰ لمن تبعک و لم یختر علیک. یا علی انت المقاتل بعدی، فویل لمن قاتلک و طوبیٰ لمن قاتل معک، یا علی انت الذی تنطق بکلامی و تتکلم بلسانی بعدی، فویل لمن رد علیک و طوبیٰ لمن قبل کلامک یا علی انت سید ھذہ الامۃ بعدی و انت امامھا و خلیفتی علیھا، من فارقک فارقنی یوم القیامۃ و من کان معک کان معی یوم القیامۃ یا علی انت اول من آمن بی و صدقنی و انت من اعاننی علی امری و جاھد معی عدوی و انت اول من صل معی و الناس یومئذ فی غفلۃ الجھالۃ. یا علی انت اول من تنشق عنہ الارض معی و انت اول من یجوز الصراط معی و ان ربی عزو جل اقسم بعزتہ انہ لا یجوز عقبۃ الصراط الا من معہ براۃ بولایتک و ولایۃ الائمۃ من ولدک و انت اول من یرد حوضی تسقیٰ منہ اولیائک و تذود عنہ اعدائک و انت صاحبی اذا قمت المقام المحمود تشفع لمحبینا فتشفع فیھم و انت اول من یدخل الجنۃ و بیدک لوائی و ھو لواء الحمد و ھو سبعون شقۃ، الشقۃ منہ اوسع من الشمس القمر و انت صاحب شجرۃ طوبیٰ فی الجنۃ اصلھا فی دارک

واغصانهافي دور شيعتك و محبيك" (۳۱).

ترجمہ:۔

امام زین العابدین علی بن الحسینؑ فرماتے ہیں: پیغمبر اکرمؐ نے حضرت امام علیؑ کو مخاطب کر کے فرمایا: میرے بعد تم مظلوم ہو افسوس ہے اس کے حال پر جو تجھ پر ستم کرے اور شاد باش ہے وہ جو تیری پیروی کرے اور تیری مخالفت کو اختیار نہ کرے۔

اے علیؑ! تم میرے بعد مقابلہ کرو گے پس افسوس اس کے حال پر جو تیرے مقابلے میں آئے اور خوشحال ہے وہ جو تیری ہمراہی میں جنگ کرے۔

اے علیؑ! تم وہی ہو جو میری طرح بات کرتے ہو اور میری زبان سے بات کرتے ہو افسوس ہے اس کے حال پر کہ جو تیری بات کو ٹھکرائے اور شاد باش ہے وہ جو تیری بات کو قبول کرے۔

اے علیؑ! میرے بعد اس امت کے تم ہی سردار اور ان کے پیشوا اور میرے جانشین ہو جو تجھ سے جدا ہوا قیامت کے دن مجھ سے بھی جدا ہو گا. جو تیرے ساتھ ہوگا قیامت کے دن میرے بھی ساتھ ہوگا.

اے علیؑ! مجھ پر ایمان اور میرے تصدیق کرنے والے تم پہلے فرد ہو اور تم پہلے فرد ہو جس نے میرے کاموں میں میری مدد کی. اور میرے ساتھ ملکر میرے دشمن سے جنگ کی. اور تم میرے ساتھ نماز پڑھنے والے پہلے شخص ہو جبکہ دوسرے لوگ جہالت کے عالم میں گھوم رہے تھے.

اے علیؑ! تم وہ ہو کہ جو میرے ساتھ زمین سے اٹھائے جاؤ گے. اور پہلے فرد ہو جو

میرے ساتھ صراط سے گذرو گے اور خداوند متعال نے اپنی عزت کی قسم کھائی ہے کہ کوئی بھی پل صراط سے گذر نہ سکے گا مگر وہ کہ جو تیری اور تیرے امام بیٹوں کی ولایت کا اقرار کرتا ہو اور تم پہلے فرد ہو جو حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کروگے اور اپنے دوستوں کو وہاں سے سیراب اور دشمنوں کو دور کرو گے.

اور جب میں مقام محمود پر پہنچا، تو تم بھی میرے ساتھ ہو، تا کہ اپنے دوستوں کی شفاعت کرو.

اور تم پہلے فرد ہو جو جنت میں داخل ہو گے اور میرا پرچم تیرے ہاتھ میں ہو گا. اور اس پرچم کے ستر حصے ہیں کہ ہر حصہ چاند و سورج سے وسیعتر ہے. تُو جنت کے درخت طوبیٰ کا مالک ہے جس کی جڑیں تیرے گھر اور جس کی شاخیں تیرے شیعوں اور چاہنے والے کے گھروں میں ہیں.

امام علیؑ کے خلفاء کے ساتھ تعلقات :-

پیغمبر اکرمؐ کی غمناک وفات کے بعد جب حضرت علیؑ اور ان کے خاص اصحاب آنحضرت کے جنازے کی تجہیز و تکفین میں مصروف تھے انصار و مہاجرین کی ایک جماعت سقیفہ بنی ساعدہ میں اکٹھی ہوئی. اور پیغمبر کے بعد حاکم کے بارے میں جرح و بحث کرنے لگے. مہاجرین کا گروہ جو اسلام میں سبقت اور پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ قرب کی وجہ سے خلافت کو اپنا حق سمجھتا تھا. انہوں نے حضرت ابوبکر کو اپنے خلیفہ کے عنوان سے منتخب کر لیا. مہاجرین و انصار نے خدا و رسولؐ کا حکم جو حضرت علیؑ کی ولایت اور حکومت کو غدیر خم میں بیان ہو چکا تھا نظر انداز کر دیا. اور خلیفہ اول کی

حکومت کو مضبوط بنانے میں مصروف ہوگئے. اور سب لوگوں کو بیعت کرنے کا اشتیاق دلانے لگے . اور جنہوں نے سقیفہ بنی ساعدہ کی مخالفت کی انہیں طاقت کے زور پر بیعت کرائی گئی یا کچل ڈالا گیا.

اس دوران حضرت علیؑ اور بنی ہاشم کے دیگر بزرگ افراد نے جو حضرت علیؑ کی رہبری اور ولایت پر یقین رکھتے تھے. حضرت ابوبکر کی بیعت نہیں کی تھی اور حضرت فاطمہؑ کے گھر میں محصور ہو کر اپنی مخالفت کا اعلان کیا. لیکن حکومتی افراد کا ان کے ساتھ انتہائی سخت رویہ تھا. حضرت علیؑ اور ان کے ساتھیوں کو گھر سے نکالنے کیلئے اس گھر میں جہاں پیغمبر اکرمؐ بغیر اجازت کے داخل نہیں ہوتے تھے آگ لگا دی گئی اور انتہائی بے حرمتی کے ساتھ حضرت علیؑ اور انکے ساتھیوں کو طاقت کے زور پر مسجد لایا گیا :ور بیعت کیلئے مجبور کیا گیا.

اس سفاکانہ حملے کے دوران حضرت فاطمہؑ، سخت زخمی ہوئیں اور اس حملے کے اثر سے آپ کا بیٹا سقط ہو گیا.

حضرت ابوبکر کی حکومت کے مضبوط ہو جانے کے بعد حضرت علیؑ نے سیاست سے دوری اور خاموشی کے علاوہ کوئی اور راستہ مناسب نہ دیکھا. اسی لئے تقریباً ۲۵ سال انتہائی کرامت کے ساتھ اپنے مسلّم حق کو لینے سے چشم پوشی کی بلکہ اس دوران اپنے الٰہی علم کے ذریعے خلفاء ثلاثہ اور مسلمانوں کی راہنمائی اور مدد کرتے رہے.

تینوں خلفاء (ابوبکر، عمر، عثمان) حضرت علیؑ کو پیغمبر اکرمؐ کا آئینہ اور اپنا رقیب سمجھتے تھے. حضرت علیؑ کی گوشہ نشینی اور خاموشی کو سراہا اور عملاً مختلف طریقوں کے

ذریعے انہیں میدان سیاست سے دور رکھا۔

اہم واقعات :-

۱۔ آپ ۱۳ رجب المرجب ۳۰ عام الفیل کو خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے۔

۲۔ حضرت محمدؐ کا حضرت ابوطالب سے انکے چھوٹے بیٹے حضرت علیؑ کو اپنے گھر لانے کی درخواست کرنا اور اپنی زوجہ خدیجہ کبریٰ کے ساتھ مل کر حضرت علیؑ کی تربیت اور پرورش کرنا۔

۳۔ حضرت خدیجہ اور حضرت علیؑ کا بعثت کے ابتدائی دنوں میں حضرت محمدؐ پر ایمان لانا۔

۴۔ حضرت علیؑ کا پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ غار حراء میں رہنا۔

۵۔ حضرت خدیجہ اور حضرت علیؑ کا مسجد الحرام میں پیغمبر اکرمؐ کی اقتداء میں نماز پڑھنا۔

۶۔ حضرت محمدؐ کی حمایت کرنے کے جرم میں حضرت عبدالمطلبؑ کے خاندان کا شعب ابی طالبؑ میں تین سال تک محاصرے میں رہنا۔

۷۔ شعب ابی طالب سے رہائی کے بعد حضرت علیؑ کے والد حضرت ابوطالبؑ کا وفات پانا۔ اور ان کی وفات پر آنحضرتؐ کا شدید غم میں مبتلا رہنا۔

۸۔ شب ہجرت حضرت علیؑ کا آنحضرتؐ کے بستر پر سونا۔

۹۔ حضرت علیؑ کا غار ثور (پیغمبر اکرمؐ کی مخفی جگہ) میں ملاقات کرنا۔

۱۰۔ پیغمبر اکرمؐ کا لوگوں کی امانات کو واپس کرنے، قرضہ جات کو ادا کرنے اور

خاندان نبوت کو مکہ سے مدینہ لانے کیلئے حضرت علیؑ کو مدینہ میں رہنے کا حکم دینا۔

۱۱۔ ہجرت کے پہلے سال دو دو مسلمانوں میں پیمان اخوت کا باندھنا اور رسول اکرمؐ کا اپنے پیمان اخوت کو حضرت علیؑ کے ساتھ باندھنا۔

۱۲۔ ۲ھ مدینہ میں حضرت علیؑ کا حضرت فاطمہ بنت محمدؐ کے ساتھ شادی کرنا۔

۱۳۔ ۲ھ مسلمانوں اور قریش کے درمیان جنگ بدر کا وقوع پانا اور اس جنگ میں حضرت علیؑ اور حضرت حمزہ (سیدالشھداء) کا بہادری کے جوہر دکھانا۔

۱۴۔ ۳ سنہ ہجری جنگ احد کے دوران حضرت علیؑ کا جنگ کے سخت ترین لمحات میں پیغمبر اکرمؐ کی جان کی حفاظت کرنا۔

۱۵۔ ۴ سنہ ہجری مدینہ میں حضرت فاطمہ بنت اسد کا انتقال فرما جانا۔

۱۶۔ ۵ سنہ ہجری شعبان المعظم کے مہینے میں مسلمانوں اور مشرکین کے قبیلہ بنی مصطلق میں جنگ کا وقوع پانا اور اس جنگ میں حضرت علیؑ کی شجاعت و بہادری کی وجہ سے مسلمانوں کا کامیابی سے ہمکنار ہونا۔

۱۷۔ ۵ سنہ ہجری میں مشرکین مکہ اور ان کے ہم پیمان قبیلوں کی طرف سے مدینہ منورہ کا گھیراؤ اور جنگ خندق کا وقوع پذیر ہونا اور اس جنگ میں حضرت علیؑ کے ہاتھوں عمرو بن عبدود کا ہلاک ہوجانا۔

۱۸۔ ۷ سنہ ہجری مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان خیبر کے مقام پر جنگ کا رونما ہونا اور حضرت علیؑ کے ہاتھوں مرحب اور اس کے بھائی حارث اور چند دیگر بہادروں کا ہلاک ہونے کے بعد اور حضرت علیؑ کے ہاتھوں در خیبر کا اکھڑ جانا جس

کی وجہ سے مسلمانوں کو کامیابی نصیب ہوئی.

۱۹۔ ۸ ہجری پیغمبر اکرمؐ کی طرف سے مشرکین کے ساتھ وادی یابس میں حضرت علیؑ کو لڑنے کا حکم اور "جنگ ذات السلاسل" میں مسلمانوں کا حضرت علیؑ کی شجاعت کی بدولت کامیابی سے ہمکنار ہونا.

۲۰۔ ۸ ہجری میں پیغمبر اکرمؐ کی طرف سے فتح مکہ کے دوران پرچم اسلام کا حضرت علیؑ کو دنیا اور حضرت علیؑ کا پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ مل کر دیوار کعبہ سے بتوں کو گرانا.

۲۱۔ ۸ ھ میں فتح مکہ کے بعد وادی حنین میں مسلمانوں کا "ہوازن اور ثقیف" کے قبیلوں سے جنگ کرنا جس میں حضرت علیؑ کی بہادری و شجاعت کی وجہ سے مشرکین کے ۴۰ جنگجو ہلاک ہوگئے.

۲۲۔ ۹ ہجری میں مسلمانوں اور حکومت روم کے حامیوں کے درمیان تبوک کے مقام پر جنگ کا رونما ہونا اور پیغمبر اکرمؐ کے حکم پر پیغمبرؐ کی غیر موجودگی میں حضرت علیؑ کا مدینہ میں رہنا.

۲۳۔ ۹ ہجری میں سورۂ برائت کا نازل ہونا ار پیغمبر اکرمؐ کا حضرت علیؑ کی ذمہ داری لگانا کہ اس سورہ کو حجاج کے سامنے تلاوت کرو.

۲۴۔ ۱۰ ہجری میں حضرت فاطمہؑ، حضرت علیؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ کا پیغمبر کے ساتھ مل کر نجران کے عیسائیوں کے ساتھ مباہلہ میں شرکت کرنا.

۲۵۔ ۱۰ ھ پیغمبر اکرمؐ کی طرف سے حضرت علیؑ کو یمن میں ذمہ داری سونپنا.

۲۶۔ ۱۰ ہجری میں پیغمبر اکرمؐ اور ان کے خاندان اور مسلمانوں کا مکہ معظمہ میں حج کے فریضے "حجۃ الوداع" کو انجام دینا اور حضرت علیؑ کا یمن میں فرائض کی انجام دہی کے بعد آنحضرت سے مل جانا۔

۲۷۔ ۱۰ ہجری حجۃ الوداع سے واپسی پر مکہ اور مدینہ کے درمیان غدیر خم کے مقام پر آنحضرت کا حضرت علیؑ کو مسلمانوں پر ولایت و خلافت کیلئے معیّن کرنا۔

۲۸۔ ۱۱ ہجری ۲۸ صفرالمظفر کو پیغمبر اکرمؐ کی افسوسناک وفات کے بعد مدینہ میں حضرت علیؑ اور بنی ہاشم کے ذریعہ تجہیز و تکفین و تغسیل کے فرائض انجام دینا۔

۲۹۔ رحلت پیغمبر کے بعد مہاجرین و انصار کی طرف سے حضرت علیؑ کے مسلمہ حق کو نظر انداز کر دینا۔

۳۰۔ امام علیؑ، حضرت فاطمہؑ اور بنی ہاشم کے کچھ افراد اور معروف اصحاب رسولؐ کا حضرت ابوبکر کی بیعت سے انکار کرنا اور حضرت فاطمہؑ کے گھر میں احتجاجی جلسہ منعقد کرنا۔

۳۱۔ حضرت عمر کے حکم پر خلیفہ کے سپاہیوں کا حضرت فاطمہؑ کے گھر کو آگ لگانا اور جو بیعت کا انکار کر رہے تھے۔ انہیں گرفتار کر کے حضرت ابوبکر کی بیعت پر مجبور کرنا۔

۳۲۔ خلیفہ کے سپاہیوں کے حملے کے دوران حضرت فاطمہؑ کا شدید زخمی ہوجانا۔

۳۳۔ حاکمان وقت کی طرف سے حضرت فاطمہؑ اور حضرت علیؑ کے باغ فدک کا غصب کر لینا اور حضرت فاطمہ کے اعتراضات پر غور نہ کرنا۔

۳۴۔ حضرت فاطمہؑ کی پنتالیس روز کی بیماری کے بعد مظلومانہ شہادت پر حضرت علیؑ کا شدید غم و اندوہ میں مبتلا رہنا۔

۳۵۔ حضرت علیؑ کا خانہ نشینی کے ایام میں قرآن کریم کی جمع آوری تنظیم و تفسیر جیسے امور میں مصروف رہنا۔

۳۶۔ حضرت امام علیؑ کا خلفاء وقت کی شرعی و اجتماعی مشکلات کو حل کرنے میں مدد کرنا۔

۳۷۔ حضرت عمر بن خطاب نے اپنی موت کے بعد خلافت کے مسائل کو حل کرنے کیلئے چھ نفری شوریٰ کو بنایا جسمیں حضرت علیؑ کا انتخاب بھی کیا گیا۔

۳۸۔ حضرت عمر کی منتخب کردہ شوریٰ کی طرف سے تیسری بار بھی حضرت علیؑ کو حق سے محروم رکھنا اور حضرت عثمان کو خلیفہ منتخب کرنا۔

۳۹۔ بعض اصحاب رسولؐ اور دیگر شہروں کے مسلمانوں کا حضرت عثمان کے معین کردہ گورنروں کے رویے پر اعتراض کرنا اور حضرت علیؑ کا ان کے اعتراضات کی حمایت کرنا۔

۴۰۔ حضرت عثمان کے قتل ہو جانے کے بعد اصحاب رسولؐ اور انقلابی مسلمانوں کے اصرار پر ۲۵ ذی الحجۃ بروز جمعہ ۳۵ھ حضرت علیؑ کا خلافت اسلامی کو مسلمانوں کے اصرار پر قبول کرنا۔

۴۱۔ امام علیؑ کی طرف سے مختلف صوبوں کے نالایق گورنروں کو ہٹا کر نئے گورنر معین کرنا۔

۴۲ ۔ طلحۃ بن عبیداللہ اور زبیر بن عوام کی طرف سے عراق اور یمن کی حکومت کا حضرت علیؑ سے درخواست کرنا اور حضرت علیؑ کا ان دو حکومتوں کیلئے ان کو مقرر نہ کرنا۔

۴۳ ۔ معاویہ بن ابی سفیان کا حضرت امام علیؑ کے فرمان سے سرپیچی کرنا اور شام کی حکومت پر باقی رہنا۔

۴۴ ۔ حضرت عایشہ (زوجہ رسول اکرمؐ) کا خلافت اسلامی کیلئے حضرت علیؑ کے انتخاب سے راضی نہ ہونا۔

۴۵ ۔ مدینہ میں ساکن بعض شخصیات کا امام علیؑ کی حکومت کی طرف سے اجتماعی عدالت کو برقرار کرنے کے بعض اقدامات کو برداشت نہ کرنا۔

۴۶ ۔ طلحۃ بن عبیداللہ اور زبیر بن عوام جیسے معروف اصحاب اور سب سے پہلے حضرت علیؑ کی بیعت کرنے والے ان دو افراد کا مقتول خلیفہ کے حواریوں اور امام علیؑ کی حکومت سے ناراض لوگوں سے ملکر مکہ میں فتنہ انگیز اجتماع برپا کرنا۔

۴۷ ۔ حضرت عایشہ، طلحہ، زبیر اور حجاز کے بعض معروف افراد کی طرف سے حضرت علیؑ کی حکومت کے خلاف اعلان جنگ اور مکہ سے بصرہ کی طرف روانہ ہونا۔

۴۸ ۔ عایشہ کے سپاہیوں (اصحاب جمل) کی طرف سے اس شہر کے حاکم عثمان بن حنیف کو اغوا کر کے صعوبتیں دینے کے بعد اور بصرہ پر قبضہ کر لینا۔

۴۹ ۔ ابوموسیٰ اشعری (عامل کوفہ) کی جانب سے اصحاب جمل کی خفیہ پشت پناہی اور اصحاب جمل کی طرف سے برپا فتنہ کو ختم کرنے کیلئے جنگی سپاہیوں کو نہ بھیج کر

حضرت علیؑ کی مخالفت کرنا۔

۵۰ ۔ امام علیؑ کی طرف سے حکومت اسلامی کے دفاع اور اصحاب جمل کے برپا فتنے کو کچلنے کیلئے تمام افراد کو تیار رہنے کا حکم دینا۔

۵۱ ۔ مختلف اسلامی شہروں کی طرف سے اصحاب جمل کے ساتھ مقابلہ کرنے کیلئے حضرت علیؑ کے چاہنے والے سپاہیوں کا بصرہ کے اطراف میں پہنچنا۔

۵۲ ۔ حضرت علیؑ کا جنگ جمل کی آگ کو بھڑکنے سے پہلے زبیر بن عوام کو طلب کر کے پیغمبر اکرمؐ کی نصیحتوں کا یاد دلانا۔

۵۳ ۔ زبیر بن عوام کا حضرت علیؑ کے بارے پیغمبر اکرمؐ کی نصیحتوں اور واقعات کو سنکر شدید متاثر ہونا۔ اور جنگ جمل کو شروع کرنے پر پشیمانی کے بعد جنگ سے دوری اختیار کرنا۔

۵۴ ۔ معرکہ جنگ سے دور (عمر بن جرموز) کی طرف سے زبیر کا قتل ہونا اور امام علیؑ کا اس کی موت پر اظہار افسوس کرنا۔

۵۵ ۔ حضرت علیؑ کا مسلسل خطوط اور خطبات (تقریروں) کے ذریعے دونوں فوجوں میں امن و امان اور صلح کرنے پر اصرار، قومی اور جاہلیت کے تعصبات کو ترک کرنے اور جنگ کے شروع نہ کرنے کی تاکید کرنا۔

۵۶ ۔ اصحاب جمل کی طرف سے حضرت علیؑ کو منفی جواب ملنا اور خلیفہ کے قاتلوں کی خون خواہی پر اصرار اور حضرت علیؑ کی فوج کے خلاف ہر پہلو سے جنگ کرنے کا اعلان کرنا۔

۵۷ ۔ بصرہ میں جمادی الثانی ۳۶ھ کو جمل کی خونریز جنگ کا وقوع پذیر ہونا اور امام علیؑ کے سپاہیوں کا حضرت امام حسنؑ، امام حسینؑ، محمد حنفیہ، مالک اشتر، عمار یاسر اور ۲۰ ہزار افراد کی بہادری و شجاعت کے ذریعہ کامیابی سے ہمکنار ہونا۔

۵۸ ۔ امام علیؑ کی طرف سے اصحاب جمل کے قیدیوں کو رہا کرنا اور حضرت عایشہ کو احترام کے ساتھ مدینۃ الرسولؐ روانہ کرنا۔

۵۹ ۔ جنگ جمل کے خاتمہ کے بعد ۳۶ھ کو حضرت علی کی طرف سے اسلامی دارالحکومت کو مدینہ سے کوفہ منتقل کرنا۔

۶۰ ۔ اصحاب جمل کے بعض رہائی یافتہ قیدیوں کا شام میں معاویہ بن ابی سفیان کے ساتھ جا کر مل جانا۔

۶۱ ۔ امام علیؑ اور معاویہ کے درمیان خطوط اور پیغامات کا خلیفہ کے قاتلوں کی خون خواہی کے بارے میں تبادلہ اور حکومت شام کا امت اسلامی کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا۔

۶۲ ۔ (نصیبین میں امام علیؑ کے سپہ سالار) مالک اشتر نخعی کا معاویہ کے فوجی کمانڈروں ضحاک بن قیس اور عبدالرحمن بن خالد سے پانی کے گھاٹ کو آزاد کرانا۔

۶۳ ۔ ۳۶ھ میں جنگ جمل کے خاتمہ کے بعد معاویہ بن ابی سفیان کی طرف سے امیرالمؤمنین امام علیؑ کے خلاف اعلان جنگ کرنا اور تمام فوجی طاقت کے ساتھ صفین کی طرف روانہ ہونا۔

۶۴ ۔ ۳۶ھ میں امام علیؑ کا معاویہ اور اس کی فوج کے ساتھ مقابلہ کرنے کیلئے

کوفہ سے نکلنا.

۶۵ ۔ معاویہ کے سپاہیوں کا حضرت علیؑ کے سپاہیوں کے پہنچنے سے پہلے پانی کے گھاٹ پر قبضہ کرنا.

۶۶ ۔ مالک اشتر (امام علیؑ کی فوج کے سپہ سالار) کا معاویہ کے سپاہیوں کے ساتھ گھاٹ کو واپس لینے کیلئے جنگ کرنا اور اسمیں کامیابی سے ہمکنار ہونا.

۶۷ ۔ امام علیؑ اور معاویہ کی فوج کے درمیان صفین کے مقام پر جنگ کا ذی الحجہ ۳۶ھ سے لیکر صفر ۳۸ھ تک تقریباً ایک سال اور چند ماہ جنگ اور مذاکرات کا جاری رہنا.

۶۸ ۔ معاویہ کے سپاہیوں کے ہاتھوں عمار بن یاسر، اویس قرنی اور کچھ دیگر معروف اصحاب پیغمبرؐ کا صفین میں شہید ہونا.

۶۹ ۔ امام علیؑ کے سپاہیوں کا معاویہ کی فوج پر ایک رات (کہ جو لیلۃ الھریر کے نام سے معروف ہے) سخت حملہ کرنا اور شامیوں کا اس رات شدید ترین تلفات کا تحمل کرنا.

۷۰ ۔ جنگ صفین کے حساس ترین وقت عمرو بن عاص کی تجویز پر پانچ سو سپاہیوں کے ہاتھوں نیزوں پر قرآن رکھ کر جنگ کے خاتمے اور حکمیت قرآن کی دعوت کے ہتھکنڈے کا استعمال.

۷۱ ۔ کوفہ کی فوج کے بعض سرداروں (اشعث بن قیس اور خالد معمر) کا عمرو بن عاص کے ہتھکنڈوں کے سامنے دھوکہ کھانا اور امام علیؑ کی فوج کے درمیان جنگ کے

دوران شدید ترین اختلاف کا پیدا ہونا۔

۷۲ ۔ مالک اشتر کا اپنے سپاہیوں کو جنگ جاری رکھنے اور لشکر شام کی نابودی تک عمرو بن عاص کے حیلوں کی پروا نہ کرنے کا حکم دینا۔

۷۳ ۔ عمرو بن عاص کے ہتھکنڈوں کے سامنے فریب کھانے والوں کا حضرت علیؑ کے خیمے کے گرد احتجاجی اجتماع منعقد کرنا اور امام علیؑ پر مالک اشتر اور اس کی فوج کو واپس بلانے اور فوجوں کے درمیان جنگ کے خاتمے کیلئے دباؤ ڈالنا۔

۷۴ ۔ ۳۸ھ صفر کے مہینے میں امام علیؑ اور معاویہ کی فوجوں کے درمیان جنگ کے خاتمے کا اعلان اور ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن عاص کا دونوں فوجوں کی طرف سے حکمیت کیلئے مقرر ہونا۔

۷۵ ۔ دومۃ الجندل (اس زمانے میں عراق کا ایک آباد شہر) کے مقام پر دو جانبہ مذاکرات میں عمرو بن عاص کے حیلوں کے سامنے ابوموسیٰ اشعری کا بے وقوفی دکھانا۔

۷۶ ۔ دونوں کے مذاکرات کا اعلان اور ابوموسیٰ اشعری کا امیرالمؤمنین حضرت علیؑ سے خیانت کرنے میں عمرو بن عاص سے دھوکہ کھانا۔

۷۷ ۔ حکمیت کے دوران ابوموسیٰ اشعری کا امام علیؑ سے خیانت کرنے کے بعد مکہ میں پناہ لینا۔

۷۸ ۔ ۳۸ھ شعبان المعظم میں جنگ صفین کا خاتمہ اور (ایک روایت کے مطابق) لشکر شام کے چالیس ہزار فوجیوں کی ہلاکت اور امام علیؑ کی فوج کے ۲۵ ہزار سپاہیوں کا شہید ہونا۔

۷۹ ۔ امام علیؑ کے لشکر کے بعض افراد کا حکمیت کے فیصلے کو قبول نہ کرنا اور کوفہ میں داخل ہونے سے گریز کرنا.

۸۰ ۔ بارہ ہزار اعتراض کرنے والوں (کہ جو بعد میں خوارج کے نام سے مشہور ہوئے) حرورا (کوفہ سے دو میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں) اور نخیلہ (کوفہ کی فوجی چھاؤنی) میں جمع ہونا اور امام علیؑ اور ان کے پیروکاروں کے بارے میں کفر کی نسبت لگانا.

۸۱ ۔ کوفہ میں خوارج کے اعتراض آمیز کردار اور گفتار کے بارے میں حضرت علیؑ کا سخت برتاؤ سے پرہیز کرنا.

۸۲ ۔ امام علیؑ کی طرف سے خوارج کو جہالت کی تاریکی سے روشنی کی طرف ہدایت کیلئے خطوط اور سفراء کا بھیجنا.

۸۳ ۔ امام علیؑ کا خوارج کے سرداروں اور دھوکہ کھانے والوں کے ساتھ روبرو مناظرہ.

۸۴ ۔ عراق میں خوارج کی طرف سے فتنہ و فساد اور مؤمنین کا قتل عام کرنا.

۸۵ ۔ امام علیؑ کے وفادار سپاہیوں اور نہروان کے خوارج کے درمیان ۳۹ھ صفر کے مہینے میں جنگ کا آغاز (بعض مورخین کے مطابق ۳۸ھ میں) ہونا اور اس جنگ میں امام علیؑ کے ساتھیوں کا شاندار کامیابی سے ہمکنار ہونا.

۸۶ ۔ اس جنگ میں امام علیؑ کے ۱۰ دس وفادار ساتھیوں کا شہید ہونا اور خوارج کے ۹ افراد کا باقی بچنا.

۸۷ ۔ معاویہ بن ابی سفیان کا پیروان علیؑ کے درمیان اختلاف ایجاد کرنااور

جنگ نہروان سے نا جائز فائدہ اٹھانے کے ساتھ ساتھ امام علیؑ کی حکومت تحت شہروں میں ناامنی، قتل و غارت اور لوٹ مار کا برپا کرنا۔

۸۸ ۔ معاویہ کی طرف سے ضحاک بن قیس کو قتل عام اور خوف و ہراس پھیلانے کیلئے سرزمین عراق کی طرف روانہ کرنا۔

۸۹ ۔ معاویہ بن ابی سفیان کا سرزمین حجاز اور یمن میں ناامنی وحشت و خوف و ہراس اور ۳۰ ہزار بے گناہ مسلمانوں کو قتل عام کرنے کیلئے بسر بن ارطاۃ کا روانہ کرنا اور اس واقعے سے امام علیؑ کا شدید متاثر ہونا اور جاریہ بن قدامہ کی سپہ سالاری میں شامی ظالموں کے ساتھ مقابلہ کرنے کیلئے روانہ کرنا۔

۹۰ ۔ معاویہ کی طرف سے سفیان بن عوف کو ہیت، انبار اور مدائن جیسے شہروں میں امن و امان کو خراب کرنے قتل و غارت اور لوٹ مار کرنے کیلئے روانہ کرنا اور حضرت علیؑ کا اپنی فوج کی بے حسی اور سستی پر پریشاں رہنا۔

۹۱ ۔ مصر کے بعض قبائل کو امام علیؑ کے گورنر محمد بن ابی بکر کی نافرمانی کیلئے ورغلانہ۔

۹۲ ۔ امام علیؑ کی طرف سے مصر میں داخلی اختلافات اور بیرونی حملات کو روکنے کیلئے مالک اشتر کو روانہ کرنا۔

۹۳ ۔ ۳۸ھ سرزمین مصر پہنچنے سے پہلے مالک اشتر کو معاویہ کے نمک خواروں کا قلزم کے مقام پر شہید کر دینا۔

۹۴ ۔ عمرو بن عاص کی قیادت میں معاویہ کی طرف سے فوج کا روانہ کرنا اور امام

علیؑ کے طرفداروں کا محمد بن ابی بکر کی سپہ سالاری میں سخت مقابلہ کرنا اور محمد بن ابی بکر کا اس جنگ میں شہید ہو جانا اور شامیوں کا مصر پر غلبہ پا لینا۔

۹۵۔ امام علیؑ کی طرف سے شامیوں کے فتنوں اور ہتھکنڈوں کا مقابلہ کرنے کیلئے کوفیوں کو متحرک کرنے کیلئے خطبے دینا۔

۹۶۔ امام علیؑ کی طرف سے کوفہ کی چھاؤنی میں شامیوں کے خلاف جنگ کرنے کیلئے ۴۰ ہزار سپاہیوں کا جمع کرنا۔

۹۷۔ خوارج کے بچے ہوئے باقی افراد کا مکہ میں اکٹھا ہونا اور تین افراد (عبدالرحمن بن ملجم مرادی، برک بن عبداللہ تمیمی اور عمرو بن بکر تمیمی) کا امام علیؑ، معاویہ اور عمرو بن عاص کا قتل کرنے کا منصوبہ بنانا۔

۹۸۔ ۴۰ھ رمضان المبارک میں امام علیؑ کی طرف سے اپنی جلد موت کی پیشگوئی کرنا۔

۹۹۔ ۱۹ رمضان المبارک ۴۰ھ کو عبدالرحمن بن ملجم مرادی کی زہر آلود تلوار سے امام علیؑ کا شدید زخمی ہونا۔

۱۰۰۔ امام علیؑ کے زخم کا علاج کرنے والے حکیموں کی کوششوں کا کامیاب نہ ہونا اور ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ ۶۳ سال کی عمر میں آپؑ کا جام شہادت نوش کرنا۔

۱۰۱۔ امام علیؑ کے مبارک بدن کو رات کے وقت کوفہ کے نزدیک (بے بیان جگہ کہ جو آج کل نجف اشرف کے نام سے معروف ہے) دفن کرنا۔ اور خاص اصحاب اور اولاد کے علاوہ دوسروں سے قبر کے مقام کو مخفی رکھنا۔

حکایات:-

۱۔ جب نئے پیغمبر اکرمؐ خدا کی طرف سے توحید و یکتا پرستی کی بنیاد پر مبنی نئے دین کو لوگوں کی ہدایت کیلئے لائے تھے۔ مشرکین اور قریش مکہ کے سراروں کا اس سے انکار اور پیغمبر اکرمؐ کا مقابلہ کرنے کیلئے کسی کام سے بھی دریغ نہ کیا اور ہمیشہ پیغمبر اور نئے مسلمان ہونے والوں کو تکالیف پہنچانے کی سوچ میں رہتے تھے۔

انہوں نے بہت سے مسلمانوں کو انتہائی بے دردی سے مارا پیٹا اور کچھ تو ان کی سختیوں کی وجہ سے شہید ہوگئے۔

کفر و شرک کے سرداروں کا دباؤ باعث بنا کہ مسلمانوں کی ایک تعداد پیغمبر اکرمؐ کے حکم پر حبشہ کے ملک (کہ جو حجاز کے قرب۔ بحر احمر کے ساتھ واقع ہے) ہجرت کر جائیں۔ اور اس عیسائی بادشاہ کی پناہ میں اپنے دین و عقائد پر عمل اور جان کی حفاظت کر سکیں۔

لیکن جو مدینہ باقی رہ گئے تھے۔ قریش کی طرف سے بے احترامی اور شدید مصائب میں ایسے گھر گئے تھے کہ عبدالمطلب کا تمام خاندان (ان لوگوں کے علاوہ جو کفر و شرک پر باقی تھے) اور باقی مسلمان شہر میں رہنے کی طاقت نہ رکھتے تھے مجبور ہو کر مکہ کے اطراف کی خشک اور بیابان زمینوں اور پہاڑوں کی طرف نکل گئے کہ جو "شعب ابی طالب" کے نام سے معروف تھا اور وہاں پر تقریباً تین سال تک مشرکین قریش کے اقتصادی محاصرے اور انتہائی سختی کے عالم میں زندگی بسر کرتے رہے۔

لیکن اس تمام مدت کے دوران پیغمبر اکرمؐ اور نئے مسلمان، حضرت محمدؐ کے چچا یعنی حضرت ابوطالب بن عبدالمطلب (کہ جو بزرگان قریش سے تھے) کی حمایت سے بہرہ مند تھے۔ ان کا وجود ان لوگوں کیلئے تسلی کا باعث تھا۔

حضرت ابوطالبؑ کے دو بیٹے (جعفر اور علی) نے اپنی تمام زندگی کو پیغمبر اکرمؐ اور اسلام کی کامیابی کیلئے وقف کر دیا تھا۔ جعفر بن ابیطالبؑ کہ جو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں کی قیادت پر مامور تھے۔ اور حضرت ابوطالبؑ کے دوسرے بیٹے حضرت علیؑ مکہ میں رہنے والوں کی حمایت اور قیادت پر مامور تھے۔

شعب ابی طالبؑ سے رہائی کے بعد کمترین مدت میں پیغمبر اکرمؐ کے دو مددگاروں اور طرفداروں یعنی آپکے چچا حضرت ابوطالبؑ اور آپ کی زوجہ خدیجہ کبریٰ کا انتقال ہو گیا۔

ان کی وفات کے بعد مشرکین کی جراتوں میں اضافہ ہو گیا۔ اور اپنی دشمنی میں اضافہ کرنے لگے۔ بالاخر دارالندوہ میں مختلف قبائل کے سردار صلاح و مشورہ کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ ہر قبیلے کا ایک آدمی لیکر چالیس افراد کا لشکر رات کی تاریکی میں آنحضرتؐ پر حملہ آور ہو اور انہیں قتل کر دے۔ تا کہ اس راستے سے اپنے ہدف کو حاصل کر لیں اور اگر بنی ہاشم اس کا بدلہ لینا چاہیں تو چالیس قبیلوں سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔ کیونکہ آنحضرتؐ کا خون چالیس قبیلوں کی گردن پر ہوگا اور بنی ہاشم مقابلہ کرنے کی جرات نہ کر سکیں گے یہ فیصلہ کیا کہ یکم ربیع الاول (بعثت کے تیرھویں سال) کی رات کو حملہ آور ہوں۔

حملے کی رات آن پہنچی چالیس مختلف قبیلوں کے افراد تلواریں نیام سے نکالے پیغمبر اکرمؐ کے گھر کا محاصرہ کیے ہوئے تھے. تا کہ اپنے سپہ سالار کے حکم سے مل کر گھر پر حملہ کر کے آنحضرتؐ کو بستر پر ہی ٹکڑے ٹکرے کر دیں.

وہ لوگ رات کے آغاز میں ہی گھر پر حملہ کرنا چاہتے تھے. لیکن ابولہب (کہ جو رسول اکرمؐ کا چچا بھی تھا) اس کام میں رکاوٹ بنا اور کہنے لگا طلوع فجر تک کسی کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دوں گا.

سب فجر صادق کا انتظار کرنے لگے اس تمام دوران گھر کے در و دیوار اور آنحضرت کے گھر کی معمولی سی حرکت پر بھی نظر جمائے ہوئے تھے. دوسری طرف سے جبرائیل امین نے آنحضرتؐ کو دشمن کے پلید نقشے سے آگاہ کیا. اور آنحضرتؐ کو خداوند متعال کی جانب سے سر نوشت ساز ہجرت کا حکم سنایا. لیکن ضروری تھا کہ قریش اس خبر سے آگاہ نہ ہوں. اور یہ خیال کریں کہ پیغمبر اکرمؐ اپنے گھر میں سو رہے ہیں. تا کہ پیغمبر اکرمؐ اس راستے سے ان کے چنگل سے نجات پا سکیں. اسی لئے پیغمبر اکرمؐ نے اپنے قریبی ترین دوست اور بھائی حضرت علیؑ کو انتخاب کیا کہ دشمنوں کو فریب دینے کیلئے ان کے بستر پر سوئیں اور سبز چادر کو اپنے اوپر اوڑھ لیں. تا کہ وہ سمجھیں کہ پیغمبر اکرمؐ سو رہے ہیں.

حضرت علیؑ موت کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہے تھے پیغمبر اکرمؐ سے سوال کیا: اے رسول خدا! اگر میں آپ کے بستر پر سوجاؤں تو آپ کو مشرکین کے شر سے نجات مل جائے گی؟ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: جی ہاں!.

علیؑ خوشی سے پھولے نہ سمائے اور پیغمبر اکرمؐ کی تجویز کا خوشی کے ساتھ استقبال کرنے کے بعد سجدہ شکر میں گر گئے۔ اور اس حالت کو دیکھنے سے پیغمبرؐ کو بھی دہری خوشی ہوئی۔

پیغمبر اکرمؐ حملہ آوروں کے اکٹھا ہونے سے پہلے ہی گھر سے نکل کر مکہ کے اطراف کے پہاڑوں کی طرف جا چکے تھے۔ اور غار ثور میں پناہ لیتے وقت حضرت ابوبکر بھی آنحضرتؐ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے تین رات تک اس غار میں پناہ لی اور قریبی ترین افراد کے علاوہ کسی کو بھی اطلاع نہ تھی۔

حملہ آور رات کے آغاز سے لیکر صبح تک پیغمبر اکرمؐ کے گھر کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور صبح صادق کے وقت سب مل کر پیغمبر کے کمرے میں داخل ہوئے۔ تاکہ اپنی تلواروں کو آنحضرت پر وار کر سکیں۔ اچانک حضرت علیؑ بستر سے بلند ہوئے اور بلند آواز میں کہا لعنت ہو تم پر۔ یہاں کیا کر رہے ہو؟

حملہ آوروں کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ حضرت علیؑ کو پیغمبرؐ کے بستر پر دیکھیں گے۔ پوچھنے لگے: اے علیؑ، محمدؐ کہاں ہیں؟

حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ تم نے انہیں میرے سپرد نہیں کیا تھا تاکہ مجھ سے پوچھ سکو کہاں ہیں۔ ان کے درمیان اور حضرت علیؑ کے درمیان۔ بحث و گفتگو ہونے لگی چونکہ ان کے ہاتھ میں کوئی چیز نہ آئی تو غصے کے عالم میں حضرت علیؑ کو چھوڑ کر تیزی سے پیغمبر اکرمؐ کی تلاش میں چل پڑے۔

قدموں کے نشانات کے ذریعے وہ غار ثور تک تو پہنچے لیکن انہیں یقین نہ تھا کہ

پیغمبر غار میں چھپے ہوئے ہوں اس لئے جتنی بھی تلاش کی گئی کوئی ثمر نہ مل سکا مایوس ہو کر مکہ لوٹ آئے۔ لیکن پیغمبر اکرمؐ اور آپ کے ساتھی نے تین دن تک اس غار میں چھپے رہے۔ ان دنوں میں صرف چند خاص افراد کو ہی انکے بارے میں علم تھا کہ جن میں سے ایک حضرت علیؑ تھے۔

ایک رات حضرت علیؑ اور ہند بن ابی ہالہ (خدیجہ کا بیٹا) غار ثور گئے تو پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو حکم دیا:

۱۔ میرے اور میری زوجہ کیلئے مدینہ جانے کیلئے دو اونٹوں کا انتظام کرو۔

۲۔ میں امین قریش ہوں لوگوں کی امانتیں میرے پاس ہیں ایک جگہ پر کھڑے ہو جاؤ اور بلند آواز سے اعلان کرو کہ جس نے بھی کوئی چیز محمدؐ کے پاس امانت رکھی ہے وہ آکر مجھ سے لے لے۔

۳۔ اب وہ وقت آن پہنچا ہے کہ تم بھی ہجرت کیلئے تیار ہو جاؤ جب بھی میرا خط تمہیں ملے میری بیٹی فاطمہ اپنی ماں فاطمہ بنت اسد اور فاطمہ بنت زبیر بن عبدالمطلب کو مدینہ کی طرف ہجرت کیلئے لے آؤ اگر بنی ہاشم کے دوسرے افراد بھی ہجرت کرنا چاہیں تو ان کیلئے بھی اسباب سفر فراہم کرو۔

پیغمبر اکرمؐ غار ثور میں تین دن کے قیام کے بعد چوتھے دن یثرب کی طرف چل پڑے۔

حضرت علیؑ مکہ میں پیغمبرؐ کے خط کے منتظر تھے کہ "ابو واقد لیثی" پیغمبر اکرمؐ کے خط کو مکہ لایا۔ حضرت علیؑ نے پیغمبر اکرمؐ کی طرف سے بتائے احکامات کو اسی طرح

انجام دیا اور خاندان رسالت کے افراد کو ایمن (ام ایمن کے بیٹے) کی مدد سے دن کی روشنی میں اونٹوں کے محملوں پر سوار کیا اور مکہ سے نکالا. اور جو ہجرت کرنے پر راضی تھے مخفیانہ پیغام دیا کہ مکہ سے باہر نکل جائیں اور "ذی طویٰ" کے مقام پر ہمارے قافلے کے آنے تک انتظار کریں.

مشرکین مکہ کو حضرت علیؑ کے ارادے کا پتہ چلا تو ایک جماعت کو ذمہ داری سونپی کہ خاندان رسالت کے قافلے کو واپس لوٹایا جائے لیکن جب انہیں حضرت علیؑ کی بہادری اور شجاعت کا سامنا کرنا پڑا تو ناکام واپس لوٹنے کے سوا کوئی راستہ باقی نظر نہ آیا. اور انتہائی شرمندگی سے مکہ میں داخل ہوئے. اور حضرت علیؑ انتہائی شان و شوکت سے خاندان رسالت کو مدینہ کی طرف لے گئے.

مکتب پیغمبرؐ کا یہ تربیت یافتہ جوان مکہ اور مدینہ کے تمام راستے کو پیدل طے کر رہا تھا اور اس دوران ذکر خدا زبان سے منقطع نہ ہوا اور راستے میں دیگر ہمسفروں کے ساتھ نماز بجا لاتے رہے.

رسول اکرمؐ مدینہ میں حضرت علیؑ کے قافلے کے پہنچنے کے منتظر تھے. اسی لئے جب قافلے کے داخل ہونے سے آگاہ ہوئے تو بہت خوش ہوئے اور انتہائی جوش و خروش کے ساتھ ان کا استقبال کیا. آنحضرتؐ نے جب حضرت علیؑ کے قدموں کو خون آلود دیکھا اپنا ہاتھ حضرت علیؑ کی گردن پر رکھ کر اپنی گود میں لیا اور دونوں رونے لگے (۳۲).

جی ہاں، لیلۃ المبیت کو حضرت علیؑ کی جوانمردی اور پیغمبر اکرم کی ذہانت سے تاریخ

اسلام کا ایک نیا باب کھل گیا. اور خدا کے حکم سے پیغمبر اکرمؐ اور مسلمانوں کی ہجرت مکمل ہو گئی.

یہی ہجرت خلیفہ دوم کے زمانے میں حضرت علیؑ کی تجویز پر اسلامی سال کی تاریخ قرار پائی.

۲۔ حضرت علیؑ کے گھر کے دروازے کا مسجد میں کھلا رہنے کا قصہ :-

مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد پیغمبر اکرمؐ کا اس شہر میں پہلا کام مسجد کی تعمیر تھا کہ جو بعد میں "مسجد النبیؐ" کے نام سے معروف ہوا. اس مسجد کو بنانے کے بعد جو مہاجرین پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ مدینہ آئے تھے. ان کو مسجد کے پاس رہنے کی اجازت دی گئی. کچھ مدت کے بعد پیغمبر اکرمؐ نے انہیں مسجد میں آرام کرنے اور سونے سے مقدس مقام کے احترام کی خاطر) منع کر دیا. اور انہیں حکم دیا کہ اپنے لئے گھر بنائیں اور مسجد میں سونے سے پرہیز کریں اس کے بعد مہاجرین اپنے گھر بنانے میں مصروف ہوگئے. اور مسجد کے ساتھ محبت اور لگاؤ کی وجہ سے انہوں نے مسجد کے ساتھ ہی گھر بنائے اور ہر گھر سے مسجد کیلئے ایک دروازہ بنایا. جب خداوند عالم کی طرف سے پیغمبر اکرمؐ کو یہ حکم ملا کہ اس نقشے کو تبدیل کیا جائے اور پیغمبر اکرمؐ نے اپنے ایک ساتھی "معاذ بن جبل" کو حکم دیا کہ جنہوں نے اپنے گھر سے مسجد میں دروازے کھول رکھے ہیں ان سے کہو کہ دروازے بند کر دیں. اور آیندہ اس دروازے سے مسجد میں آمد و رفت نہ کریں.

معاذ بن جبل نے مسجد کے تمام ہمسایوں کو کہ جن میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت حمزہ بن عبدالمطلب، حضرت عباس بن عبدالمطلب اور دوسرے اصحاب تھے پیغمبر کا حکم سنایا. سب نے پیغمبرؐ کے حکم کی اطاعت کی اور اپنے گھروں سے مسجد کی طرف دروازوں کو بند کردیا.

امام علیؑ اپنے گھر جہاں آپ کی زوجہ حضرت فاطمہؑ، زندگی بسر کرتے تھے سوچ رہے تھے کہ کیا وہ بھی اپنے گھر کے دروازے کو بند کردیں یا نہ چونکہ معاذ نے آنحضرتؐ کا حکم انہیں نہیں پہنچایا. اسی لئے پیغمبر اکرمؐ کے پاس آئے تاکہ اس بارے میں پیغمبر اکرمؐ سے پوچھ لیں. پیغمبرؐ نے انہیں اسی کام کی اجازت دی اور بتایا کہ آپ اور آپکی زوجہ کی پاکیزگی اس کام سے مستثنیٰ ہے.

یہ عمل بزرگ اصحاب اور جن کے دروازے بند ہوئے تھے ان پر ناگوار گذرا، بعض نے اس پر خاموش اختیار کی لیکن بعض گلہ شکوہ کرنے لگے پیغمبر اکرمؐ نے مسجد میں خطبہ دیا اور سب گلہ شکوہ کرنے والوں کو یوں جواب دیا. "بعض آدمی سوچ رہے ہیں کہ میں نے علیؑ کو مسجد میں ساکن ٹھرایا ہے، خدا کی قسم میں نے نہ مسجد سے کسی کو نکالا ہے اور نہ علیؑ کو اجازت دی ہے بلکہ یہ حکم خدا کی طرف سے تھا. خداوند عالم نے حضرت موسیٰ اور ان کے بھائی پر وحی نازل کی کہ اپنی قوم سے کہیں کہ شہر میں گھر بنائیں اور انہیں اپنا قبلہ بناکر اس میں عبادت کریں. پھر حضرت موسیٰ کو وحی کی یہ مسجد اور نمازخانوں میں زندگی بسر نہ کریں وہاں نکاح نہ کریں. انہیں بلکہ صرف عبادت کیلئے استعمال کریں.

لیکن ہارون اور اس کی ذریت اس حکم سے مستثنیٰ ہیں اور علیؑ میرے نزدیک ایسے ہیں جیسے ہارون موسیٰ کے نزدیک. کسی شخص کیلئے بھی مسجد میں ازدواجی زندگی جائز نہیں ہے مگر علیؑ اور اس کی ذریت کیلئے اور جس کو بھی یہ حکم پسند نہ آئے وہ یہاں سے (اپنے ہاتھ سے شام کی طرف اشارہ کیا) چلا جائے. (۴۳).

اس کے بعد تمام اصحاب اس کو حضرت علیؑ کیلئے ایک عظیم فضیلت سمجھنے لگے. حضرت عمر آپ پر رشک کرتے اور کہتے تھے کاش یہ تین فضیلتیں جو علیؑ کیلئے ہیں میرے لئے ہوتیں:

۱۔ پیغمبر اکرمؐ نے اپنی بیٹی کا نکاح علیؑ سے کیا.

۲۔ جنگ خیبر میں پرچم علیؑ کو دیا اور خیبر کا قلعہ ان کے ہاتھوں فتح ہوا.

۳۔ مسجد میں کھلے تمام دروازے بند ہوگئے لیکن حضرت علیؑ کا دروازہ کھلا رہا (۴۴).

یہ بیان کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے کہ کبھی بھی پیغمبرؐ کے اس عمل کو ایک تبعیض کے طور پر نہیں سمجھنا چاہیے.

کیونکہ حضرت علیؑ کا اس مسئلے میں مستثنیٰ ہونا حضرت علیؑ میں پائی جانے والی اخلاقی اور معنوی صفات کی بدولت ہے کہ جو دوسروں میں یا تو نہ تھی یا بہت کم تھیں کیونکہ حضرت علیؑ خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے اور اپنی زندگی کے آغاز سے ہی مسجد کے ساتھ قریبی رابطہ رکھتے تھے. اور مسجد ہی ان کا گھر تھا اور بالآخر محراب مسجد میں ہی شہید ہوئے.

اور یہ فضیلت کسی کو بھی حاصل نہیں ہوئی اور اس بات سے قطع نظر کہ احکامات اسلامی کی مسجد میں مکمل رعایت اور مسجد میں آمد و رفت کے طریقوں سے بھی آگاہ تھے۔

لیکن یہ واضح نہ تھا کہ دوسرے بھی مسجد کی حرمت اور احترام کا اس طرح خیال رکھ سکیں اور اسپر پابندی کر سکیں۔

اقوال زرین :-

۱۔ "قال علی علیہ السلام :الدنیا دار ممر لا دار مقر، و الناس فیھا رجلان رجل باع فیھا نفسہ فاو بقھا، و رجل ابتاع نفسہ فا عتقھا" (۳۵)۔

دنیا گذرنے کا مقام ہے نہ ٹھہرنے کا، اور لوگوں کی یہاں دو قسمیں ہیں ایک گروہ کے جس نے خود کو بیچ ڈالا اور ہلاک کر دیا ایک گروہ نے خود کو خریدا اور آزاد کر دیا۔

۲۔ "قال علی علیہ السلام ،الحکمۃ ضالۃ المؤمن فخذ الحکمۃ و لو من اھل النفاق" (۳۶)۔

حکمت مؤمن کی گمشدہ چیز ہے پس حکمت کو لے لو اگر چہ اسے منافق سے ہی لینا پڑے۔

۳۔ "قال علی علیہ السلام ،اوضع العلم ما وقف علی اللسان و ارفعہ ما ظھر فی الجوارح و الارکان" (۳۷)۔

گھٹیا ترین علم وہ ہے کہ جو فقط زبان تک کھڑا رہے اور بہترین علم وہ ہے کہ جو اعضاء و جوارح سے ظاہر ہو

۴۔ "قال علی علیہ السلام ، نحن النمرقۃ الوسطیٰ، بھا یلحق التالی و الیھا یرجع الغالی"

(۳۸).

ہم (اہل بیتؑ) مرکز اور حد اوسط ہیں جو پیچھے رہ گئے ہیں ہم سے ملحق ہو جائیں اور جو آگے چلے گئے ہیں اور غلو کرنے والے ہماری طرف لوٹ آئیں۔

۵ ۔ "قال علی علیہ السلام ، اما بعد، فان الجھاد باب من ابواب الجنۃ ، فتحہ اللہ لخاصۃ اولیائہ و ھو لباس التقویٰ و درع اللہ الحصینۃ و جنتہ الوثیقۃ" (۳۹).

اما بعد، جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے کہ جو خداوند عالم نے اپنے خاص دوستوں کیلئے کھولا ہے جہاد تقویٰ کا لباس اور خداوند متعال کی مضبوط اور مطمئن ڈھال ہے۔

حضرت فاطمہ زہراؑ

نام :- فاطمہ بنت محمدؐ

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: میری بیٹی کا نام فاطمہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ یہ اپنے چاہنے والوں (پیروکاروں) کو جہنم کی آگ سے نجات دلائے گی.

کنیت :- ام ابیھا اور ام النبیؐ

القاب :- صدیقہ، مبارکہ، طاہرہ، راضیہ، مرضیہ، زکیہ، محدثہ اور بتول آپ کا مشہور ترین لقب "زہراء" ہے.

مقام :- معصوم سوئم، پانچ مبارک خواتین میں سے ایک اور معصوم کی بیٹی، زوجہ اور ماں.

تاریخ ولادت :- ٢٠ جمادی الثانی بعثت کا پانچواں سال

بعض مورخین نے آپ کی ولادت کو بعثت کا دوسرا سال اور بعض نے بعثت سے پانچ سال قبل جب قریش کعبہ کی تعمیر نو کر رہے تھے بیان کرتے ہیں. آپ آنحضرتؐ کی سب سے پیاری بیٹی تھیں.

جائے ولادت :- مکہ معظمہ

شجرہ نسب:- فاطمہ بنت محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب علیہم السلام

والدہ کا نام:- خدیجہ بنت خویلد یہ محترم خاتون "ام المؤمنین" اور ائمہ معصومینؑ کی دادی اور پیغمبر اکرمؐ کی پہلی زوجہ تھیں جنہوں نے اپنے جان و مال کے ذریعے پیغمبر اکرمؐ کی خدمت اور شجر اسلام کی آبیاری کی۔ اسی لئے خداوند متعال نے آپ کو مقدس آسمانی خواتین میں سے قرار دیا۔

پیغمبر اکرمؐ نے حضرت خدیجہ کی شخصیت اور خدمات کے بارے میں فرمایا "واللہ ماابدلنی اللہ خیراً منھا آمنت بی حین کفر الناس و صدقتنی اذ کذبنی الناس و واسعنی بما لھا اذ حرمنی الناس و رزقنی منھا اللہ الولادون غیرھا من النساء" (۴۰)۔

ترجمہ:-

خدا کی قسم اس سے بہتر (زوجہ) خدا نے کسی کو میرے لیے انتخاب نہ کیا۔ وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب لوگ کفر میں مبتلا تھے۔ اس نے اس وقت میری تصدیق کی جب لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے اور اس وقت اپنے مال کے ذریعے غنی کیا جب لوگ مجھے محروم کر رہے تھے۔ خداوند عالم نے اس کے بطن سے ایسی اولاد نصیب کی جو دوسری بیویوں سے نہ ہو سکی۔

امام علیؑ کی زوجیت میں رہنے کی مدت:- آپ سال دوم ہجری ۹ سال کی عمر سے لیکر ۱۱ ہجری تک ۹ سال حضرت علیؑ کی زوجیت میں رہیں۔

تاریخ و سبب شہادت:- ۳ جمادی الثانی ۱۱ ہجری پیغمبر اکرمؐ کی رحلت کے پچانوے دن بعد آنحضرتؐ کی وفات کے بعد پہنچنے والے دکھ اور تکالیف اور

امیرالمؤمنین حضرت علیؑ کی خلافت کے غصب ہونے کو برداشت کرنے کے بعد تقریباً چالیس یا پینتالیس دن بیمار رہیں اور اسی بیماری کے نتیجے میں شہید ہو گئیں۔

محل دفن :- معلوم نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ قبرستان بقیع میں ہو یا پیغمبر اکرمؐ کے روضہ مبارک میں یا آنحضرتؐ کے گھر میں۔ یا کسی دوسرے مقام پر آپؑ کی وصیت کے مطابق آپ کے غسل و کفن اور دفن کو لوگوں سے پوشیدہ رکھا گیا۔

شوھر :- امیرالمؤمنین امام علی ابن ابیطالبؑ

اولاد :-

بیٹے۔۔ امام حسنؑ، امام حسینؑ۔

بیٹیاں۔۔ زینب کبریٰؑ، ام کلثوم۔

اسی طرح جب حضرت فاطمہؑ حاملہ تھیں تو پیغمبر اکرمؐ نے بچے کا نام "محسن" رکھا کہ جو آنحضرتؐ کی رحلت کے بعد نفسیاتی دباؤ کے بڑھنے اور حملہ آوروں کے حملہ سے دروازے اور دیوار کے درمیان دب جانے کی وجہ سے سقط ہو گیا۔

اصحاب :-

۱۔ ام ہانی بنت ابی طالب ۲۔ امامہ بنت ابی العاص ۳۔ اسماء بنت عمیس ۴۔ ام سلمہ ۵۔ ام ایمن ۶۔ فضہ ۷۔ سلمی بنت عمیس (حضرت حمزہ کی زوجہ) اور . . .

حاکمان وقت :-

۱۔ پیغمبر اکرم حضرت محمدؐ ۲۔ حضرت ابو بکر

حضرت محمدؐ آپ کے معنوی اور عرفانی مقام و منزلت کی وجہ سے آپ کا بہت

زیادہ احترام کرتے. اور دوسروں پر فوقیت دیتے تھے. اس بارے میں بے شمار روایات موجود ہیں ذیل میں ہم چند روایات نمونہ کے طور پر پیش کرتے ہیں:

۱۔ "قال رسول اللّٰہ یا فاطمہ الاترضین ان تکونین سیدۃ نساء العالمین و سیدۃ نساء ھذہ الامۃ و سیدۃ نساء المؤمنین" (۴۱).

اے فاطمہ، کیا آپ خوش نہیں کہ عالمین (دنیا و آخرت) کی عورتوں کی سردار ہوں اور اس امت (اسلام) کی مؤمن عورتوں کی سردار ہوں.

۲۔ "خرج النبیؐ و ھو آخذ بید فاطمہ. فقالؐ، من عرف ھذہ فقد عرفھا و من لم یعرفھا فھی فاطمہ بنت محمدؐ و ھی بضعۃ منی، و ھی قلبی، و روحی التی بین جنبی، فمن آذاھا فقد آذانی و من آذانی اللّٰہ تعالیٰ" (۴۲).

پیغمبر اکرمؐ نے حضرت فاطمہؑ کے ہاتھ کو پکڑا گھر سے باہر آئے اور فرمایا جو شخص بھی اس کو جانتا ہے سو جانتا ہے. اور جو نہیں جانتا جان لے کہ یہ فاطمہ بنت محمدؐ ہے یہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے یہ میرا دل اور میری روح ہے جس نے اس کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی، اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے خدا کو تکلیف پہنچائی.

۳۔ "قال رسول اللّٰہ. یا فاطمہ ان اللّٰہ عزو جل یغضب لغضبک و یرضی لرضاک" (۴۳).

اے فاطمہ، خداوند متعال تیرے غضب سے غضبناک ہوتا ہے اور تیری رضا سے راضی ہوتا ہے.

پیغمبر اکرمؐ نے اس طریقہ سے اپنے اصحاب اور اس وقت کے مسلمانوں کو حضرت

فاطمہؑ کی فضیلت اور برتری سمجھائی لیکن پیغمبر کی رحلت کے بعد خلیفہ اول کے زمانے میں فاطمہ زہراءؑ اپنے والد کے فراق میں شدید غم و اندوہ میں مبتلا رہیں۔

انہوں نے آپ کو سیاسی، اقتصادی اور نفسیاتی طور پر اس قدر شدید اور کمر شکن صدمات پہنچائے کہ عالمین کی عورتوں کا نمونہ یہ عظیم خاتون اپنے والد کی رحلت کے بعد پچانوے یا پچھتر دن تک بمشکل زندہ رہ سکیں اور اس مدت کے دوران پینتالیس دن تک بستر بیماری پر پڑی رہیں۔

ذیل میں اہل سنت کی کتابوں سے ایک واقعہ نقل کیا جا رہا ہے جو اس دور کے حکمرانوں کی طرف سے آپ کو پہنچائی گئیں تکالیف کو بیان کرتا ہے اور آپ کے ان حکمرانوں سے راضی نہ ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔

"ان فاطمہ تمسکت بحقھا بالکامل، و علمت بالمناقشات التی دارت بین زو جھا و الصدق و عمر، فاعتکفت فی منز لھا و امتنعت عن مقابلہ الصدیق، الی ان قال عمر لابی بکر، انطلق بنا الیٰ فاطمہ فانا قد اغضبناھا و استاذنا علی فاطمہ فلم تاذن لھما، فاتیا علیاً فکلماہ، فاد خلھما علیھا فلما قابلہ ھا حولت و جھھا الی الحائط ۔ فسلما علیھا، فردت علیھما السلام بصوت خافہ و تکلم ابو بکر، فقال یا حبیبۃ رسول اللہ، و اللہ ان قرابۃ رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ و سلم، احب الیّ من قرابتی و انک لاحب الی من عائشۃ ابنتی، و اللہ لو ددت یو م مات ابو ک رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ، انی مت و لم بقی بعدہ افتترانی اعرفک و اعرف فضلک و شرفک و امنعک حقک و میرانک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم، الا انی سمعت اباک رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم یقول "لا نورث ماترکناہ فھو صدقہ" فقالت : ارایتکما ان حدثتکما عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم تعرفانہ و تفعلان بہ؟

قالا : نعم فقالت : نشدتکما اللّٰہ الم تسمعا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم یقول : رضا فاطمہ من رضای و سخط فاطمہ من سخطی، فمن احب فاطمہ بنتی فقد احبنی و من ارضی فاطمہ فقد ارضانی ، و من اسخط فاطمہ فقد اسخطنی۔

قالا : نعم سمعناہ من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم۔

قالت : فانی اشہد اللّٰہ و ملائکتہ انکما اسخطتمانی و ما ارضیتمانی، و لئن لقیت النبی صلی اللّٰہ علیہ و سلم لاشکونکما الیہ

فقال ابو بکر : انا عائذ باللّٰہ من سخطہ و سخطک یا فاطمہ۔

ثم انتحب ابو بکر یبکی حتی کادت نفسہ ان تزھق

ھی تقول : واللّٰہ لادعون اللّٰہ تعالیٰ علیک فی کل صلاۃ اصلیھا ثم خرج باکیاً فاجتمع الیہ الناس ، فقال لھم : یبیت کل رجل معانقاً حلیلۃ مسروراً باھلہ و ترکتمونی و ما انا فیہ لا حاجۃ لی فی بیعتکم اقیلونی بیعتی... ۔ (۴۴)۔

ترجمہ :-

فاطمہؑ اپنے تمام حق کو لینا چاہتی تھیں اور اپنے شوہر حضرت علیؑ اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر کے درمیان (خلافت سے متعلق) ہونے والی گفتگو کو جانتی تھیں۔ حضرت علیؑ گھر میں گوشہ نشین ہو کر رہ گئے تھے۔ اور خلیفہ کے روبرو ہونے سے اجتناب کرتے تھے۔

ایک دن حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا آؤ فاطمہؑ کے پاس جائیں کیونکہ ہم نے اسے ناراض کیا ہے۔

چنانچہ وہ حضرت فاطمہؑ کے گھر آئے اور ملاقات کرنا چاہی. آپ نے ان سے ملاقات کرنے سے انکار کر دیا پھر وہ حضرت علیؑ کے پاس آئے اور حضرت فاطمہ کے ساتھ ملاقات کرنے کی درخواست کی. حضرت علیؑ کی سفارش سے ملاقات کی اجازت مل گئی تو وہ حضرت فاطمہؑ کے پاس آکر سامنے بیٹھ گئے. حضرت فاطمہؑ نے اپنا چہرہ دیوار کی طرف کر لیا انہوں نے فاطمہؑ کو سلام کیا حضرت فاطمہؑ نے انتہائی آہستہ سے سلام کا جواب دیا.

حضرت ابوبکر نے بات شروع کی اور کہا: اے رسول خداؐ کی شہزادی! خدا کی قسم میرے لئے پیغمبر کی قرابت اپنی ذات سے بھی زیادہ عزیز ہے. اور آپ مجھے میری بیٹی عائشہ سے بھی زیادہ عزیز ہیں.

خدا کی قسم میں چاہتا تھا کہ آپ کے والد کی وفات کے دن میں بھی مر گیا ہوتا اور ان کے بعد زندہ نہ رہتا.

آپ کیا سمجھتی ہیں کہ میں آپ کے فضائل و شرافت کو جانتے ہوئے آپ کو آپ کے والد کی میراث سے محروم کیا ہے؟!

کیا آپ نے اپنے والد رسول خداؐ سے یہ نہیں سنا تھا کہ انہوں نے فرمایا "جو کچھ ہم سے باقی بچے وراثت میں نہ دیا جائے گا بلکہ وہ صدقہ ہے ...؟

اس دوران حضرت فاطمہؑ بولیں اور کہا: کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے باپ رسول خداؐ سے تمھیں ایک حدیث سناؤں تاکہ تم اسے جان لو اور اس پر عمل کرو؟ کہنے لگے. جی ہاں سننا چاہتے ہیں.

فاطمہؑ نے کہا: کیا آپ نے پیغمبر اکرمؐ کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ "فاطمہ کی رضا میری رضا ہے اور فاطمہؑ کی ناراضگی میری ناراضگی ہے. پس جس نے بھی فاطمہ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی جس نے بھی فاطمہ کو خوش کیا اس نے مجھے خوش کیا جس نے فاطمہ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا".

ان دونوں نے کہا جی ہاں اس حدیث کو سنا ہے.

فاطمہؑ نے کہا: "پس میں خدا اور فرشتوں کو گواہ بناتی ہوں کہ تم لوگوں نے مجھے ناراض کیا اور مجھے راضی نہیں رکھا. جب میں پیغمبر اکرمؐ سے ملاقات کروں گی تو آپ کی شکایت کروں گی".

حضرت ابوبکر نے کہا: اے فاطمہؑ میں آپکے والد اور آپکی ناراضگی سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں. اس دوران آپ بہت شدت سے روئے اور اتنا روئے کہ جان نکلنے لگی پھر حضرت فاطمہؑ نے انہیں کہا: جو نماز بھی پڑھوں گی تمہارے لئے بد دعا کروں گی.

وہ حضرت فاطمہؑ کے گھر سے باہر نکل آئے. حضرت ابوبکر کو لوگوں نے گھیرا ہوا تھا اور وہ رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے تم میں سے ہر ایک اپنی بیوی کے ساتھ صبح تک رات بسر کرتا ہے اور اپنے گھر میں خوشحال ہے، مجھے چھوڑ دیا ہے. میں تمہاری خوشی میں شریک نہیں ہوں مجھے تمہاری بیعت کی ضرورت نہیں ہے. اپنی بیعت کو واپس لے لو اور...

جی ہاں: پیغمبر اکرمؐ کی رحلت کے بعد حضرت فاطمہؑ کے ایسے حالات تھے. اور صاحبان حکومت نے رسول کے اقرباء اور اہل بیتؑ کے بارے میں قرآن کریم کی

اس آیت "قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ" (۴۵) پر یوں عمل کیا اور اس طرح اجر رسالت کو ادا کیا۔

اہم واقعات :-

۱۔ قریش مکہ کی جانب سے شعب ابی طالب میں تین سال تک خاندان پیغمبرؐ کو پہنچائی جانے والی تکالیف اور اذیتوں میں حضرت فاطمہؑ برابر شریک رہیں۔

۲۔ آپ کی والدہ حضرت خدیجہ کبریٰؑ کا بعثت کے دسویں سال (ہجرت سے تین سال قبل) شعب ابی طالبؑ سے رہائی پانے کے بعد فور وفات پا جانا۔

۳۔ بعثت کے تیرھویں سال خاندان پیغمبرؐ اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنا۔

۴۔ آنحضرتؐ کو سفر اور غزوات میں پیش آنے والے دکھوں میں تسلی دینا۔

۵۔ حضرت علیؑ کا پیغمبر اکرمؐ سے حضرت زہراء کا رشتہ مانگنا اور پیغمبرؐ اور حضرت فاطمہؑ کا اس پیشکش کو قبول کرنا۔

۶۔ ۲ ہجری حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کی شادی اور نکاح کی رسومات کا انجام پانا۔

۷۔ ۱۵ رمضان المبارک ۲ یا ۳ ہجری کو پہلے بیٹے امام حسنؑ کا پیدا ہونا۔

۸۔ شعبان ۴ یا ۳ ہجری میں امام حسینؑ اور ۵ ہجری میں حضرت زینب اور ۶ ہجری میں حضرت ام کلثوم کا پیدا ہونا۔

۹۔ ۳ ہجری شوال المکرم میں جنگ احد کا رونما ہونا اور پیغمبر کے نزدیکی

دوستوں کا جن میں سے آپ کے چچا حمزہ بھی تھے شہید ہونا اور آپکی شہادت پر حضرت فاطمہؑ کا شدید غمگین ہونا.

۱۰ ۔ سنہ۱۰ ہجری مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان خیبر کے مقام پر جنگ کا وقوع پذیر ہونا اور اس جنگ میں پیغمبر اکرمؐ کا کامیابی سے ہمکنار ہونا اور باغ فدک (خیبر کی سرزمینوں میں سے) اپنی بیٹی فاطمہ زہراءؑ کو عطا کرنا.

۱۱ ۔ پیغمبر اکرمؐ اور نجران کے عیسائیوں کے درمیان "مباہلہ" انجام پانا اور اس مباہلہ میں حضرت امام علیؑ، حضرت فاطمہؑ، حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ کا شرکت کرنا.

۱۲ ۔ ۲۸ صفر المظفر ۱۱ ہجری کو آپکے والد حضرت محمد مصطفیٰؐ کی افسوسناک رحلت پر حضرت فاطمہؑ کا شدید غم و مصیبت میں مبتلا رہنا.

۱۳ ۔ ۱۱ ہجری پیغمبر اکرمؐ کی رحلت کے بعد مدینہ کے انصار و مہاجرین کے ایک گروہ کی طرف سے حضرت ابو بکر کو خلیفہ منتخب کرنا.

۱۴ ۔ امام علیؑ اور اہل بیتؑ کے حامیوں کی طرف سے ابو بکر کے انتخاب پر اعتراض کرنا اور پیغمبرؐ کے کچھ صحابیوں کا فاطمہؑ کے گھر میں محصور ہو کر رہ جانا.

۱۵ ۔ حضرت عمر کے حکم پر خلیفۂ اول کے سپاہیوں کا فاطمہ زہراءؑ کے گھر پر اہل بیتؑ کے حامیوں کے محاصرے کو توڑنے کیلئے حملہ کرنا اور امام علیؑ کو زبردستی نکال کر بیعت کرنے پر مجبور کرنا.

۱۶ ۔ حضرت فاطمہؑ کا زبردستی اپنے شوہر علیؑ کو گھر سے نکالنے پر روکنا اور حکومتی

سپاہیوں پر گھر کے دروازے کو بند کرنا.

۱۷۔ خلیفہ کے سپاہیوں کی طرف سے پیغمبر اکرم کے خاندان کی حرمت کو پامال کرنا اور فاطمہؑ کے گھر کے دروازے کو آگ لگا کر توڑنا جس سے آپ کے پہلو پر شدید چوٹ لگی اور زبردستی گھر میں داخل ہو کر علیؑ کو مسجد نبوی میں لے کر جانا.

۱۸۔ خلیفہ کے سپاہیوں کے وحشیانہ حملے اور دروازے اور دیوار میں آنے کے دباؤ کی وجہ سے سقط جنین ہونا.

۱۹۔ حکومت وقت کی طرف سے حضرت فاطمہؑ کے باغ فدک کو غصب کرنا اور آپ کی توہین کے ساتھ عمر بن خطاب کی طرف سے فدک کی سند کو پھاڑ دینا.

۲۰۔ حضرت فاطمہ زہراؑ کا مسجد نبویؐ میں جا کر خلیفہ کے ناحق سلوک اور اس کے حامیوں کے خلاف مدلل اور احتجاجی خطبہ دینا.

۲۱۔ حضرت فاطمہؑ کی طولانی بیماری کا آغاز اور آپ کا لوگوں سے ملاقات نہ کرنا.

۲۲۔ حضرت فاطمہؑ کا ابوبکر اور عمر بن خطاب کو ملاقات کی اجازت نہ دینا.

۲۳۔ حضرت علیؑ کے توسط سے حضرت ابوبکر اور عمر بن خطاب کو ملاقات کی اجازت ملنا اور حضرت فاطمہؑ کا واضح الفاظ میں اپنی ناراضگی کا بیان کرنا.

۲۴۔ زندگی کے آخری ایام میں حضرت فاطمہؑ کا اپنے شوہر علیؑ کو وصیت کرنا.

۲۵۔ پیغمبر اکرمؐ کی اٹھارہ سالہ جواں بیٹی کا پیغمبر کی رحلت کے ۹۵ دن بعد ۳ جمادی الثانی ۱۱ ہجری کو شہادت پا جانا.

۲۶۔ امام علیؑ کا اسماء بنت عمیس کی مدد سے حضرت فاطمہؑ کے مبارک بدن کو

غسل و کفن اور آپ کی تشیع جنازہ میں چند خاص شیعوں کا شرکت کرنا اور آپ کو اپنی وصیت کے مطابق رات کو دفن کرنا۔

حکایات:-

ا۔ حضرت زہراءؑ کی زندگی آخری ایام اور اسماء بنت عمیس

"اسماء بنت عمیس" حضرت فاطمہ زہراءؑ کی قریبی ترین دوستوں میں سے، آپؑ کے اسرار کی رازدان اور صدر اسلام کی عظیم ترین خاتون تھیں۔

یہ بافضیلت اور انتہائی قابل احترام خاتون پہلے "جعفر بن ابیطالبؑ" کے نکاح میں رہیں پھر ان کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ جب جعفر بن ابیطالبؑ جنگ موتہ میں شہید ہو گئے تو انہوں نے حضرت ابوبکر سے شادی کی پھر جب ۱۳ ہجری کو ابوبکر مدینہ میں فوت ہو گئے تو انہیں کو حضرت علیؑ کی زوجہ بننے کا شرف حاصل ہوا۔

رسول خداؐ کی رحلت کے بعد جب حضرت فاطمہؑ کی پوری زندگی دکھوں اور غموں میں گھری ہوئی تھی تو اسماء بنت عمیس خلیفہ اول کی زوجہ ہونے کے باوجود آپ کے ساتھ ہی رہتی تھیں اور آپ کو نفسیاتی سکون پہنچانے کے علاوہ آپ کے گھر کے کاموں کو بھی انجام دیتی تھیں۔

اسماء کہتی ہیں ایک دن میں فاطمہ بنت محمدؐ کے پاس بیٹھی تھی کہ حبشہ کے لوگوں اور انکے تشیع جنازے کے بارے میں باتیں ہو رہی تھیں، فاطمہؑ نے کہا عورتوں کو مروجہ طریقے سے تشیع جنازہ کرنے کا طریقہ مجھے پسند نہیں ہے کیونکہ عورت کے بدن کو ایک چادر میں لپیٹ کر ہاتھوں پر اٹھا لیتے ہیں۔

میں نے کہا ۔ اے رسول خداؐ کی بیٹی! میں جب مسلمانوں کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ میں تھی تو میں نے دیکھا کہ مُردوں کو لکڑی کے ایک تابوت میں رکھتے ہیں پھر تابوت کو کندھوں پر اٹھایا جاتا ہے۔

حضرت فاطمہؑ نے جب اہل حبشہ کے تشیع جنازہ کو سنا تو مجھے حکم دیا کہ کھجور کی ٹھنیوں اور لکڑیوں سے اسی طرح میرے لئے ایک تابوت بناؤ۔

جب تابوت تیار ہو گیا تو فاطمہؑ نے مجھے وصیت کی کہ جب بھی میری روح پرواز کر جائے تو میرے شوہر علی بن ابیطالبؑ کے ساتھ مل کر میرے غسل و کفن میں شریک ہونا اور کسی دوسرے کو میرے نزدیک نہ آنے دینا۔

فاطمہ کے بیمار ہوئے کچھ ہی دن گذرے تھے۔ اور روز بروز بیماری میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ ان تمام دنوں میں حضرت علیؑ گھر میں ہی آپ کی تیمارداری کر رہے تھے۔ اور ایک لحہ کیلئے بھی انہیں تنہا نہیں چھوڑتے تھے۔ پھر ایک دن آپ کی صحت کچھ سنبھلی اور گذشتہ دنوں سے حالات بہتر ہوئے ان دنوں میں اسماء بنت عمیس آپ کے پاس آئی ہوئی تھیں اور آپکے گھر کے کاموں کو انجام دیتی تھیں۔ امیرالمؤمنینؑ بھی کسی کام کی خاطر باہر گئے ہوئے تھے۔ امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے بھی جب ماں کی حالت بہتر دیکھی تو وہ بھی باہر چلے گئے ۔ اس دوران حضرت فاطمہؑ نے اسماء بنت عمیس (یا اس کی بہن سلمیٰ بنت عمیس) سے کہا کہ میرے غسل کرنے کیلئے پانی فراہم کرو۔

اسماء نے پانی فراہم کیا اور حضرت زہراءؑ نے غسل انجام دیا۔

اسماء نے حضرت فاطمہ کو کپڑے پہننے اور خوشبو لگانے میں آپکی مدد کی۔

پھر فاطمہؑ نے کہا کہ مجھے کمرے میں اس طرح لٹاؤ کہ میرا چہرہ قبلہ کیطرف ہو
اور مجھ پر کپڑا ڈال دو کچھ دیر کے بعد مجھے جگاؤ اگر بیدار ہوگئی تو اٹھ پڑوں گی
لیکن اگر تو نے مجھے بلایا اور میں نے تیرا جواب نہ دیا تو جان لینا کہ میں اس دنیا سے جا
کر اپنے بابا رسول خداؐ سے ملحق ہو گئی ہوں.

اسماء کہتی ہیں: آپؑ نے جیسے مجھے حکم دیا میں نے اس پر اس طرح عمل کیا. کچھ
دیر کے بعد میں نے حجرے کا دروازہ کھٹکھٹایا اور آپ کو آوازیں دیں مجھے یقین تھا کہ
آپ جاگ کر مجھے جواب دیں گی. لیکن جتنا بھی دروازہ کو کھٹکھٹایا جواب نہ ملا. ٹوٹے
ہوئے دل اور کانپتی ہوئی آواز میں کہا "یابنت محمد المصطفیٰ! یابنت اکرم من حملته النساء یا
بنت خیر من وطی الحصاء یابنت من کان من ربه قاب قوسین او ادنیٰ" جتنی بھی آوازیں دیں
جواب نہ ملا. مجبور ہو کر کمرے میں داخل ہوئی. کپڑے کو چہرے سے ہٹایا تو دیکھا کہ
آپ کی روح پرواز کر چکی ہے اور زندگی کا سورج غروب ہو چکا تھا.

اس دوران اتنی بڑی دنیا مجھ پر تنگ ہوگئی. اور سیاہ بادل میرے سر پر گرج
رہے تھے. میری ٹانگوں میں کھڑے ہونے کی طاقت نہ تھی. اس حالت میں، میں آپ کے
نزدیک بیٹھی اور چہرے کو بوسہ دیا اور رونا شروع کر دیا.

اس دوران فاطمہؑ کے بیٹے یعنی امام حسنؑ اور امام حسینؑ گھر میں داخل ہوئے
اور سیدھے ماں کے پاس آئے جب ماں کو اس حالت میں دیکھا تو کہا اسماء ہماری ماں
اس طرح کبھی نہیں سوئی ان پر کیا بیتی ہے؟

اسماء نے کہا: تمہیں تعزیت پیش کرتی ہو آپ کی ماں اس دنیا سے جا چکی ہے.

دونوں نے خود کو ماں پر گرا دیا اور ہاتھوں اور چہرے کو بوسہ دینے ۔ اور رونے لگے اسماء نے انہیں تسلی دی اور ماں کے اوپر سے ہٹایا اور کہا جاؤ اور اپنے والد حضرت علیؑ کو خبر کرو

دونوں اس حالت میں کہ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے. باپ کی طرف گئے مدینہ کے لوگوں کو پتہ چلا اور حضرت علیؑ کے ساتھ ہی گھر میں داخل ہوئے.

ان کے رونے کی وجہ سے ایک محشر بر پا تھا. حضرت علیؑ نے (حضرت فاطمہؑ کی وصیت کے مطابق) کہ جس میں آپ نے کہا تھا: اے علیؑ مجھے رات کو غسل دینا رات کو کفن پہننا اور رات کو ہی دفن کرنا. اور دوسروں کو اس کی اطلاع نہ دینا. کہ وہ میرے غسل، کفن، دفن میں، اور میری نماز جنازہ میں شریک ہوں.

حضرت علیؑ نے لوگوں سے کہا اب چونکہ رات ہے فاطمہؑ کی تجہیز و تکفین کے کام میں تاخیر ہے. لہذا آپ اپنے گھروں کو چلے جائیں.

لوگ چلے گئے. حضرت عایشہ، ابوبکر خلیفۂ اول کی بیٹی فاطمہؑ کے گھر آئی تا کہ غسل و کفن میں حصہ لے سکے اسماء بنت عمیس نے آکر اسے روکا اور کہا کہ حضرت فاطمہ کی وصیت کے مطابق آپ ان امور میں دخالت نہیں کر سکتیں.

یہ بات حضرت عایشہ کو بہت بری لگی. اور سیدھی اپنے باپ ابوبکر کے پاس آئیں اور اسماء بنت عمیس کی شکایت کی اور کہا یہ بوڑھی میرے اور دختر نبیؐ کے درمیان مانع بن گئی ہے. اور مجھے کام کرنے سے روک رہی ہے اور مجھے وہاں سے نکال دیا ہے اور فاطمہؑ کیلئے دلہن جیسا ایک پنگھوڑا بنا رہی ہے. حضرت ابوبکر اپنی بیٹی کے کہنے پر

حضرت فاطمہؑ کے گھر آئے اور اپنی بیوی سے مخاطب ہو کر کہا اے اسماء تجھے کیا ہو گیا ہے. پیغمبرؐ کی زوجہ کو اس کی بیٹی کے غسل و کفن سے روک رہی ہے. اور فاطمہ کیلئے دلہن نما پنگھوڑا بنا رہی ہے؟

اسماء نے کہا: اے خلیفہ میں حضرت فاطمہؑ کی وصیت پر عمل کر رہی ہوں انہوں نے مجھے حکم دیا تھا کہ میرے غسل و کفن میں علیؑ اور میرے سوا کوئی شریک نہ ہو اور یہ تابوت جسے دلہن کے پنگھوڑے سے تشبیہ دے رہے ہو ان کی زندگی میں ہی بنایا گیا تھا. اور انہوں نے وصیت کی تھی ان کی میت کو اس میں رکھ کر تشیع جنازہ کیا جائے.

حضرت ابوبکر نے کہا: اگر یہ پیغمبرؐ کی بیٹی کی وصیت ہے تو اسے اسی طرح انجام دو جیسے وہ چاہتی تھیں. (۴۶).

حضرت ابوبکر، لوٹ گئے ہر طرف تاریکی چھا گئی حسنؑ و حسینؑ پانی پہنچانے کی ذمہ داری ادا کر رہے تھے. حضرت علیؑ ، فاطمہؑ کے بدن کو غسل دے رہے تھے اور اسماء بنت عمیس اس کام میں انکی مدد کر رہی تھیں.

جب نصف رات ڈھل گئی، فاطمہؑ کے جنازے کو باہر لایا گیا. امام علیؑ، حسنؑ اور حسینؑ عمار، مقداد، عقیل، زبیر، ابوذر، سلمان، بریدہ اور بنی ہاشم کے خاص افراد نے فاطمہ کی تشیع جنازہ میں شرکت کی اور نماز جنازہ پڑھی. اور اسی رات کی تاریکی میں آپ کو دفن کر دیا گیا.

امیرالمؤمنینؑ نے سات قبریں اور ایک روایت کے مطابق چالیس قبریں فاطمہؑ کی قبر جیسی بنائیں تاکہ فاطمہؑ کی قبر کا پتہ نہ چل سکے تاکہ حضرت فاطمہؑ کی وصیت کے

مطابق پیغمبر اکرمؐ کی رحلت کے بعد انہیں دکھ پہنچائے والے ان کی قبر پر نہ آسکیں اور ان پر نماز جنازہ نہ پڑھ سکیں اور اگر ان کے ذہنوں میں قبر کھودنے کا خیال آئے تو ایسا نہ کر سکیں۔

اسی لئے آپ کی قبر کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے. بعض کہتے ہیں بقیع میں ہے بعض کہتے ہیں آنحضرتؐ کی قبر اور منبر کے درمیان ہے کیونکہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا تھا "میری قبر اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے. اور منبر کے پاس جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے" (۴۷).

بعض نے کہا ہے کہ حضرت فاطمہؑ کو اپنے گھر میں دفن کیا گیا اور شیعہ کے نزدیک یہ صحیح ترین قول ہے.

کیونکہ بنی امیہ نے بعد میں مسجد کو وسعت دی حضرت فاطمہؑ کا گھر اور قبر بھی مسجد النبیؐ میں شامل ہو گئی ہے.

۲۔ فاطمہ زہراءؑ اور ایثار کا درس

امام حسن مجتبیؑ، حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ، کے پہلے بیٹے ہیں اس لئے انہوں نے اپنے دیگر بہن بھائی کی نسبت والدین کو زیادہ دیکھا ہے. امام حسنؑ اور حضرت زہراءؑ کے درمیان ماں کی ممتا کے علاوہ ایک خاص رابطہ بھی تھا کہ اکثر اوقات ایک دوسرے کے رموز و اسرار سے آگاہ ہوتے تھے. اور امام حسنؑ نے اپنی ماں کی خالص تربیت سے بھی بہت زیادہ استفادہ کیا تھا.

ان میں سے ایک روایت یہ ہے جو امام نے بیان کی ہے کہ ایک دفعہ رات کو

میری ماں حضرت فاطمہؑ مصلیٰ عبادت پر کھڑی ہوئیں اور بندگی خدا میں مشغول ہوگئیں. وہ مسلسل رکوع، سجود، قیام اور دعا میں مشغول رہیں یہاں تک کہ صبح طلوع ہوگئی میں انہیں دیکھ رہا تھا وہ مسلسل مؤمنین و مؤمنات کیلئے دعا کر رہی تھیں. ان کے نام لیکر خدا سے دعا کر مانگ رہی تھیں اور اپنے لئے دعا میں کچھ بھی طلب نہیں کر رہی تھیں.

عبادت سے فارغ ہونے کے بعد میں نے پوچھا "ماں! چند گھنٹے جب آپ عبادت میں مصروف تھیں تو صرف دوسروں کیلئے دعا کرتی رہیں اور اپنے لئے کوئی دعا نہیں مانگی" ماں نے میری طرف دیکھا اور کہا "یا بنی! الجار ثم الدار" یعنی اے میرے بیٹے پہلے ہمسایوں کیلئے دعا کرو پھر اپنے لئے.

جی ہاں! فاطمہ زہراءؑ عملاً اپنے نور نظر کو ایثار کا درس دے رہی تھیں. (۴۸).

اقوال زرین :-

۱۔ "قالت فاطمۃ الزھراء علیھا السلام: حبب الیّ من دنیا کم ثلاث تلاوۃ کتاب اللّٰہ، و النظر فی وجہ رسول اللّٰہ، و الانفاق فی سبیل اللّٰہ" (۴۹).

تمہاری دنیا میں مجھے تین چیزیں پسند ہیں قرآن کی تلاوت، پیغمبر اکرمؐ کے چہرے کی طرف دیکھنا اور خدا کی راہ میں خرچ کرنا.

۲۔ "قالت علیھا السلام: خیر للنسا ان لا یرین الرجال و لا یراھن الرجال" (۵۰). وہ چیز جو عورتوں کیلئے بہتر ہے (بغیر ضرورت) کے نامحرم مردوں کو نہ دیکھے اور نامحرم بھی اسے نہ دیکھیں.

۳۔ "قالت علیھا السلام: و قد اوصاکم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ) باتباعنا و مودتنا و التمسک بنا" (۵۱).

رسول خداؐ نے تمہیں ہم (اہل بیتؑ) کی پیروی کرنے کی ہم سے محبت اور ہم سے جدا نہ ہونے کی وصیت فرمائی ہے۔

۴۔ "قالت علیھا السلام: شیعتنا من خیار اھل الجنۃ و کل محبینا و موالی اولیائنا و معادی اعدائنا" (۵۲).

ہمارے شیعہ جنت کے بہترین افراد میں سے ہیں۔ اور ہمارے دوستوں کے دوست اور ہمارے دشمنوں کے دشمن سب جنت میں ہوں گے۔

۵۔ "قالت علیھا السلام: لا تصلی علی امۃ نقضت عھد اللہ و عھد ابی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) فی امیر المؤمنین علی (علیہ السلام) و ظلموا الی حقی و اخذوا ارثی و حرقوا صحیفتی التی کتبھا الی ابی بملک فدک و کذبوا شھودی" (۵۳).

وہ امت کہ جس کے خدا اور رسول اللہؐ کے عہد کو امیر المؤمنینؑ کی ولایت اور رہبری کیلئے توڑ دیا انہیں حق حاصل نہیں ہے کہ میرے جسم پر نماز جنازہ پڑھیں اور جنہوں نے ہم پر ناحق ظلم کیے ہمارے حق کو غصب کیا، فدک کی مالکیت کی سند کو پھاڑ کر جلا ڈالا اور جنہوں نے میرے معصوم گواہوں کو۔جھٹلایا مجھ پر نماز جنازہ پڑھنے کا حق نہیں رکھتے۔
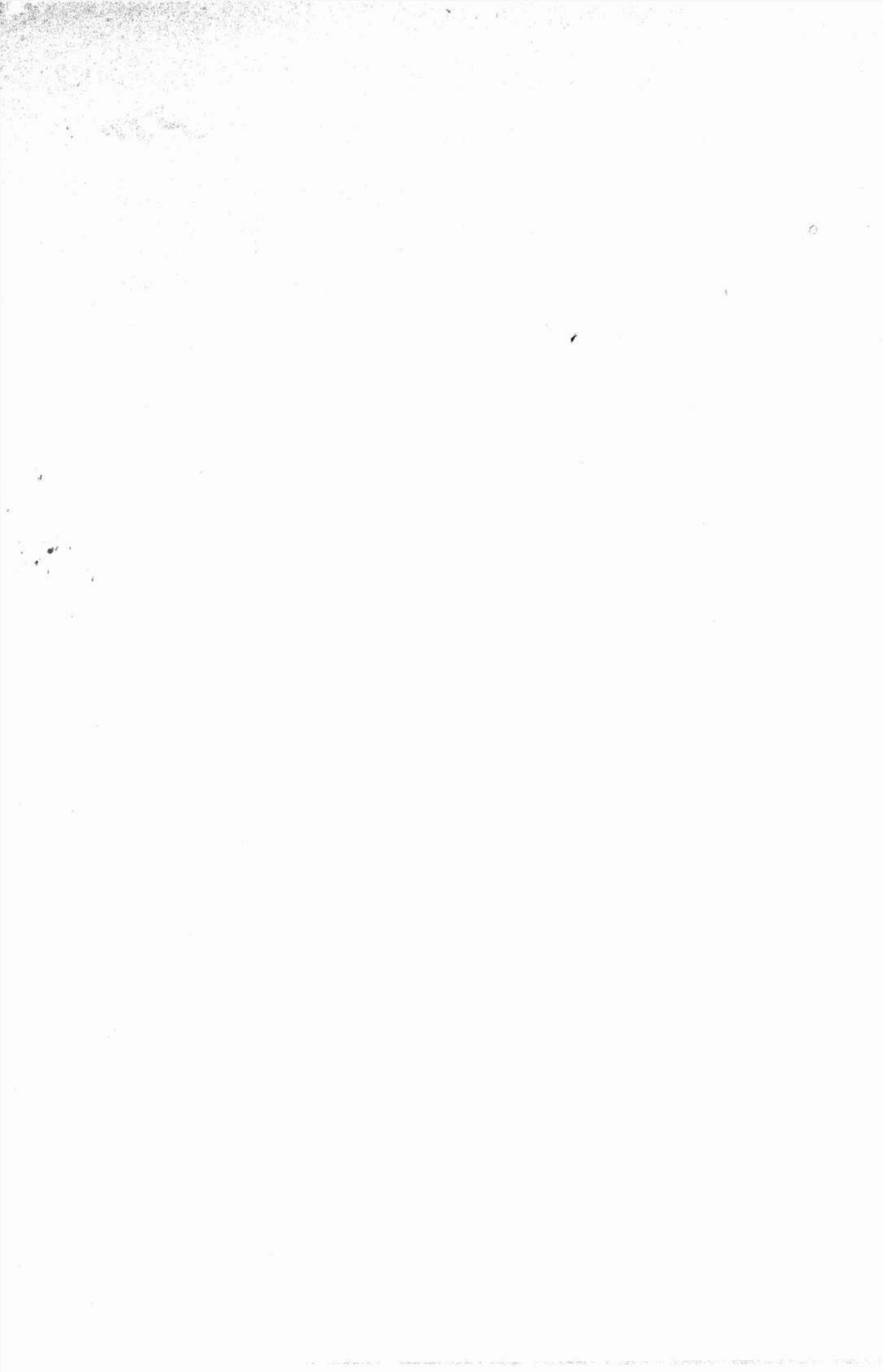
حضرت امام حسنؑ

نام:- حسن بن علیؑ

کنیت:- ابو محمد۔ آپ کا نام اور کنیت رسول اکرم حضرت محمدؐ نے تجویز فرمایا۔

القاب:- مجتبیٰ، سید، سبط، زکی، تقی، حجت، بر، امین، زاہد و طیب۔

منصب:- چوتھے معصوم اور دوسرے امام

تاریخ ولادت:- ۱۵ رمضان المبارک ۳ ہجری۔ بعض مورخین لکھتے ہیں آپ ۲ ہجری میں پیدا ہوئے۔ امام حسنؑ حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہ زہراؑ کی پہلی نرینہ اولاد تھے۔

جائے ولادت:- مدینہ منورہ

شجرہ نسب:- حسن بن علی بن ابیطالب بن عبدالمطلب علیہم السلام

والدہ کا نام:- فاطمہ زہراؑ دختر پیغمبر اکرمؐ

مدت امامت:- آپ کے والد حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد یعنی رمضان المبارک ۴۰ ہجری سے ماہ صفر ۵۰ ہجری تک، بمدت ۱۰ سال۔

اس دوران سات ماہ اور چوبیس دن آپ نے امور خلافت و حکومت انجام دیئے پھر صلح کے نتیجہ میں حکومتی امور معاویہ بن ابی سفیان کے ہاتھ چلے گئے۔

تاریخ اور سبب شہادت :۔ آپ نے ۲۸ صفر سال ۵۰ ہجری ۴۷ سال کی عمر میں معاویہ کے اشارے پر آپکی زوجہ جعدہ بنت اشعث کا زہر دینا، آپ کی شہادت کا سبب بنا. جس کی وجہ سے آپ چالیس دن تک بیمار رہے اور اسی بیماری کی حالت میں انتقال فرماگئے۔

محل دفن :۔ مدینہ کے قبرستان بقیع میں اپنی دادی حضرت فاطمہ بنت اسد کی قبر کے ساتھ دفن ہوئے۔

ازواج :۔ ۱۔ ام بشیر بنت ابی مسعود ۲۔ خولہ بنت منظور ۳۔ ام اسحاق بنت طلحہ ۴۔ سلمیٰ بنت امرء القیس ۵۔ جعدہ بنت اشعث ۶۔ ام کلثوم بنت فضل بن عباس ۷۔ ہند بنت عبدالرحمن بن ابی بکر۔

اولاد :۔

بیٹے۔ ۱۔ زید ۲۔ حسن مثنیٰ ۳۔ عمر ۴۔ قاسم ۵۔ عبداللہ ۶۔ عبدالرحمن ۷۔ ابوبکر ۸۔ حسین اثرم ۹۔ طلحہ۔

بیٹیاں۔ ۱۔ ام حسن ۲۔ ام حسین ۳۔ فاطمہ ۴۔ ام سلمہ ۵۔ ام عبداللہ ۶۔ رقیہ

بعض مورخین آپ کی اولاد، کو مذکورہ تعداد سے زیادہ نقل کرتے ہیں. لیکن اس پر سب کا اتفاق ہے کہ آپ کی نسل فقط حسن مثنیٰ اور زید سے آگے بڑھی۔

امام حسنؑ کی اولاد میں سے چار بیٹے کربلا کی سرزمین پر اپنے عظیم چچا امام حسینؑ کی ہمراہی میں شہید ہوئے۔ ان میں سے ایک "حسن مثنیٰ" کربلا میں شدید زخمی ہوئے جو بعد از آں صحت یاب ہوئے۔

اصحاب:-

۱۔ ابراہیم بن مالک اشتر
۲۔ عبداللہ بن عباس
۳۔ ابو ثمامہ صیداوی
۴۔ جابر بن عبداللہ انصاری
۵۔ جاریہ بن قدامہ
۶۔ جبلہ بن علی شیبانی
۷۔ حبیب بن مظاہر اسدی
۸۔ حذیفہ بن اسد غفاری
۹۔ رفاعۃ بن شداد
۱۰۔ سعید بن قیس ہمدانی
۱۱۔ قیس بن سعد انصاری
۱۲۔ سعید بن مسعود ثقفی
۱۳۔ سلیم بن قیس ھلالی
۱۴۔ صعصہ بن صوحان عبدی
۱۵۔ عامر بن واثلہ کنانی
۱۶۔ عمر بن ابی سلمہ
۱۷۔ ابو مخنف لوط بن یحیی
۱۸۔ کمیل بن زیاد نخعی
۱۹۔ مسیب بن نخبہ فزاری
۲۰۔ میثم بن یحیی تمار و...

حاکمان وقت:-

۱۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم (عام الفیل۔ ۱۱ ہجری)۔
۲۔ حضرت ابوبکر (۵۱ قبل ہجرت۔ ۱۳ ہجری)۔
۳۔ حضرت عمر بن خطاب (۴۰ قبل ہجرت۔ ۲۳ ہجری)۔

۴۔ حضرت عثمان بن عفان (۴۷ قبل ہجرت۔ ۳۵ ہجری)۔

۵۔ امیرالمؤمنین علی بن ابیطالبؑ (۲۳ قبل ہجرت۔ ۴۰ ہجری)۔

۶۔ معاویہ بن ابی سفیان (۲۰ قبل از ہجرت۔ ۶۰ ہجری)۔

حضرت رسول اکرمؐ اور امیرالمؤمنین علیؑ، امام حسنؑ سے بہت محبت کرتے تھے۔ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے بارے میں آنحضرتؐ کی سیرت اور فرمودات آپ کی شدت محبت کو بیان کرتے ہیں مؤرخین و محدثین اہل سنت و اہل تشیع نے آپ کی سیرت و احادیث کو تواتر کے ساتھ نقل کیا ہے۔ ان میں سے چند احادیث درجہ ذیل ہیں:

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا "الحسن و الحسین سیدا شباب اھل الجنۃ" (۵۴)۔ حسنؑ اور حسینؑ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ دوسری حدیث میں فرماتے ہیں "ریحانتای من ھذہ الامۃ" (۵۵)۔ ایک اور حدیث میں ارشاد ہوا ہے "ھذان ابنای و ابنا ابنتی، اللھم انک تعلم انی احبھما فاحبھما" (۵۶)۔ یہ (امام حسنؑ اور امام حسینؑ) میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے نور نظر ہیں، خدایا تو جانتا ہے میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔ پس تو بھی ان سے محبت کر

دوسری حدیث میں آیا ہے "من احب الحسن و الحسین احببتہ و من احببتہ احبہ اللّٰہ و من احبہ اللّٰہ ادخلہ الجنۃ و من ابغضھما ابغضہ و من ابغضہ ابغضہ اللّٰہ و من ابغضہ اللّٰہ ادخلہ النار" (۵۷)۔ جو شخص بھی حسنؑ اور حسینؑ سے محبت کرے تو میں بھی اس سے محبت کرتا ہوں اور جس سے میں محبت کرتا ہوں، خدا بھی اسے پسند کرتا ہے۔ اور جسے خدا پسند

کرے اسے جنت میں داخل کرے گا. جس شخص نے حسنؑ اور حسینؑ سے دشمنی کی میرا بھی دشمن ہے. اور جو میرا دشمن ہو خدا کا بھی دشمن ہے. اور جو خدا کا دشمن ہو جہنم اس کا ٹھکانہ ہے.

ایک اور حدیث میں پیغمبرؐ فرماتے ہیں "حسن منی و انا منہ احب اللہ من احبہ" (۵۸). حسنؑ مجھ سے ہے اور میں حسن سے ہوں. خدا اس شخص کو پسند کرتا ہے جو حسنؑ سے محبت کرے.

امام حسنؑ تمام امور میں حضرت علیؑ کے معاون اور مددگار تھے. حضرت علیؑ کی وہ مشہور وصیتیں جو آپ نے امام حسنؑ سے کیں نہج البلاغہ میں تفصیل کے ساتھ بیان کی ہوئی ہیں. امام علیؑ نے آپکو فضائل و کمالات کی وجہ سے اپنا جانشین اور وصی معین مقرر فرمایا. اس سلسلے میں بہت دلائل موجود ہیں ان میں سے ایک روایت سلیم بن قیس کی ہے وہ کہتا ہے:

"شھدت امیرالمؤمنین علیہ السلام حین اوصی الی ابنہ الحسن و اشھد علی وصیتہ الحسین و محمداً و جمیع ولدہ و رؤساء شیعتہ و اھل بیتہ. ثم رفع الیہ الکتاب و السلاح و قال لہ. یا بنی امرنی رسول اللہ ان اوصی الیک و ادفع الیک کتبی و سلاحی کما اوصی الی و دفع الی کتبہ و سلاحہ و امرنی ان آمرک اذاحضرک الموت ان تدفعھا الی اخیک الحسینؑ..." (۵۹). سلیم کہتا ہے: میں اس وقت موجود تھا جب امام علیؑ اپنے فرزند امام حسنؑ کو وصیت فرما رہے تھے اور اس وصیت پر امام حسینؑ، محمد بن حنفیہ، اور تمام بزرگان شیعہ کو گواہ بنایا. اس کے بعد تبرکات امامت یعنی کتابیں اور اسلحہ وغیرہ امام حسنؑ کے سپرد کیا، اور فرمایا: اے

میرے نور نظر! پیغمبر اسلام نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں تمہیں وصیت کروں اور کتب اور اسلحہ تمہارے سپرد کروں جس طرح یہ چیزیں میرے سپرد کی گئی تھیں. آنحضرتؐ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں تمہیں امر کروں کے جب بھی تمہاری موت قریب ہو تو تم بھی تبرکات امامت کو اپنے بھائی حسینؑ کے حوالے کردینا.

پہلے تین خلفاء بھی امام حسنؑ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے تھے اور آپ کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے. لیکن معاویہ بن ابی سفیان امام علیؑ کی شہادت کے بعد خود کو غیر متنازعہ خلیفۃ المسلمین تصور کرتا تھا. اور اس نے اپنے مکر و حیلہ کے ذریعہ بڑے بڑے قبائل کے سرداروں کو امام کی حمایت کرنے سے دور کیا اور امام کو جنگ و حکومت کے میدان میں تنہا کر دیا.

امام حسنؑ نے بہت جد و جہد کی کہ اپنے حق کے دفاع کے لئے معاویہ کی سیاسی اور فوجی یلغار کا مقابلہ کریں لیکن قبائل کے سرداروں اور بعض فوجی کمانڈروں کی خیانت کی بدولت آپ چند شیعوں کے ہمراہ تنہا رہ گئے اور مجبور ہو کر معاویہ سے صلح کرنا پڑی.

اگر چہ معاویہ نے بعض اصحاب پیغمبرؐ کی موجودگی میں اس صلحنامہ پر دستخط کیے لیکن بعد میں نہ صرف اس پر عمل پیرا نہ ہوا بلکہ اس صلحنامہ کے بر عکس عمل کرنے لگا. اور اپنے مکر و فریب کی بدولت امامؑ کی زوجہ کے ذریعے ، امام کو زہر دلوا کر شہید کرادیا.

اہم واقعات :-

۱۔ ۱۱ ہجری میں رحلت حضرت محمدؐ کی رحلت۔

۲۔ پیغمبرؐ کی رحلت کے بعد مخالفین کی طرف سے حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہ زہراءؑ پر نفسیاتی دباؤ۔

۳۔ ۱۱ ہجری میں حضرت فاطمہؑ کی شہادت۔

۴۔ خلیفۂ دوم و سوم کے زمانے میں مشرکین کے خلافُ جنگوں میں آپ کا شرکت کرنا۔

۵۔ غریبوں اور فقیروں کے لئے مہمانخانے کی تعمیر۔

۶۔ خلیفہ سوم کو پانی پہچانا۔ (جب وہ مخالفوں کے نرغے میں تھا)۔

۷۔ حضرت عثمان کے قتل کے بعد خلافت کی باگ ڈور سنبھالنے میں اپنے والد کی مدد۔

۸۔ امام علیؑ کی رکاب میں جنگ جمل، صفین اور نہروان میں فوجی کمانڈر کی حیثیت سے فرائض کی انجام دہی۔

۹۔ ۴۰ ہجری ۲۱ رمضان المبارک میں حضرت علیؑ کا شہید ہو جانا۔

۱۰۔ حضرت علیؑ کی نماز جنازہ اور کفن و دفن اور آپ کی قبر مبارک کو لوگوں کی نظروں سے مخفی رکھنے جیسے امور کی انجام دہی۔

۱۱۔ امام علیؑ کی شہادت کے بعد لوگوں کا مسجد کوفہ میں آپ کی بیعت کرنا۔

۱۲۔ ۲۱ رمضان ۴۰ ہجری میں خلافت اسلامی کی باگ ڈور سنبھالنا۔

۱۳۔ امام حسنؑ اور معاویہ کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ

۱۴۔ امام حسنؑ بصرہ اور کوفہ میں معاویہ کے دو جاسوسوں کو پھانسی کا حکم دینا۔

۱۵۔ معاویہ بن ابی سفیان کا امامؑ کے ساتھ اعلان جنگ اور لشکر شام کی کوفہ کی طرف روانگی۔

۱۶۔ امام کے لشکر کا جنگ کے لئے آمادگی کا اعلان اور مختلف شہروں میں جنگ کے مقدمات کی فراہمی۔

۱۷۔ بعض سپہ سالاروں کی خیانت اور انکا معاویہ کے لشکر سے مل جانا۔

۱۸۔ ساباط مدائن میں امام حسنؑ کا جراح بن سنان خارجی کے ہاتھوں زخمی ہونا۔

۱۹۔ معاویہ بن ابی سفیان کے لشکر کو فوجی اور نفسیاتی طاقت میں اضافہ اور بتدریج امام کے سپاہیوں میں کمی واقع ہونا۔

۲۰۔ امام حسنؑ کا مجبور ہو کر معاویہ کے ساتھ صلح کرنا اور امور خلافت جمادی الاول (یا ربیع الاول) ۴۱ ہجری میں اس کے سپرد کرنا۔

۲۱۔ معاویہ کا صلح نامہ کی شرائط پر پابند ہونے کا اعلان کرنا۔ اور تمام اسلامی شہروں پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد ان شرایط سے انکار۔

۲۲۔ امام حسنؑ اور آپ کے خاندان کا کوفہ سے مدینے کی طرف واپسی۔

۲۳۔ معاویہ کا اپنے مکر و فریب کے ذریعے لوگوں سے یزید کی ولیعہدی کے لئے بیعت لینا۔ اور اس سلسلے میں اس کا امامؑ سے خطرہ محسوس کرنا۔

۲۴۔ معاویہ کے کارندوں کا امام کی زوجہ جعدہ بن اشعث کندی کو اکسانا اور اپنے مکرو فریب کے ذریعے امام کو زہر دینے کے لئے آمادہ کرنا۔

۲۵۔ امامؑ کا اپنی زوجہ جعدہ بنت اشعث کندی کے ہاتھوں مسموم ہونا اور چالیس دن کی بیماری کے بعد ۲۸ صفر ۵۰ ہجری کو مدینہ منورہ میں جام شہادت نوش کرنا۔

۲۶۔ امامؑ کو پیغمبرؐ کے پہلو میں دفن کرنے سے، حضرت عائشہ، مروان اور بنی امیہ کے طرفداروں کا رکاوٹ بننا۔

۲۷۔ امامؑ کو جنۃ البقیع میں اپنی دادی فاطمہ بنت اسدؑ کے جوار میں دفن کرنا۔

حکایات :-

۱۔ امامؑ کا خلافت اسلامی کے لئے منتخب ہونا

جب امیرالمؤمنینؑ محراب مسجد کوفہ میں عبدالرحمن بن ملجم مرادی لعنۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں شدید زخمی ہوے اور ۲۱ رمضان ۴۰ ہجری کی رات جام شہادت نوش فرمایا۔ تو امام حسنؑ نے آپ کے جسم مبارک کو غسل دینے کے بعد نماز جنازہ پڑھ کر آپکو کوفہ کے اطراف میں دفن کیا جو بعد میں نجف کے نام سے معروف ہوا آپ کے محل دفن سے متعلق قریبی رشتہ داروں کے علاوہ کوئی شخص بھی باخبر نہ تھا۔

۲۱ رمضان کے دن کوفہ کے لوگ انفرادی اور اجتماعی طور پر امامؑ کے گھر کے اردگرد دھاڑیں مار کر رو رہے تھے۔ اور بعد میں سب سوگوار مسجد کوفہ میں جمع ہوئے۔ جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا تھا سوگواروں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا تھا مرد اپنے سر و صورت پر تماچے مار مار کر رو رہے تھے۔ اور پشت پردہ سوگوار عورتوں کی آہ و پکار فضا میں گونج رہی تھی۔ مسجد میں حشر کا سا سماں تھا۔ اس دن سب لوگ ایک دوسرے سے بے خبر اپنے عزیز کی شہادت پر خون جگر رو رہے تھے۔ البتہ ان سوگواروں میں منافقین،

خوارج اور بنی امیہ کے حامی بھی موجود تھے۔ جن کے چہروں پر ظاہری غم کے آثار تھے لیکن اندرونی طور پر شیطانی دل خوشی و انبساط سے لبریز تھے۔

نماز ظہر کے نزدیک فرزندان امیرالمؤمنینؑ، امام حسنؑ، امام حسینؑ، محمد بن حنفیہ اور اصحاب خاص جیسے ہی مسجد میں داخل ہوئے تو گریہ و زاری اور تکبیر کی آوازیں بلند ہونا شروع ہوئیں۔ جیسے ہی لوگوں کی نظریں امام علیؑ کے بیٹوں پر پڑیں تو لوگ دھاڑیں مار کر رونے لگے۔

امام حسنؑ جب منبر افروز ہوئے اور چاہا کہ گفتگو کریں لیکن گریہ کے سبب کچھ بول نہ سکے اور ان کے ساتھ لوگوں کے رونے کی آوازوں نے مسجد کی فضا کو آہوں اور نالوں سے پُر کر دیا۔ امام نے خود کو سنبھالا اور ایسا فصیح و بلیغ خطبہ دیا کہ لوگ تعجب کی وجہ سے انگشت بدندان رہ گئے۔ آپ نے اس خطبے میں فرمایا "ہم ایسے مرد الٰہی کا سوگ منا رہے ہیں جس پر سابقین نے کسی بھی عمل خیر میں سبقت حاصل نہ کی۔ جس نے پیغمبرؐ کی رکاب میں جہاد کیا اور جو اپنی جان کو رسول اللہؐ پر قربان کرتے تھے۔ جب بھی آپؑ رسول اللہؐ کے حکم سے کسی کام کو انجام دینے جاتے تو جبرئیل آپ کے دائیں اور میکائیل آپ کے بائیں طرف ہوتے تھے۔ آپ ہمیشہ پیغمبرؐ کے لئے نصرت اور کامیابی کی خوشخبری لاتے تھے۔ اب وہ شخص دنیا سے رخصت ہو گیا ہے اور ۷۰۰ درہم کے سوا کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ یہ مصیبت عظمیٰ جو ہم پر اور ہمارے جد کی امت پر نازل ہوئی ہے میں اس پر خداوند متعال سے صبر طلب کرتا ہوں"۔ جب آپ کی گفتگو یہاں تک پہنچی تو شدت غم اور گریہ کے سبب آپ کی گفتگو رک گئی اور اپنے والد کے غم میں

آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

اسی دوران عبداللہ بن عباس نے منبر کے قریب کھڑے ہو کر حمد الٰہی اور پیغمبرؐ اور امیرالمؤمنینؑ پر درود بھیجنے کے بعد کہا: اے لوگو! یہ (امام حسنؑ) تمہارے نبی فرزند اور امام علیؑ کے وصی و جانشین ہیں، اٹھو اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرو۔

لوگوں نے کہا: وہ ہمارے امام ہیں، ہم ان کو چاہتے ہیں اور ان کا حق ہم پر واجب ہے۔ اور یوں لوگوں نے اپنے میل و رغبت سے بیعت کی۔

امام حسنؑ نے فرمایا: "اگر تم میری بیعت کرنا چاہتے ہو تو اس کی ایک شرط ہے کہ میں جس سے جنگ کروں تمہیں بھی جنگ کرنا ہوگی اور جس سے صلح کروں تمہیں، صلح کرنا ہوگی اور اپنے امام کے تابع رہنا ہوگا"۔ لوگوں نے امام کی شرائط کو قبول کیا اور سب صفوں میں کھڑے ہوگئے اور آپؑ کی بیعت کرنے لگے۔ یہ واقعہ ۲۱ رمضان المبارک سنہ ۴۰ ہجری میں پیش آیا۔ اس وقت آپؑ کی عمر مبارک ۳۷ سال تھی۔

اس کے بعد امام نے خلافت اسلامی کی باگ ڈور سنبھالی اور (حکومت اسلامی) میں اپنے گورنر اور نمایندے مقرر کیے (۴۰)۔

۲۔ معاویہ کا حضرت زینب کبریٰؑ کی بیٹی کا رشتہ مانگنا اور امام حسنؑ کا منفی جواب

معاویہ، صلح کے بعد خلافت اسلامی کو اپنے قبضہ میں لینے اور اہل بیت رسول اللہؐ کو میدان رقابت سے خارج کرنے کے بعد، اپنی حکومت کی بنیادوں کو مستحکم کرنے میں لگ گیا۔ اس نے اہل بیتؑ کے ساتھ اپنے روابط استوار کرنے کو بہترین طریقہ جانا اور

ان سے رشتہ لینے کا فیصلہ کیا. تا کہ اس طرح شرافت اور بزرگی کو بھی حاصل کر سکے

اس مقصد کیلئے اس نے "مروان بن حکم" جو مدینے کا گورنر تھا، خط لکھا اور حکم دیا کہ یزید بن معاویہ کے لئے ام کلثوم بنت عبداللہ بن جعفر کا رشتہ مانگے اور عبداللہ بن جعفر کے لئے بعض تحفے تحائف ارسال کئے.

مروان بن حکم نے عبداللہ بن جعفر کو دربار میں بلایا اور ان سے یزید کے لئے بیٹی کا رشتہ مانگا. عبداللہ بن جعفر چونکہ معاویہ کے پلید ارادوں سے واقف تھے. مروان کو جواب دیا کہ: ہماری بیٹیوں کا اختیار امام حسنؑ کے ہاتھ میں ہے تم ان سے میری بیٹی کا رشتہ مانگو

مروان بن حکم مجبور ہو کر امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی بیٹی کا رشتہ مانگا. امام نے فرمایا: ایک دعوت میں کچھ لوگوں کو مدعو کرو. پھر اس مجمع میں مجھ سے رشتہ مانگو، تب تجھے جواب دوں گا، مروان نے بنی ہاشم اور بنی امیہ کے بزرگوں کو ایک دعوت میں مدعو کیا اور اس مجلس میں کھڑے ہو کر کہا: امیرالمؤمنینؑ معاویہ بن ابی سفیان نے مجھے حکم دیا ہے کہ ام کلثوم بنت عبداللہ بن جعفر کا رشتہ یزید کے لئے مانگوں اور لڑکی کا باپ جتنا بھی حق مہر تعیین کرنا چاہے معاویہ دینے کے لئے تیار ہے. عبداللہ بن جعفر کا تمام قرض بھی ادا کر دیا جائے گا. اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ رشتہ اس لئے مانگا جارہا ہے کہ جو صلح بنی ہاشم اور بنی امیہ کے درمیان ہوئی ہے محکم تر ہو سکے اور یوں بھی یزید بن معاویہ ام کلثوم بنت عبداللہ کا ہم کفو ہے. قسم ہے مجھے اپنی جان کی بہت سی ایسی خواتین ہیں جو یزید کے ساتھ شادی کرنا

چاہتی ہے. یزید ایسا شخص ہے جس کے چہرے پر آسمان سے بادل سایہ کرتا ہے. اب میں چاہتا ہوں کہ امام حسنؑ اور عبداللہ بن جعفر بھی اس رشتے کو قبول کریں اور اپنی رضایت کا اظہار فرمائیں. امام حسنؑ کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

۱۔ تم نے جو یہ کہا ام کلثوم کا والد جتنا بھی مہر تعیین کرے اسے معاویہ دینے کے لئے تیار ہے. جان لو ہم اہل بیتؑ مہر کے معاملے میں سنت پیامبرؐ سے تجاوز نہیں کرتے، اپنے اہل و عیال کے لئے اتنا ہی مہر معین کرتے ہیں جتنا سنت پیغمبر ہے اور اسی پر پابند ہیں.

۲۔ تم نے یہ جو کہا کہ معاویہ لڑکی کے والد کے تمام قرضے ادا کر دیگا. ہم نے ابھی تک نہیں دیکھا کہ لڑکیوں نے اپنے مہر کے ذریعے اپنے والد کے قرض کو ادا کیا ہو.

۳۔ تم نے یہ جو کہا کہ یہ شادی صلح کو مضبوط کرنے کے لئے ہو رہی ہے! تو یہ جان لو ہماری دشمنی تم سے خدا کی خاطر ہے اسی لئے ہم دنیا کی خاطر تم سے دوستی نہیں کرینگے

۴۔ یہ کہ یزید ایسا شخص ہے کہ جو کفو اور ہم شان نہیں رکھتا، یہ غلط ہے چونکہ آج بھی اس کا کفو وہی کل کا کفو ہے (جاہلیت کا زمانہ اور پیغمبر سے جنگ) اور اس کے باپ کی حکومت بھی اسے کوئی فضیلت نہیں دے سکتی.

۵۔ یہ کہ آسمان سے بادل یزید کے چہرے پر سایہ کرتا ہے، جھوٹ کے سوا کچھ نہیں ہے. بلکہ یہ شرف فقط خاندان آل رسولؐ کو ہی حاصل ہے.

امام حسنؑ نے اپنے فصیح اور بلیغ بیان سے نہ فقط معاویہ کی درخواست کا منفی

جواب دیا بلکہ معاویہ اور یزید کو بنی ہاشم اور بنی امیہ کے بزرگوں کے درمیان ذلیل و خوار کردیا.

بعد میں امام نے فرمایا: ہم چاہتے ہیں کہ ام کلثوم بنت عبداللہ بن جعفر کو اپنے پسر عمو قاسم بن محمد بن جعفر کے ساتھ بیاہ دیں. اور اس کا مہر اپنا باغ جو مدینے کی اطراف میں واقع ہے قرار دیتے ہیں.

مروان بن حکم نے معاویہ کو اس ناگوار ماجرا سے جب آگاہ کیا. تو معاویہ بن ابی سفیان اس واقعے سے سخت رنجیدہ ہوا اور کہنے لگا: ہم نے ان سے رشتہ مانگا تو انھوں نے انکار کیا اگر وہ ہم سے رشتہ طلب کرتے تو ہم ضرور قبول کرتے (۶۱).

اقوال زرین :-

۱۔ "قال الحسن علیہ السلام: حسن السؤال نصف العلم" (۶۲).

بہترین سوال نصف علم ہے.

۲۔ "قال علیہ السلام: و اعلم ان الدنیا فی حلالھا حساب و فی حرامھا عقاب و فی الشبھات عتاب" (۶۳).

دنیاوی حلال چیزوں کا حساب اور حرام چیزوں کے لئے عذاب ہے اور مشکوک اشیاء کے لئے سرزنش ہے.

۳۔ "قال علیہ السلام: راس العقل معاشرۃ الناس بالجمیل" (۶۴).

لوگوں کے ساتھ اچھا میل جول رکھنا عقلمندی کی نشانی ہے.

۴۔ "قال علیہ السلام: و الذی بعث محمداً بالحق لا ینتقص احد من حقنا الا نقصہ اللہ من

عمله" (۶۵).

قسم ہے اس خدا کی جس نے محمدؐ کو بر حق مبعوث کیا جو شخص بھی ہمارے حق کو پایمال کریگا خدا اس کے عمل میں کمی کرے گا۔

۵ ۔ "قال علیه السلام: اذا اردت عزاً بلا عشیرة و هیبة بلا سلطان فاخرج من ذل معصیة اللّٰه الیٰ عز طاعة اللّٰه عز و جل" (۶۶).

اگر بغیر قوم و قبیلے کے عزت اور بغیر حکومت کے رعب و جلال حاصل کرنا چاہو تو معصیت خدا کی ذلت سے نکل کر اطاعت الٰہی کے قلعے میں داخل ہو جاؤ۔
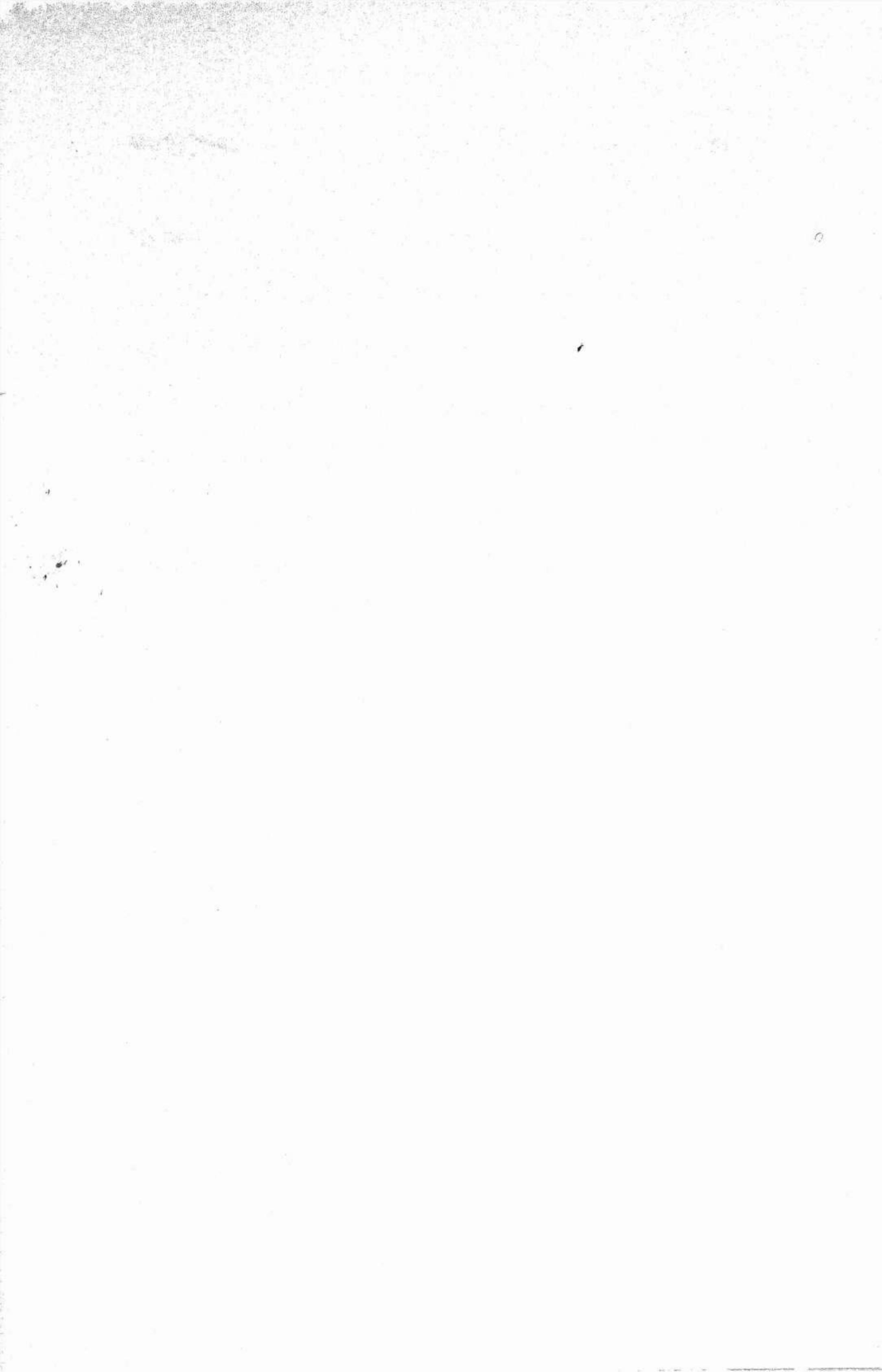
حضرت امام حسینؑ

نام :- حسین بن علیؑ

انجیل میں آپ کا نام "طالب" اور توریت میں "شبیر" بیان ہوا ہے.

کنیت :- ابو عبداللہ اور ابو علی

القاب :- سید الشہداء، سبط ثانی، سید شباب اہل الجنۃ، سبط الاسباط، رشید، وفی، طیب، سید، زکی، مبارک و...

منصب :- پانچویں معصوم اور تیسرے امام.

تاریخ پیدائش :- ۳ شعبان المعظم ۴ سنہ ہجری

بعض مورخین نے آپ کی ولادت کو ۵ سنہ ہجری اور بعض نے ۳ سنہ ہجری کو بیان کیا ہے.

جائے پیدائش :- مدینہ منورہ

صدر اسلام میں ہجرت سے پہلے اس شہر کو "یثرب" اور ہجرت کے بعد مدینۃ الرسول کہتے ہیں.

شجرہ نسب :- حسین بن علی بن ابیطالبؑ بن عبدالمطلبؑ

والدہ کا نام :- فاطمہ زہراء بنت رسول اللہؐ

مدت امامت :- صفر المظفر ۵۰ھ میں اپنے بھائی امام حسن مجتبیٰؑ کی شہادت سے لیکر محرم الحرام ۶۱ھ تک تقریباً دس سال امامت کے فرائض سرانجام دیئے۔

تاریخ و شہادت کا سبب :- ۱۰ محرم الحرام (عاشور) ۶۱ھ اپنے قریبی دوستوں اور اصحاب کے ساتھ سرزمین کربلا یں یزید بن معاویہ اور عبیداللہ بن زیاد (والی کوفہ) کی طرف سے عمر بن سعد کی قیادت میں بھیجے گئے لشکر کے ہاتھوں انتہائی بے دردی سے شہید ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک ۵۷ سال تھی۔

محل دفن :- کربلا دریائے فرات کے مغربی طرف۔

ازواج :- لیلی بنت ابی مرہ ثقفی ۲۔ شہربانو (یزدگرد ایرانی بادشاہ کی بیٹی) ۳۔ رباب بنت امرء القیس ۴۔ ام اسحاق بنت طلحہ تیمی ۵۔ قضاعیہ (ام جعفر) ۶۔ حفصہ بنت عبدالرحمن بن ابی بکر۔

اولاد :- ۱۔ امام علی بن الحسین زین العابدینؑ ۲۔ علی اکبر ۳۔ جعفر ۵۔ عبداللہ رضیع ۵۔ سکینۃ بنت الحسینؑ ۶۔ فاطمہ بنت الحسینؑ۔

امام حسینؑ کے بیٹوں میں سے جعفر اپنے والد کی زندگی میں ہی فوت ہوگئے تھے علی اکبر اور عبداللہ (کہ جو علی اصغر کے نام سے معروف ہیں) کربلا میں شہید ہوئے اور آپ کی نسل فقط امام زین العابدین سے ہی آگے بڑھی۔

بعض مورخین نے امام حسینؑ کی اولاد کو نو عدد بیان کیا ہے جنمیں علی اصغر، محمد اور زینب بھی شامل ہیں۔ اور بعض شیعہ کتابوں میں "رقیہ" نامی ایک بیٹی کا بھی

ذکر کیا گیا ہے جو چار سال کی عمر میں شام کے زندان میں اپنے والد کی جدائی کو برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے فوت ہو گئی۔

اصحاب :۔ ابا عبداللہ الحسینؑ کے اصحاب و انصار خواہ وہ شہادت سے پہلے فوت ہوئے ہوں یا شہادت کے بعد فوت ہوئے ہوں بہت زیادہ ہے۔ ذیل میں فقط انہیں کا نام ذکر کیا جا رہا ہے جو آپ کے ساتھ عاشور کے دن شہید ہوئے۔

الف۔۔ بنی ہاشم

۱۔ عباس بن علیؑ (کہ جو باب الحوائج اور ابوالفضل العباس کے نام سے معروف ہیں)

۲۔ ابوبکر بن علی
۳۔ محمد اصغر بن علی
۴۔ عبداللہ بن علی
۵۔ عبداللہ اصغر
۶۔ جعفر بن علی
۷۔ عمر بن علی
۸۔ عثمان بن علی
۹۔ محمد بن عباس بن علی
۱۰۔ عبداللہ بن عباس بن علی
۱۱۔ علی بن حسین (علی اکبر)
۱۲۔ عبداللہ رضیع (علی اصغر)
۱۳۔ ابراہیم بن حسن
۱۴۔ قاسم بن حسن
۱۵۔ ابوبکر بن حسن
۱۶۔ عبداللہ بن حسن
۱۷۔ بشر بن حسن
۱۸۔ محمد بن عبداللہ بن جعفر
۱۹۔ عون بن عبداللہ بن جعفر
۲۰۔ عبیداللہ بن عبداللہ بن جعفر
۲۱۔ مسلم بن عقیل

۲۲۔ جعفر بن عقیل
۲۳۔ جعفر بن محمد بن عقیل
۲۴۔ عبدالرحمن بن عقیل
۲۵۔ عبداللہ اکبر بن عقیل
۲۶۔ عبداللہ بن مسلم بن عقیل
۲۷۔ عون بن مسلم بن عقیل
۲۸۔ محمد بن مسلم بن عقیل
۲۹۔ محمد بن ابی سعید بن عقیل
۳۰۔ احمد بن محمد ہاشمی

ب۔ غیر بنی ہاشم

۳۱۔ ابراہیم بن حصین اسدی
۳۲۔ ابوحتوف بن حارث اسدی
۳۳۔ ابوعامر نہشلی
۳۴۔ ادہم بن امیہ عبدی
۳۵۔ اسلم ترکی
۳۶۔ امیۃ بن سعد طائی
۳۷۔ انس بن حارث کاہلی
۳۸۔ انیس بن معقل اصبحی
۳۹۔ برید بن خضیر ہمدانی
۴۰۔ بشر بن عبداللہ حضری
۴۱۔ بکر بن حی تیمی
۴۲۔ جابر بن حجاج تیمی
۴۳۔ جبلۃ بن علی شیبانی
۴۴۔ جنادہ بن حارث سلمانی
۴۵۔ جنادہ بن کعب انصاری
۴۶۔ جون (غلام ابی ذر)
۴۷۔ جوین بن مالک تمیمی
۴۸۔ حارث بن امرء القیس کندی
۴۹۔ حارث بن نبہان
۵۰۔ حباب بن حارث
۵۱۔ حباب عامر
۵۲۔ جلبشی بن قاسم
۵۳۔ حبیب بن مظاہر اسدی
۵۴۔ حجاج بن بدر سعدی

امام حسینؑ کے اصحاب اہل بیتؑ کے بہترین اصحاب میں سے تھے. انہوں نے اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر اپنے امام کی مدد کرنے کیلئے آگے بڑھے اور ایک متوقع جنگ میں اپنے رہبر اور قائد سے پہلے شہادت کو گلے لگایا. اس کے باوجود کہ امام حسینؑ نے عاشور کی رات سب کی گردنوں سے بیعت اٹھا لی تھی اور انہیں جانے کیلئے آزاد کردیا تھا. لیکن انہوں نے ناقابل ستائش بیان اور انتہائی دلیری سے کہا اگر ہمیں ستر مرتبہ بھی قتل کر کے ہمارے جسموں کو آگ لگادی جائے اور دوبارہ زندہ کیا جائے تو تب بھی ہم آپ کی مدد سے دستبردار نہ ہوں گے اور آپکو تنہا نہ چھوڑیں گے. جی ہاں! اسی عشق و ایثار کی بدولت ہی انتہائی قلیل تعداد نے عمر بن سعد کے مسلح ترین ۳۰ ہزار سپاہیوں کے سامنے صبح سے لیکر عصر تک جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کیا.

حاکمان وقت :-

۱۔ پیغمبر اکرم حضرت محمدؐ

۲۔ ابوبکر بن ابی قحافہ

۳۔ عمر بن خطاب

۴۔ عثمان بن عفان

۵۔ امیرالمؤمنین علی بن ابیطالبؑ

۶۔ امام حسن مجتبیؑ

۷۔ معاویہ بن ابی سفیان

۸۔ یزید بن معاویہ

مذکورہ حکمرانوں میں سے تین یعنی پیغمبر اکرمؐ، امام علیؑ اور امام حسنؑ، امام حسینؑ سے بے پناہ محبت کرتے تھے، اور انکے نزدیک آپ کا خاص مقام تھا.

امام حسینؑ کہ جو دختر زادہ رسول اور سبط ثانی پیغمبر اکرمؐ تھے اپنے بھائی امام حسنؑ کے ساتھ پیغمبر اکرمؐ کی آغوش میں پرورش پائی. اپنی زندگی کے ابتدائی ایام میں وحی کے سرچشمے سے سیراب ہوئے اور آیہ مباہلہ کی روشنی میں پیغمبر اکرمؐ کے بیٹے شمار ہوتے ہیں.

پیغمبر اکرمؐ نے کئی مرتبہ اپنے کردار اور گفتار کے ذریعے حسنؑ اور حسینؑ کے ساتھ اپنی پیار و محبت اور عشق کو بیان کیا. اور ان دونوں کو جنت کی خوشبو کہا کرتے تھے.

امام حسنؑ و امام حسینؑ کے بارے میں آنحضرتؐ سے منقول ہے "اللهم انی احبهما فاحبهما واحب من يحبهما" (۶۷).

اے خدایا! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی ان دونوں سے محبت کر اور جو ان سے محبت کرے اس سے بھی محبت کر.

لیکن خلفائے بنی امیہ (معاویہ اور یزید) امام حسینؑ کے معنوی مقام اور پیغمبر اکرمؐ سے ان کی نزدیکی پر حسد کرتے تھے آشکار اور چھپ کر ان سے دشمنی کرتے، بالاخر امام حسین کو سرزمین کربلا پر انتہائی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا.

اہم واقعات :-

۱۔ ۱۱ھ میں اپنے نانا پیغمبر اکرمؐ کی رحلت کی مصیبت کو برداشت کرنا.

۲۔ رحلت پیغمبر اکرمؐ کے بعد آپکے والدین پر مخالفین کا نفسیاتی دباؤ۔

۳۔ ۱۱ھ میں اپنی والدہ فاطمہ زہراءؑ کی شہادت کی مصیبت کو برداشت کرنا۔

۴۔ اپنے والد حضرت علیؑ کی حکومت کے دوران جنگ جمل، صفین اور نہروان میں شرکت کرنا۔

۵۔ ۲۱ رمضان ۴۰ھ کو محراب مسجد کوفہ میں اپنے والد حضرت علیؑ کی شہادت کی مصیبت کو برداشت کرنا۔

۶۔ امیرالمؤمنین امام علیؑ کی شہادت کے بعد آپکے بھائی امام حسن مجتبیٰؑ کا خلافت اسلامی کیلئے منتخب ہونا۔

۷۔ قبائلی اور فوجی سپہ سالاروں کا امام حسنؑ کے ساتھ خیانت کرنا اور جمادی الاول ۴۱ھ میں مجبور ہو کر آپکو معاویہ کے ساتھ صلح کرنا پڑی۔

۸۔ ۵۰ھ میں آپکا اپنے بھائی امام حسن مجتبیٰؑ کی شہادت کی مصیبت کو برداشت کرنا۔

۹۔ امام حسنؑ کی شہادت کے بعد معاویہ بن ابی سفیان کے خلاف قیام کرنے کیلئے کوفہ اور بصرہ کے شیعوں کے خطوط اور امام حسینؑ کا امام حسنؑ کی معاویہ کے ساتھ منعقد کردہ صلح پر پابند رہنے کیلئے ان کی دعوت کو قبول نہ کرنا۔

۱۰۔ ۶۰ھ میں معاویہ کی ہلاکت کے بعد اس کے بیٹے یزید نے خلافت اسلامی پر قبضہ کر لیا۔

۱۱۔ یزید کی طرف سے ولید بن عتبہ والی مدینہ کو انتہائی سخت الفاظ میں خط لکھنا

کہ لوگوں سے اور خاص طور پر اباعبداللہ الحسینؑ سے بیعت لو

۱۲۔ امام حسینؑ کا یزید کی بیعت کرنے سے انکار اور ۶۰ہجری رجب المرجب ۶۰ھ کے آخری دنوں میں اپنے اہل و عیالؑ کے ساتھ مدینہ سے خارج ہونا۔

۱۳۔ ۳ شعبان المعظم ۶۰ھ کو امام حسینؑ کا مکہ معظمہ میں داخل ہونا اور اسی سال ۸ ذی الحجہ تک (چار مہینے اور پانچ دن) مکہ میں قیام کرنا۔

۱۴۔ کوفہ کے شیعہ راہنماؤں اور سرداروں کی طرف سے آپکو یزید کے خلاف قیام کی رہبری کرنے کی دعوت دینا۔

۱۵۔ امام حسینؑ کی طرف سے اموی حکومت کے خلاف قیام کے حالات کا جائزہ لینے کیلئے مسلم بن عقیل کا کوفہ روانہ کرنا۔

۱۶۔ مسلم بن عقیل کا ۵ شوال ۶۰ھ کو کوفہ میں پہنچنا اور ۱۸۰۰۰ شیعوں کا آپ کے ہاتھوں بیعت کرنا۔

۱۷۔ کوفہ میں بنی امیہ کے حامیوں کی جانب سے یزید بن معاویہ کو خط لکھنا اور مسلم بن عقیل کے کوفہ آنے اور شیعوں کے قیام سے متعلق اس کو آگاہ کرنا۔

۱۸۔ یزید کا شیعوں کے قیام کو کچلنے کیلئے عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ روانہ کرنا۔

۱۹۔ امام حسینؑ کا بصرہ کے پانچ قبائلی کے سرداروں کو یزید کے خلاف جنگ کرنے کی دعوت دینا۔

۲۰۔ بصرہ کے چار قبائل کا آپکی دعوت کو قبول کرنا اور آپکی مدد کرنے کا اعلان۔

۲۱۔ نو ذی الحجہ ۶۰ھ کو مسلم بن عقیل کا عبیداللہ بن زیاد کے سپاہیوں سے

جنگ کرنا اور مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کا شہید ہو جانا۔

۲۲۔ ۸ ذی الحجہ ۶۰ھ کو امام حسینؑ کا مکہ سے کوفہ کی طرف نکلنا۔

۲۳۔ حر بن یزید تمیمی کے سپاہیوں کا "ذو حسم" پہاڑ کے نزدیک امام حسینؑ کے قافلے کے ساتھ ملنا اور امام حسینؑ کا لشکر حر کے ساتھ اچھا برتاؤ

۲۴۔ عبیداللہ بن زیاد کی طرف سے حر بن یزید کو خط لکھنا کہ امام حسینؑ کو خشک و بیابان سرزمین میں روکے رکھے۔

۲۵۔ قافلہ امام حسینؑ کا کربلا نامی جگہ پر ۲ محرم الحرام ۶۱ھ کو پہنچنا اور حر بن یزید کے لشکر کا سامنے خیمے لگا دینا۔

۲۶۔ عبیداللہ بن زیاد والی کوفہ کی طرف سے عمر بن سعد کو کوفہ کے لشکر کی سپہ سالاری عطا کرنا۔

۲۷۔ عمر بن سعد کا چار ہزار فوجیوں کے ساتھ امام حسینؑ سے جنگ کرنے کیلئے کربلا پہنچنا۔

۲۸۔ کربلا میں تیس ہزار سے زائد سپاہیوں کا امام حسینؑ سے جنگ کرنے کیلئے اکٹھا ہونا۔

۲۹۔ نو محرم الحرام ۶۱ھ کو عمر بن سعد کے لشکر کا امام حسینؑ سے جنگ کیلئے تیار ہونا اور امام حسینؑ نے عمر بن سعد سے شب عاشور عبادت و مناجات کیلئے مہلت لینا۔

۳۰۔ امام حسینؑ کا عاشور کے دن چھوٹے سے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر

کے سپہ سالاروں کا مقرر کرنا۔

۳۱۔ حر بن یزید تمیمی کی پشیمانی اور عمر بن سعد کے لشکر کو چھوڑ کر امام حسینؑ سے مل جانا۔

۳۲۔ امام حسینؑ اور عمر بن سعد کے سپاہیوں میں گروہی جنگ کا آغاز اور امام حسینؑ کے تقریباً ۵۰ ساتھیوں کا میدان جنگ میں شہید ہو جانا۔

۳۳۔ امام حسینؑ کا جنگ اور خون بہنے سے روکنے کیلئے عمر بن سعد کے سپاہیوں کو مسلسل خطبے دینا۔

۳۴۔ امام حسینؑ کے اصحاب کا عمر بن سعد کے سپاہیوں سے انفرادی جنگ کرنا اور ایک دوسرے کے بعد ان مجاہدوں کا شہید ہو جانا۔

۳۵۔ امام حسینؑ کا عمر بن سعد کے سیاہ دل سپاہیوں کے ساتھ جنگ کرنا اور میدان جنگ میں شمر ذی الجوشن (لعنۃ اللہ علیہ) کے ہاتھوں شہید ہو جانا۔

۳۶۔ عمر بن سعد کے سپاہیوں نے شہداء کربلا کے سروں کو تن سے جدا کرنا اور انکے ذاتی استعمال کی چیزوں کو لوٹنا۔

۳۷۔ عمر بن سعد کے سپاہیوں کا شہداء کربلا کے جسموں پر گھوڑے دوڑانا۔

۳۸۔ عمر بن سعد کے سپاہیوں کا قافلہ حسینی کے باقی ماندہ افراد کے خیموں کو آگ لگا کر مال و اسباب کو لوٹنا۔

۳۹۔ عمر بن سعد کا اپنے ہلاک شدگان کو دفن کرنا اور شہداء کربلا کو بغیر لباس کربلا کی گرم سرزمین پر چھوڑ دینا۔

۴۰۔ قافلہ حسینی کے باقی ماندہ افراد (عورتوں، بچوں اور امام سجاد) کو عمر بن سعد کے سپاہیوں کا قیدی بنا کر کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام لانا۔

۴۱۔ ۱۳ محرم الحرام ۶۱ھ کو قبیلہ بنی اسد کی طرف سے شہداء کربلا کو دفن کرنا۔

حکایات:۔

ا۔ حر بن یزید کا رہ یافتگان وصال سے ملنا

جب اہل کوفہ نے امام حسینؑ کا اپنے خطوط کے ذریعہ کوفہ کی طرف آنے کی دعوت دی، تو آپ نے پہلے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو اس شہر میں بھیجا اور خود اہل بیتؑ کے ساتھ مکہ معظمہ کی طرف چل پڑے۔

عبیداللہ بن زیاد جو یزید بن معاویہ کی طرف سے کوفہ کی حکومت حاصل کیے ہوئے تھا۔ اپنی غیر انسانی چالوں اور فریب سے کوفہ پر مسلط ہو چکا تھا۔

مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ اور کچھ دوسرے شیعوں کو بے دردی سے شہید کرنے کے بعد اپنی گھٹیا حرکتوں کے ذریعے لوگوں کی امام حسینؑ کے ساتھ محبت کو کم کرنے کیلئے محبان اہل بیتؑ کو سختی سے کچل رہا تھا۔

اور اہل بیتؑ کے دشمنوں اور بنی امیہ کے طرفداروں کو عزت و احترام دے رہا تھا۔ اور انہیں امام حسینؑ کے خلاف جنگ کیلئے تیار کر رہا تھا۔ اس نے حصین بن تمیم کو کوفہ کی سرحدوں کا مسئول بنایا تاکہ ہر ممکن طریقہ سے امام حسینؑ کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے حوالے کرے یا آپ کو کوفہ میں داخل ہونے سے روکے یا آپ کے ساتھ جنگ کرے۔

حصین بن تمیم نے عبیداللہ بن زیاد کے حکم کو عملی جامہ پہنانے کیلئے اپنی ہر ممکن کوشش کی اور ہر وہ راستہ جو کوفہ پر ختم ہوتا اپنے محافظ اور جاسوس مقرر کیے. ان میں سے ایک حر بن یزید تمیمی تھا (جو ایک بہادر اور دلیر سپاہی تھا) ۱۲ ہزار سپاہیوں کے ساتھ امام حسینؑ کو ڈھونڈنے کیلئے مکہ اور کوفہ کے درمیانی علاقے میں روانہ ہوا.

امام حسینؑ کہ جو مختلف منازل کو طے کرنے کے بعد "شراف" کے مقام پر پہنچے تھے کچھ دیر آرام کرنے کے بعد اپنے ساتھیوں سے کہا کہ کچھ زیادہ مقدار میں پانی اپنے ساتھ لے لیں.

انہوں نے ابھی نصف روز کا سفر بھی طے نہ کیا تھا کہ اچانک اصحاب میں سے ایک شخص نے بلند آواز میں کہا: "اللہ اکبر" اور اپنی انگلی سے دور کی طرف اشارہ کیا.

سب اس طرف متوجہ ہو گئے اس نے کہا: ہم کوفہ پہنچ گئے ہیں اور میں کھجور کے درختوں کو دیکھ رہا ہوں. اصحاب نے جب غور سے دیکھا تو کھجور کا درخت نظر نہ آیا اور جو کچھ نظر آرہا تھا گھوڑوں پر سوار سپاہی تھے جو امام حسینؑ کے ساتھ جنگ کیلئے روانہ ہوئے تھے.

امام حسینؑ کو جب یقین ہوا کہ دشمن نے فوج کو روانہ کیا ہے تو اپنے راستے کو نزدیک ہی ایک پہاڑ کی طرف موڑ دیا تا کہ اگر جنگ کی نوبت آپہنچی کو پشت پر ایک پہاڑ ہو اور دوسری طرف سے دشمن کا مقابلہ کریں.

انہوں نے اس جگہ پر کہ جو "ذو حسم" کے نام سے معروف تھی خیمے لگا دیئے.

دشمن کے فوجی حر بن یزید کی قیادت میں بھی آن پہنچے اور ان کے لشکر نے پڑاو

ڈال دیا۔ حر بن یزید اور اس کے سپاہی چونکہ طولانی فاصلہ طے کر کے آئے تھے ان کا پانی ختم ہو چکا تھا اور بہت تھکے ہوئے تھے۔ امام حسینؑ نے حکم دیا کہ دشمن کے سپاہیوں کو اتنی مقدار میں پانی دیا جائے تا کہ ان کی پیاس بجھ سکے اور ان کے جانور بھی پانی پی سکیں۔

امام حسینؑ کے ساتھیوں نے دشمن کی فوج اور گھوڑوں کو بھی پانی سے سیراب کیا۔ اسی دوران ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ امام حسینؑ اور ان کے ساتھی نماز جماعت کیلئے کھڑے ہوئے حر بن یزید نے بھی اپنی فوج کو حکم دیا کہ امام حسینؑ کی نماز جماعت میں شرکت کریں دونوں فوجوں نے امام حسینؑ کے ساتھ نماز پڑھی۔

امام حسینؑ نے نماز شروع کرنے سے پہلے کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ اس خطبے کے ایک حصہ میں فرمایا: اے لوگو! میں تمہاری طرف نہیں آیا بلکہ تم نے مجھے خط کے ذریعے اپنی طرف بلایا اور میں بھی مجبور ہو کر آپ کی طرف چلا آیا ہوں اگر اب بھی آپ اپنے وعدے پر پابند ہیں۔ اور نیا عہد کرتے ہوئے مجھے اطمینان دلائیں۔ اور اگر آپ اپنی بات سے پھر گئے ہیں اور اپنے عہد کو توڑ دیا ہے تو مجھے چھوڑ دیں تا کہ کہیں اور جا سکوں۔

آپ نے نماز عصر کے دوران بھی انہیں نصیحتیں کیں لیکن ان کے دل پر اثر نہ ہوا۔ حر بن یزید اور اس کے ساتھیوں نے امامؑ کو جواب دیا: اے اباعبداللہ ہم آپکو دعوت دینے والے نہیں تھے۔ اس بارے میں ہمیں کچھ علم نہیں ہے۔ ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ آپ سے جدا نہ ہوں اور آپ کو کوفہ میں عبیداللہ بن زیاد کے پاس پہنچانے

تک آپ کے ساتھ رہیں۔

امام حسینؑ کو اس بات پر غصہ آگیا اور کہا "موت تمہارے لئے اس سوچ سے بہتر ہے"۔

پھر امام حسینؑ نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا خیموں کو اکھاڑو تاکہ چل سکیں۔ لیکن حر یزید اور اس کے سپاہیوں نے امام کے راستے کو روکا اور چلنے میں رکاوٹ بن گئے۔

امامؑ حر بن یزید کے عمل سے ناراض ہوئے تھے اور فرمایا: تیری ماں تیری عزا پر بیٹھے ہم سے کیا چاہتے ہو؟

حر بن یزید نے کہا اگر آپ کے علاوہ کسی نے میری ماں کا نام لیا ہوتا تو میں بھی ایسا ہی جواب دیتا۔ لیکن آپ کی والدہ رسول خداؐ کی بیٹی ہیں عزت و احترام کی وجہ سے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

ہمارا مقصد یہ ہے کہ آپ کو عبیداللہ بن زیاد کے پاس لے جائیں۔

جب امام حسینؑ اور حر بن یزید کے درمیان بات چیت ہوئی تو حر نے امام سے کہا مجھے آپ کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم نہیں ملا لیکن میں آپ کو واپس نہیں جانے دوں گا۔ اب جبکہ آپ کوفہ نہیں جارہے ایک تیسرا راستہ تجویز کرتا ہوں کہ عبیداللہ بن زیاد کا جواب آلینے دیں۔

امامؑ نے حر کی تجویز کو قبول کیا اور "قادسیہ" اور "عزیب" کی طرف چل پڑے۔ حر کی فوج کے سپاہی بھی آپ کے پیچھے تعاقب میں لگے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ "قصر

بنی مقاتل" کے معروف مقام پر عبیداللہ بن زیاد کا جواب حر کو ملا اور حکم تھا کہ حسینؑ اور اس کے ساتھیوں کو بیابان اور پانی سے دور جگہ پر روکے رکھو (۶۸)۔

امام نے سفر کو جاری رکھا، یہاں تک کہ سرزمین کربلا تک آن پہنچے۔ اور حکم دیا کہ خیموں کو یہاں پر نصب کریں۔ یہ جمعرات دو محرم ۶۱ ھ کا دن تھا۔

اس کے بعد دونوں فوجیں ایک دوسرے سامنے جنگ کیلئے تیار تھیں۔

عبیداللہ بن زیاد نے عمر بن سعد کو چار ہزار سپاہی اور سپہ سالاری کے فرائض دے کر کربلا کی طرف روانہ کیا۔

روز بروز دشمن کے لشکر کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا۔ اور امام حسینؑ کی چھوٹی سی فوج کی تیاریاں بھی زور و شور سے جاری تھیں۔

بالآخر ۱۰ محرم الحرام (عاشور) کا دن آگیا، عمر بن سعد کے سپاہی مکمل تیاری کے بعد حکم کی انتظار میں تھے۔ تا کہ اپنے خیال کے مطابق چند منٹوں میں امام حسینؑ کے ساتھیوں کی چھوڑی سی جماعت کو اپنی تلواروں اور تیروں کا نشانہ بنائیں، لیکن اس بات سے غافل تھے کہ اگر چہ امام حسینؑ کے ساتھیوں کی تعداد بہت کم ہے لیکن سب جذبہ ایمانی سے سرشار اور محبت اہل بیتؑ کا دم بھر رہے ہیں، تیس ہزار کے لشکر کے سامنے صبح سے لیکر عصر تک مقابلہ کر سکتے ہیں۔

امام حسینؑ نے جب دشمن کی فوج کو تیار دیکھا تو گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے سامنے بلند آواز میں صدای استغاثہ کو بلند کیا "اما من مغیث یغیثنا لوجه الله۔ اما من ذاب یذب عن حرم رسول الله صلی الله علیه و آله"۔

حر نے جب امام کے استغاثہ کو سنا تو خواب غفلت سے بیدار ہوا اور خود کو جھنجھوڑا کہ رسول اللہؐ کا بیٹا ہم سے مدد مانگ رہا ہے اور یہ لوگ نہ صرف اس کی مدد نہیں کر رہے بلکہ اس کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہیں اس دوران حر، عمر بن سعد کے پاس آیا اور کہا: حسین کے بارے میں تیرا آخری ارادہ کیا؟

عمر بن سعد نے کہا اس کے ساتھ جنگ کرونگا کیونکہ سروں کو بدن سے اور بازوں کو قلم کرنا آسان ہے۔ حر نے پوچھا کیا اس کام کو صلح و صفائی کے ساتھ ختم نہیں کر سکتے۔

عمر بن سعد نے کہا اگر میرے پاس اختیار ہوتا تو ایسا کرتا لیکن امیر عبیداللہ بن زیاد نے صلح کرنے کی اجازت نہیں دی بلکہ جنگ کا حکم دیا ہے۔

اس دوران عمر بن سعد کو اس پر شک ہوا اور اس سے پوچھا خدا کی قسم اس جنگ سے پہلے میں نے تیری ایسی حالت نہیں دیکھی اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ کوفہ کا شجاع ترین مرد کون ہے تو میں تیرا نام لیتا اب یہ پریشانی اور اضطراب کیسا ہے؟

حر بن یزید نے کہا میں اپنے آپ کو جنت اور دوزخ کے درمیان با اختیار دیکھ رہا ہوں خدا کی قسم اگر میرے ٹکرے ٹکرے کر کے آگ میں جلا بھی دیا جاؤں تو جنت کے علاوہ کسی چیز کو اختیار نہ کروں گا۔

حر کو جب یہ یقین ہوا کہ دشمن کا فیصلہ امام کے ساتھ جنگ کرنا ہے تو گھوڑے کو پانی پلانے کے بہانے فوج سے دور ہوا اور کسی کو اس کی نیت کا پتہ چلے بغیر آہستہ آہستہ امام حسینؑ کے خیمے کی طرف چل پڑا اور خود کو امام حسینؑ کی فوج تک پہنچایا

اور سخت شرمندگی کی وجہ سے چہرہ پسینے میں ڈوبا ہوا تھا، بدن پر کپکپاہٹ طاری تھی. امام حسینؑ کے پاس آکر کہا اے ابا عبداللہ اے فرزند رسول خداؐ میں وہی ہوں جس نے آپؑ کا راستہ روکا اور آپ کو کہیں جانے نہ دیا اور اس سرزمین پر آپ کو پھنسا ڈالا ہرگز مجھے یقین نہ تھا کہ یہ آپ کے ساتھ یہ سلوک کریں گے. اور ذریہ رسولؐ کو قتل کرنے پر راضی ہو جائیں.

میں نے آپ پر ظلم کیا لیکن اب پشیمان ہوں اور خدا سے توبہ کرتا ہوں کیا آپؑ میرے عذر کو قبول کرتے ہیں اور خدا کے سامنے میری توبہ قبول کرتے ہیں؟

امام حسینؑ نے حر کے عذر کو قبول کر لیا اور اسکی غلطیوں کو معاف کر کے اسے اپنے ساتھیوں سے بنا دیا.

حر بن یزید، حسینی فوج سے ملنے کے بعد، بغیر آرام کیے اور گھوڑے سے اترے بغیر دشمن کی طرف لوٹا اور ان کے سامنے خطبہ دیا. اور سب کو امام حسینؑ کے ساتھ دشمن والا سلوک برتنے پر ملامت کی اور انہیں امام حسینؑ کی مدد کرنے کیلئے پکارا.

دشمن کے سپاہیوں نے اس کی نصیحتوں پر عمل کرنے کی بجائے کمانوں میں تیر لگائے اور اس کی طرف پھینک کر منفی جواب دیا. (۷۹).

حر بن یزید، امامؑ کی طرف لوٹ آیا اس دوران دشمن کو جوش آگیا. اور مل کر حملہ کر دیا. دونوں فوجیں مل گئی اور خونی جنگ کے شعلے اٹھنے لگے. ہر لحہ سوار زمین پر گر رہا تھا. وہ کہ جو امام حسینؑ کے ساتھ تھے لقاء اللہ کے عشق میں جنگ کر رہے تھے اور وہ کہ جو عمر بن سعد کی فوج میں تھے دنیائے لالچ میں ایک دوسرے کو خون میں نہلا

رہے تھے۔ کچھ دیر کے بعد جنگ رکی اور انفرادی جنگ کا آغاز ہو گیا۔

پہلے حملے میں ہی امام حسینؑ کی فوج کے پچاس سپاہی شہید ہو گئے۔ اور دشمن کی فوج سے بہت سے ہلاکت و ذلت کی خاک میں جا ملے۔

انفرادی جنگ میں امام حسینؑ کے ساتھیوں کو کامیابی مل رہی تھی، ان میں سے ہر ایک، کئی سپاہیوں کو ہلاک کرنے کے بعد شہید ہو رہا تھا۔

حر نے بھی اس دوران امام حسینؑ سے جنگ کی اجازت لی اور ایک خطرناک شیر کی مانند دشمن کے سپاہیوں پر ٹوٹ پڑا اور بغیر کسی کو مہلت دیئے واصل جہنم کر رہا تھا۔

اس کا بیٹا علی بھی اس جنگ میں امامؑ کے ساتھ تھا اور باپ کے ساتھ تلوار چلانے میں آگے آگے تھا۔ اور دشمن کے سخت جنگ کے بعد باپ سے پہلے شہید ہو گیا۔

حر اپنے بیٹے کی شہادت سے خوش ہوا اور کہا "الحمد لله الذی استشهد بین یدی الحسین و لم یمت جاهلاً" سب تعریفیں اس خدا کی کہ میرا بیٹا امام حسینؑ کی رکاب میں شہید ہوا اور جاہلیت کی موت نہیں مرا۔

ابھی اس کے بدن میں کچھ جان باقی تھی کہ اصحاب حسینؑ نے اسے معرکۂ جنگ سے باہر لائے اور خیمہ میں پہنچایا امام حسینؑ نے اپنے محبت بھرے ہاتھ کو اس کے چہرے پر رکھا اور اپنے رومال کو اس کے سر پر باندھا۔

امام حسینؑ نے اس انداز میں حر سے پیار کیا اور اپنی رضایت اور خوشی کا اظہار کیا۔

جی ہاں! جب روح بدن سے نکلی تو ہونٹ خوشی سے مسرور تھے۔

حر بن یزید سے منقول ہے کہ اسی رات جب کوفے سے باہر آیا اپنے باپ کو خواب میں دیکھا کہ جو کہہ رہا تھا "اے حر! ان دنوں کیا کر رہے ہو؟" جواب دیا "حسینؑ کے راستے کو روکنے جا رہا ہوں" باپ نے کہا "لعنت ہو تم پر حسینؑ سے تمہیں کیا تکلیف؟ میں تم سے امید رکھتا ہوں جس طرح سب سے پہلے اس کے خلاف جا رہے ہو اس کی راہ میں قتل ہونے والے بھی تم ہی پہلے ہو" (۷۰)۔

۲۔ امام حسینؑ اور علوی جوان کا خون

امام حسینؑ کے بیٹوں میں سے ایک علی اکبر ہیں۔ کہ جنہوں نے اپنے باپ کے ساتھ مدینہ سے مکہ اور وہاں سے کربلا ہجرت کی۔ اور آپ کی رکاب میں ۱۸ سال (یا ۱۹ یا ۲۵ سال) کی عمر میں شہادت پائی۔

علی اکبر ایک خوبصورت نوجوان اور خاص خصوصیات کے حامل تھے۔ شکل و صورت اور خلق میں شبیہ پیغمبر اکرمؐ تھے۔ جو کوئی بھی آپ کو دیکھتا یہ سمجھتا کہ پیغمبرؐ زندہ ہو گئے ہیں۔ اہل بیت پیغمبرؐ جب بھی پیغمبرؐ کی زیارت کا شوق کرتے علی اکبر کے چہرے کی طرف دیکھتے۔

حضرت علی اکبرؑ ایمان اور معنوی طاقت میں امام حسینؑ کے تمام ساتھیوں سے آگے تھے۔ اسی لئے جب امام حسینؑ نے کوفہ اور مکہ کی منازل میں سے ایک جگہ جب گھوڑے پر سوار رہتے ہوئے ہلکی سی آنکھ لگی اور پھر بیدار ہوئے اور کہا "انا للہ و انا الیہ راجعون و الحمد للہ رب العالمین" اس آیت استرجاع کو دو تین مرتبہ دہرایا۔ علی اکبرؑ نے

پوچھا: بابا جان اس آیت استرجاع کو دو تین مرتبہ پڑھنے کی کیا علت ہے.

امام حسینؑ نے کہا: میں چلتے ہوئے سو گیا تھا خواب میں دیکھا ایک سوار کہہ رہا تھا: یہ لوگ جا رہے ہیں اور موت ان کے پیچھے لگی ہوئی ہے. سمجھ گیا کہ ہماری موت کی خبر ہے.

علی اکبرؑ نے پوچھا: بابا جان! خدا آپؑ کو برا دن نہ دکھائے کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟

امام حسینؑ نے کہا: کیوں نہیں؟ ہم حق پر ہیں.

علی اکبرؑ نے کہا: جب ہم حق پر ہیں تو پھر ہمیں موت سے کیا ڈر!

علی اکبرؑ عاشور کے دن ابوطالبؑ کے بیٹوں میں سے پہلے مجاہد تھے کہ جنہوں نے گھوڑے کی رکاب میں قدم رکھ کر امام حسینؑ سے جنگ کرنے کی اجازت مانگی.

امام حسینؑ نے اپنے بیٹے کو جنگ کی اجازت دی اور میدان کی طرف روانہ کیا. پھر مایوس نظروں سے علی اکبرؑ کو دیکھا آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے سر کو آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا "اے خدا! گواہ رہنا اس قوم کی طرف وہ جوان جنگ میں بھیج رہا ہوں کہ جو خلقت اور خلق و گفتار میں تیرے پیغمبرؐ کی شبیہ ہے اور ہم جب بھی تیرے نبی کی زیارت کا شوق رکھتے اس جوان کے چہرے کی طرف دیکھتے. اے خدا! زمین کی برکات کو ان سے روک لے اور حکمرانوں کو ہرگز ان سے راضی نہ فرما. یہ کیسے لوگ ہیں کہ جنہوں نے ہمیں حق کی مدد کرنے کیلئے بلایا اور جب ہم نے مثبت جواب دیا ہمارے ساتھ دشمنی کر رہے ہیں اور تلواروں کو تان لیا ہے.

دوسری طرف علی اکبرؑ جنگی شوق اور ناقابل ستائش بہادری کے ساتھ میدان جنگ میں داخل ہوئے اور ان جملات کے ساتھ اپنا تعارف کرایا۔

"ان علی بن الحسین بن علیؑ نحن و بیت اللہ اولیٰ بالنبیؐ"

"اضربکم بالسیف حتیٰ ینثنی غلام ہاشمی علوی"

"و لا یزال الیوم احمی عن ابی لا یحکم فینا ابن الدعی"

اور ہر طرف سے حملہ کر دیا اور ایک جماعت کو ہلاک کیا۔ دوسری کو زخمی کیا کسی کو ان کا مقابلہ کرنے کی جرات نہ تھی۔ اسی طرح کچھ دیر جنگ کو جاری رکھا پھر سخت گرمی اور زخموں کی شدت سے پیاس کی طلب ہوئی۔ مجبور ہر کر خیمہ گاہ کی طرف لوٹے تاکہ ایک دفعہ پھر باپ کی زیارت اور الوداع کر سکے اور اگر باپ کے پاس پانی موجود ہو تو پیاس بجھا سکے۔

امام حسینؑ خیمے میں پانی نہ ہونے کی وجہ سے دوسروں سے زیادہ پیاسے تھے۔ بیٹے کو ان کلمات سے پیار کیا "صبر کرو، اور اسی طرح جنگ کو جاری رکھو تھوڑی دیر کے بعد اپنے جد رسول خداؐ سے ملاقات کرو گے اور وہ تمہیں جب سیراب کرائیں گے تو ہر گز پیاس نہ لگے گی۔

علی اکبرؑ پانی کا ایک قطرہ پیئے بغیر ایک دفعہ پھر میدان جنگ کی طرف بڑھے۔ اس دفعہ بھی حیدری حملات کی وجہ سے دشمن کے میدان میں آگ لگادی اور کئی ظالموں کو اپنی تیز تلوار کی نذر کیا۔

اس دوران "مدۃ بن منقذ عبدی" کہ جو عمر بن سعد کے فوجیوں سے تھا کہنے لگا۔

سارے عربوں کے گناہ میرے سر پر اگر یہ ہاشمی جوان میرے نزدیک سے گذرے او اس کی ماں کو عزا پر نہ بٹھاؤں۔

مدہ بن منقذ علی اکبرؑ کو قتل کرنے کیلئے مناسب موقع کا انتظار کر رہا تھا۔ جونہی علی اکبرؑ اس کے قریب سے گذرے اسے موقع مل گیا اور نیزہ کے ساتھ (ایک قول کے مطابق تیر سے) آپ کا کام تمام کردیا۔ بعض لکھتے ہیں کہ اس نے علی اکبرؑ کے سینے میں برچھی ماری اور پھل کو توڑ دیا۔

اس طرح علی اکبرؑ دشمنوں کے درمیان گھر گئے اور انکی تلواروں اور نیزوں کا نشانہ بن گئے۔ زخموں کی شدت سے نڈھال ہوگئے۔ اور ہاتھوں کو گھوڑے کی گردن میں ڈالا اور قضای الہٰی کی طرف چل پڑے۔

وفادار گھوڑے نے پوری کوشش کی کہ اپنے سوار کو میدان جنگ سے باہر لے جائے لیکن جس طرف بھی جاتا ایک ظالم سامنے کھڑا ہوتا۔ بالاخر سوار اور گھوڑا دونوں زمین پر آپڑے اور علی اکبرؑ کی آواز بلند ہوئی اور باپ کو مدد کیلئے پکارا۔

"یا ابتاہ علیک منی السلام ھذا جدی رسول اللہ یقرؤک السلام و یقول عجل القدوم الینا"۔

امام حسینؑ اس آواز کو سننے کے بعد میدان جنگ کی طرف بڑھے ظالموں کو علی اکبرؑ سے دور کیا اور علی اکبرؑ کے نزدیک آئے ابھی تک جان میں کچھ رمق باقی تھی۔

جب بیٹے کو اس حالت میں دیکھا تو بہت افسوس ہوا بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور کہا "خدا انہیں قتل کرے جنہوں نے تجھے قتل کیا کس چیز نے انہیں

خدا اور اس کے رسولؐ کے سامنے گستاخ کر دیا ہے اور رسول خدا کی حرمت کے پردے کو تار تار کر دیا"۔

پھر کہا: اے بیٹا! "علیٰ الدنیا بعدک العفا"

پھر امام حسینؑ کے بعد آپکی بہن زینب خیمہ سے باہر آئیں اور اپنے بھائی کے بیٹے پر رو رہی تھیں اور میدان جنگ کی طرف چل پڑیں۔ جب امام حسینؑ تک پہنچی کہ جو اپنے بیٹے علی اکبرؑ کی لاش پر ماتم کر رہے تھے اور بہت زیادہ رو رہے تھے۔ زینب نے بھائی کو لاش سے اٹھایا اور خیمہ لائیں پھر بنی ہاشم کے نوجوانوں کو حکم دیا کہ علی اکبرؑ کے لاشے کو قتل گاہ سے خیمے لے آؤ اور اس خیمے میں رکھا جس کے سامنے جنگ کر رہے تھے (۱۷)۔

اقوال زرین:-

۱۔ "قال الحسین علیہ السلام: الاترون ان الحق لا یعمل بہ و الباطل لا یتناھیٰ عنہ لیرغب المؤمن فی لقاء ربہ" (۱۸)۔

کیا نہیں دیکھ رہے کہ حق پر عمل نہیں کیا جا رہا اور باطل کو روکا نہیں جا رہا؟ پس مؤمن کیلئے ضروری ہے کہ اپنے پروردگار کی ملاقات کیلئے (خدا کی راہ میں شہادت کیلئے) تیار رہے۔

۲۔ "قال علیہ السلام: فانی لا اریٰ الموت الا سعادۃ و الحیاۃ مع الظالمین الا برما" (۱۹)۔

میں موت کو سعادت اور ظالموں کے ساتھ زندہ رہنے کو ذلت کے علاوہ نہیں سمجھتا۔

۳۔ "قال علیہ السلام، ان الحلم زینۃ و الوفاء مروۃ" (۴)۔
بتحقیق بردباری زینت اور وفاداری جوانمردی ہے۔

۴۔ "قال علیہ السلام، ایھا الناس من جاد ساد و من بخل رذل" (۵)۔
اے لوگو! جس نے معاف کر دیا بڑا بن گیا اور جس نے بخل کیا پستی کا شکار ہو گیا۔

۵۔ "قال علیہ السلام، الموت خیر من رکوب العار و العار اولیٰ من دخول النار" (۶)۔
بے عزتی کی زندگی سے موت بہتر ہے اور انسان کیلئے بے عزتی جہنم کی آگ میں جانے سے بہتر ہے۔

امام زین العابدینؑ

نام :- علی بن حسین

کنیت :- ابوالحسن اور ابو جعفر

القاب :- زین العابدین، سید الساجدین، سجاد، زکی، امین اور ذوالثفنات.

امام زین العابدین کی بہت زیادہ عبادت اور طولانی سجدوں کی وجہ سے آپکی پیشانی پر روئی باندھی جاتی تھی اسلئے آپ کو "ذو الثفنات" کا لقب دیا گیا.

منصب :- چھٹے معصوم اور چوتھے امام

تاریخ پیدائش :- ۱۵ جمادی الثانی ۳۸ھ.

آپ کی تاریخ پیدائش کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے. مذکورہ تاریخ کے علاوہ بھی مورخین نے آپ کی ولادت کے دن اور مہینے کو ۵ شعبان المعظم یا ۱۵ جمادی الاول یا ۷ شعبان یا ۹ شعبان بھی ذکر کیا ہے. اور سال کے بارے میں بھی بعض نے ۳۷ھ اور بعض نے ۳۶ھ کو لکھا ہے.

جائے پیدائش :- مدینہ منورہ

شجرہ نسب :- علی بن حسین بن علی بن ابیطالب علیہم السلام

والدہ کا نام :- شہربانو، آخری ساسانی بادشاہ یزدگرد کی بیٹی کہ جو امام علیؑ کی خلافت کے زمانے (اور ایک قول کے مطابق عمر یا عثمان کی خلافت کے زمانے) میں مسلمانوں کی قید میں آئیں اور اپنی مرضی سے امام حسینؑ کی زوجہ ہونے کو قبول کیا. یہ عظیم خاتون امام زین العابدین کی زندگی کے ابتدائی ایام میں ہی اس دنیا سے رخصت ہوگئیں.

مدت امامت :- اپنے والد امام حسین بن علیؑ کی شہادت محرم ۶۱ھ سے لیکر ۲۵ محرم الحرام ۹۵ھ تقریباً ۳۴ سال امامت کے فرائض سرانجام دیئے.

تاریخ و سبب شہادت :- بارہ (یا اٹھارہ یا پچیس) محرم الحرام ۹۵ھ یا ۹۴ھ، ۵۵ سال کی عمر میں ولید بن عبدالملک کی طرف سے پلائے جانے والی زہر کے نتیجے میں جام شہادت نوش فرمایا.

محل دفن :- قبرستان بقیع، اپنے چچا امام حسن مجتبیٰؑ کی قبر کے ساتھ مدینہ منورہ میں دفن کیئے گئے.

ازواج :- فاطمہ بنت امام حسن بن علیؑ.

اولاد :- بیٹے ۔ ۱۔ امام محمد باقرؑ ۲۔ زید بن علیؑ ۳۔ عبداللہ باہر ۴۔ عمر اشرف ۵۔ حسین اکبر ۶۔ عبدالرحمان ۷۔ عبیداللہ ۸۔ سلیمان ۹۔ حسن ۱۰۔ حسین اکبر ۱۱۔ علی اصغر ۱۲۔ محمد اصغر.

بیٹیاں ۔ ۱۔ خدیجہ ۲۔ فاطمہ ۳۔ علیّہ ۴۔ ام کلثوم.

اصحاب :- امام زین العابدین کے بعض اصحاب کے نام ذیل میں ذکر کیے

جاتے ہیں:

۱۔ جابر بن عبداللہ انصاری
۲۔ عامر بن واثلہ کنانی
۳۔ سعید بن مسیب
۴۔ سعید بن جہان کنانی
۵۔ سعید بن جبیر
۶۔ محمد بن جبیر
۷۔ ابو خالد کابلی
۸۔ قاسم بن عوف
۹۔ اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر
۱۰۔ ابراہیم بن محمد حنیف
۱۱۔ حسن بن محمد حنفیہ
۱۲۔ جبیب بن ابی ثابت
۱۳۔ ابو حمزہ ثمالی
۱۴۔ فرات بن احنف
۱۵۔ جابر بن محمد بن ابی بکر
۱۶۔ ایوب بن حسن
۱۷۔ علی بن رافع
۱۸۔ ابو محمد قرشی
۱۹۔ ضحاک بن مزاحم
۲۰۔ طاؤس بن کیسان
۲۱۔ حمید بن موسیٰ
۲۲۔ ابان بن تغلب
۲۳۔ سدیر بن حکیم
۲۴۔ قیس بن رمانہ
۲۵۔ ھمام بن غالب (فرزدق)
۲۶۔ عبیداللہ برقی
۲۷۔ یحیی بن ام طویل

حاکمان وقت :-

۱۔ امام علیؑ (۲۳ قبل از ہجرت ۔ ۴۰ھ)

۲۔ امام حسنؑ (۳ھ ۔ ۵۰ھ)

۳۔ معاویہ بن ابی سفیان (۲۰ قبل از ہجرت ۔ ۶۰ھ)

۴۔ یزید بن معاویہ (۲۵ھ ۔ ۶۴ھ)

۵۔ معاویہ بن یزید (۴۱ھ ۔ ۶۴ھ)

۶۔ عبداللہ بن زبیر (۱ھ ۔ ۷۳ھ)

۷۔ مروان بن حکم (۲ھ ۔ ۶۵ھ)

۸۔ عبدالملک بن مروان (۲۶ھ ۔ ۸۶ھ)

۹۔ ولید بن عبدالملک (۴۸ھ ۔ ۹۶ھ)

مذکورہ حکمرانوں میں سے پہلے دو خاندان بنی ہاشم سے، ۳۔۴۔۵ خاندان بنی امیہ (خاص طور پر ابوسفیان سے) چھٹا آل زبیر میں سے ۷۔۸۔۹ خاندان بنی امیہ (خاص طور پر حکم بن عاص) سے تعلق رکھتے تھے۔

ان تمام حکام میں سے امام علی بن ابیطالبؑ عادل ترین اور شائستہ ترین فرد تھے جو پیغمبر اکرمؐ کے بعد لوگوں کی سربراہی کا حق رکھتے تھے آپ کی کمترین مدت حکومت دنیا کی بعد میں آنیوالی تمام صالح حکومتوں کے لیے نمونہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

اہم واقعات :۔

۱۔ امام زین العابدینؑ کی ولادت کے وقت ہی آپ کی والدہ شہربانو کا انتقال ہو جانا۔

۲۔ دوسال کی عمر میں امام علیؑ کی شہادت اور تیرہ سال کی عمر میں امام حسنؑ کی شہادت کی مصیبت کا برداشت کرنا۔

۳۔ رجب المرجب ۶۰ھ میں امام زین العابدینؑ کا اپنے والد امام حسینؑ کے ہمراہ یزید بن معاویہ کی بیعت سے انکار اور مدینہ سے مکہ کی طرف احتجاجاً ہجرت کرنا۔

۴۔ امام زین العابدینؑ کا ۲۳ سال کی عمر میں کربلا کے خونی واقعہ میں موجود ہونا۔

۵۔ امام سجادؑ کا حسینی کاروان کے ساتھ ذی الحجہ ۶۰ھ میں مکہ سے کربلا جانا۔

۶۔ امام زین العابدین کا عاشور کے دن سخت مریض ہو جانا اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے کی طاقت نہ رکھنا۔

۷۔ عاشور کے دن امام حسینؑ اور اصحاب کی دردناک شہادت کی مصیبت کو برداشت کرنا۔

۸۔ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد عصر عاشور لشکر یزید کا شہداء کے جسم سے سر کا جدا کر کے نیزوں پر اٹھانا اور شہداء کے جسموں کو گھوڑوں کے ذریعے پامال کرنا اور خیموں کو آگ لگانے جیسے جرائم کا ارتکاب کرنا۔

۹۔ عصر عاشور امام زین العابدینؑ اور قافلہ حسینیؑ کے باقی زندہ رہ جانے والے افراد کا عمر بن سعد کے سپاہیوں کے ہاتھوں قیدی بن جانا۔

۱۰۔ امام زین العابدین اور باقی اسراء کا کوفہ سے شام جاتے ہوئے راستے میں مختلف تکلیفوں اور مشکلات کا برداشت کرنا۔

۱۱۔ امام سجادؑ کا اہل کوفہ کیلئے خطبہ دینا (جبکہ آپکے ہاتھ پاؤں دشمن کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے)۔

۱۲۔ امام سجاد کا یزید کی موجودگی میں شام کی جامع مسجد میں خطبہ دینا اور شامیوں کا آپ کے خطاب سے سخت متاثر ہونا۔

۱۳۔ امام حسینؑ اور ان کے اہل بیتؑ کی شہادت پر امام سجاد کا شدید غمگین رہنا اور طولانی گریہ کرنا۔

۱۴۔ ۶۳ھ میں مدینہ کے لوگوں کا یزید بن معاویہ کے خلاف قیام اور بنی امیہ کو اس شہر سے نکال دینا اور اس واقعہ کے نتیجہ میں خونی جنگ کا رونما ہونا (یہ واقعہ حرہ کے نام سے مشہور ہے)۔

۱۵۔ اہل مدینہ کا لشکر شام سے شکست کھانا اور یزید کے سپاہیوں کا مسلم بن عقبہ کی قیادت میں دردناک ترین قتل عام کرنا اور اس قتل عام میں امام سجاد اور ان کے اہل خانہ کا محفوظ رہ جانا۔

۱۶۔ ۶۴ھ میں عبداللہ بن زبیر کا مکہ میں بنی امیہ کی حکومت کے خلاف قیام کرنا اور حجاز (مکہ و مدینہ) پر قبضہ کرنے کے علاوہ دیگر اسلامی ریاستوں پر بھی تسلط حاصل کر لینا۔

۱۷۔ آل زبیر کی طرف سے امیرالمؤمنینؑ اور خاندان اہل بیتؑ پر سخت دباؤ ڈالنا۔

۱۸۔ مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کا کوفہ میں بنی امیہ کے خلاف (قاتلان حسینؑ سے) خونخواہی امام حسینؑ کیلئے قیام کرنا۔

۱۹۔ مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کے قیام سے قاتلان امام حسینؑ کا دنیا میں اپنے انجام کو پہنچنا اور امام زین العابدینؑ اور دیگر اہل بیتؑ کا مختار کے عمل سے خوش ہونا۔

۲۰ ۔ امام زین العابدینؑ کا ولید بن عبدالملک کی طرف سے پلائے جانے والے زہر کے نتیجے میں ۱۲ (یا ۱۸ یا ۲۵) محرم الحرام کو جام شہادت نوش کرنا۔

۲۱ ۔ امام زین العابدینؑ کے پاک بدن کو قبرستان بقیع میں اپنے چچا حضرت امام حسن مجتبیٰؑ کے ساتھ عباس بن عبدالمطلبؑ کے ساتھ دفن کرنا۔

حکایات :-

۱۔ امام زین العابدین کا مدینہ کے معزول حاکم کو معاف کرنا

ہشام بن اسماعیل کہ جو ولید بن مغیرہ کے پوتوں میں سے تھا، عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں مدینہ کا امیر مقرر ہوا۔ وہ اگر چہ اہل علم اور عقلمند تھا لیکن قانون اور عدالت سے لگاؤ نہ رکھتا تھا۔ اسی لئے اپنے امارت کے دوران آل علیؑ اور بالخصوص امام زین العابدینؑ کے بارے میں اس کا کردار انتہائی ظالمانہ اور غیر پسندیدہ تھا۔ اور چھوٹے چھوٹے بہانوں سے آپ کو تکالیف و اذیت دیتا تھا۔

عبدالملک کی ہلاکت کے بعد اس کا بیٹا ولید مسند خلافت پر بیٹھا۔ اور ولید بن عبدالملک کے زمانے میں ہشام بن اسماعیل خلیفہ کی ناپسندیدگی کی وجہ سے مدینہ کی امارت سے معزول کر دیا گیا۔

نئے امیر کے حکم سے ہشام کو گرفتار کر کے مروان بن حکم کے گھر کے باہر لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا۔ تا کہ اگر کسی کو کوئی شکایت ہو تو اسے بیان کرے اور اپنے حق کو طلب کرے۔ ہشام بن اسماعیل کہ جو سپاہیوں کے نرغے میں تھا۔ مسلسل کہہ رہا تھا کہ مجھے علی بن حسینؑ کے علاوہ کسی سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ کیونکہ ان کو میں نے

بہت زیادہ ستایا ہے۔

انہیں دنوں میں امام زین العابدینؑ نے اپنے بیٹوں اور ساتھیوں سے کہہ دیا تھا کہ ہشام کے بارے میں کسی قسم کی کوئی شکایت نہ کریں۔

امامؑ کے ساتھیوں نے کہا ہم تو اس دن کے انتظار میں تھے کہ اس کے ظلم و ستم کا بدلہ لیں کیا آپؑ ہمیں حکم دے رہے ہیں کہ اپنے دشمنوں کے سامنے جھک جائیں؟

امامؑ نے فرمایا۔ ایک کلمہ تک اس سے انتقام لینے کے بارے میں نہ سوچنا اور اسے خدا کے حوالے کر دو۔

ایک دن امام اس کی توقف گاہ کے سامنے سے گذر رہے تھے اس سے احوال پرسی کی اور اس کے خلاف اس سے کسی قسم کی کوئی شکایت نہ کی۔

ہشام بن اسماعیل نے جب امام کے اس رویے کو دیکھا تو کہا "اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ" (۷۷) خداوند عالم بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کہاں کس خاندان میں رکھے۔

اسی طرح روایت ہے کہ امام زین العابدینؑ نے ہشام بن اسماعیل کیلئے پیغام بھیجا کہ دیکھ لو دنیا کے مال سے تیرے پاس کوئی چیز ہے جو تجھے رہائی دلا سکے۔ ہمارے پاس کوئی چیز نہیں ہے جو تیرے لئے کافی ہو۔ لیکن اطمینان رکھو ہماری طرف سے تمہیں کوئی تکلیف و اذیت نہ پہنچے گی۔

ہشام بن اسماعیل کہ جو امام کی عظمت سے مبہوت ہو گیا تھا کہنے لگا "اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ"۔

جی ہاں! امام زین العابدینؑ نے ہمیں اپنے کردار سے یہ سبق سکھایا کہ کمزوروں

کو اذیت دینا مردانگی نہیں ہے. مردانگی اور غیرت یہ ہے کہ ظالموں اور ستمگروں کے ظلم و ستم کے خلاف آواز اٹھائی جائے اور قیام کیا جائے (۷۸).

۲ ۔ امام زین العابدینؑ کے معنوی قیام سے ہشام بن عبدالملک کا حسد کرنا

ہشام بن عبدالملک سلسلہ بنی امیہ کا دسواں اور بالخصوص خاندان مروان کا ساتواں خلیفہ تھا. جس نے ۲۰ سال تک اسلامی معاشرے پر تسلط جمائے رکھا. خلافت تک پہنچنے سے پہلے اپنے باپ عبدالملک یا بھائی ولید بن عبدالملک کے زمانے میں ایک دفعہ حج کیلئے مکہ گیا. اس سال خانۂ خدا کے زائرین کی تعداد بہت زیادہ تھی.

لوگوں کی کثرت کی وجہ سے واجبات کی انجام دہی اور کعبہ کی زیارت کرنے میں کافی مشکل ہو رہی تھی.

ہشام بن عبدالملک طواف کے دوران جب حجر الاسود کے نزدیک پہنچا اور چاہا کہ اسکا بوسہ لے لیکن لوگوں کی کثرت نے اسے موقعہ نہ دیا. مجبور ہو کر مسجد الحرام کی طرف آگیا اور اپنے لئے لگائے گئے منبر پر بیٹھ گیا اور وہ افراد جو شام سے اس کے ساتھ حج کرنے آئے تھے ساتھ کھڑے ہو کر اس منظر کا نظارہ کرنے لگے.

اسی دوران امام زین العابدینؑ خوبصورت چہرے، پاکیزہ خوشبو اور آپکی پیشانی پر روئی بندھی ہوئی تھی. شان و شوکت کے ساتھ حرم میں داخل ہوئے. اور خانۂ کعبہ کا طواف کرنے لگے. اسی اثناء میں جب حجر الاسود تک پہنچے تو لوگوں نے آپ کے احترام کی خاطر راستہ چھوڑ دیا اور آپ کی ھیبت و جلالت کی وجہ سے حجر الاسود سے دور ہوگئے. تا

کہ آپ آرام کے ساتھ بوسہ لے سکیں اور دوسرے اعمال بجالا سکیں.

اس صورتحال کو دیکھ کر ہشام بن عبدالملک کہ جو خود کو دوسروں سے بہتر سمجھتا تھا. سخت ناراض اور غصہ ہوا لیکن اس کا اظہار کرنے سے پرہیز کی. شامیوں میں ایک فرد جو اس کے ساتھ ہی کھڑا تھا اس نے ہشام سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے کہ لوگ جس کا اتنا احترام کر رہے ہیں. ہشام اس لئے کہ شامی اسے پہچان نہ سکیں کہنے لگا: میں اس کو نہیں جانتا.

ابو فراس فرزدق (شاعر اہل بیتؑ) بھی وہاں پر موجود تھا کہنے لگا: تم اسے نہیں جانتے لیکن میں جانتا ہوں اور تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ کون ہے.

شامیوں نے کہا کہ اے ابوفراس اس کی ہمیں شناخت کراؤ

فرزدق نے ایک قصیدے کی صورت میں آپؑ کا تعارف کروایا کہ جس کے مطلع کو یہاں بیان کیا جا رہا ہے:

هذا ابن خير عباد الله كلهم هذا التقى النقى الطاهر العلم

جب ہشام نے فرزدق کے ان اشعار کو سنا تو اسے سخت غصہ آیا چنانچہ حکم دیا کہ اس کے تحائف اور وظائف روک دو اور اس کو مکہ و مدینہ کے درمیان ایک شہر "عسفان" میں قید کر دو.

جب فرزدق ایک عرصہ تک خلیفہ کے زندان میں رہنے کے بعد رہا ہو گیا. تو امام زین العابدینؑ نے اس کیلئے ۱۲ ہزار درہم بھجوائے اور عذر خواہی کی کہ اگر ہمارے پاس اس سے زیادہ رقم ہوتی تو تمھیں دیتے تا کہ تمہاری حوصلہ افزائی ہو.

فرزدق نے درہم لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میرا ان اشعار کو کہنے کا مقصد صرف خدا کی رضا تھا. میں خدا اور اسکے رسول کو خوش کرنا چاہتا تھا.

امامؑ نے اس کے لئے دعا کی اور اس پر زور دیا کہ اس مال کو قبول کر لے فرزدق نے امام کے اصرار پر ان درہموں کو قبول کر لیا اور اپنی زندگی کی برکت قرار دیا (۷۹).

اقوال زرین :-

۱۔ "قال السجاد علیہ السلام : ان احبکم الی اللہ احسنکم عملاً و ان اعظمکم عند اللہ عملاً اعظمکم فیما عند اللہ رغبۃً" (۸۰).

خداوند متعال کے نزدیک تم میں سے محبوب ترین وہ ہے کہ جو نیک ترین ہے اور خداوند متعال کے نزدیک تم میں سے عظیم ترین وہ ہے جو عبادت الٰہی کی طرف راغب ترین ہے.

۲۔ "قال علیہ السلام : ھلک من لیس لہ حکیم یرشدہ و ذل من لیس سفیہ یعضدہ" (۸۱).
ہلاک ہو گیا وہ شخص جسے کسی حکیم کی ہدایت حاصل نہ ہو اور خوار ہو گیا وہ شخص جو جرات سے خالی ہو

۳۔ "قال علیہ السلام : اتقوا الکذب ، الصغیر منہ و الکبیر فی کل جد و ھزل فان الرجل اذا کذب فی الصغیر اجترا علی الکبیر" (۸۲).

ہر قسم کے جھوٹ سے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا سنجیدہ ہو یا مذاق میں پرہیز کرو کیونکہ جو چھوٹا جھوٹ بولتا ہے بڑے جھوٹ کی جرات بھی کر سکتا ہے.

۴ ۔ "قال علیہ السلام، ما من شئی احب الی اللّٰہ بعد معرفتہ من عفۃ بطن و فرج" (۸۳).

خدا کے نزدیک خدا شناسی کے بعد محبوب ترین چیز پیٹ اور فرج (شرمگاہ) کی حفاظت ہے (حلال کھانا اور پاکدامن رہنا).

۵ ۔ "قال علیہ السلام، طلب الحوائج الی الناس مذلۃ للحیاۃ و مذھبۃ للحیاء و استخفاف بالوقار و ھو الفقر الحاضر" (۸۴).

اپنی ضروریات کو لوگوں سے طلب کرنا زندگی کی رسوائی، عزت میں کمی اور شرم و حیاء کے خاتمے کا باعث بنتا ہے اور یہ ایک فقر حاضر ہے.

امام محمد باقرؑ

نام :- محمد بن علیؑ

کنیت :- ابو جعفر اور ابو جعفر اول

القاب :- باقر، شاکر، ہادی، امین، شبیہ (پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ شباہت کی وجہ سے)۔

آپ کا معروف ترین لقب "باقر" کہ پیغمبر اکرمؐ نے جابر بن عبداللہ انصاری کے ذریعے اس لقب سے آپؑ تک سلام پہنچایا۔

مقام :- ساتویں معصوم اور پانچویں امام

تاریخ پیدائش :- یکم رجب المرجب ۵۷ھ

بعض مورخین نے ۳ صفر المظفر ۵۷ھ بیان کیا ہے۔

جائے پیدائش :- مدینہ منورہ

شجرہ نسب :- محمد بن علی بن حسینؑ بن علی بن ابیطالبؑ۔

والدہ کا نام :- فاطمہ بنت حسن بن علیؑ کہ جنکی کنیت "ام عبداللہ" تھی۔

یہ اپنے زمانے کی عظیم ترین خاتون تھیں. آپ کی منزلت کے بارے میں امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: میری دادی فاطمہ بنت حسن صدیقہ تھیں اور آلِ حسنؑ میں سے اس مقام تک کوئی عورت نہیں پہنچی.

امام محمد باقر علیہ السلام ماں باپ کی طرف سے امام علیؑ اور فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا میں سے تھے اسلئے انہیں "علوی بین علویین" اور "فاطمی بین فاطمیین" کہا جاتا ہے.

مدت امامت :- اپنے والد امام زین العابدین کی شہادت ۹۵ھ سے لیکر ۱۱۴ھ تک ۲۰ سال تک امامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے.

تاریخ اور سبب شہادت :- ۷ ذی الحجہ ۱۱۴ھ، ۵۷ سال کی عمر میں (اور ایک قول کے مطابق ربیع الاول یا ربیع الثانی ۱۱۴ھ) ابراہیم بن ولید بن عبدالملک کا ہشام بن عبدالملک کے زمانے میں آپ کو کھلایا جانے والا زہر آپ کی شہادت کا سبب بنا.

محل دفن :- مدینہ منورہ قبرستان بقیع میں اپنے والد کے ساتھ دفن ہوئے.

ازواج :- ۱۔ ام فروہ بنت قاسم ۲۔ ام حکیم

اولاد :- بیٹے ۱۔ امام جعفر صادقؑ ۲۔ عبداللہ ۳۔ ابراہیم ۴۔ عبیداللہ ۵۔ علی

بیٹیاں ۱۔ زینب ۲۔ ام سلمہ

اصحاب :- امام باقرؑ کے اصحاب کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ جنکو یہاں پر ذکر نہیں کیا جا سکتا. ذیل میں چند اہم اصحاب کا ذکر کیا جاتا ہے.

۱۔ زرارہ بن اعین　　　۲۔ معروف بن خربوذ مکی
۳۔ ابو بصیر اسدی　　　۴۔ فضیل بن یسار
۵۔ محمد بن مسلم　　　۶۔ یزید بن معاویہ عجلی

یہ چھ افراد علم رجال میں "اصحاب اجماع" اولی معروف ہیں فقہاء اور شیعہ محدثین کا اتفاق اور اجماع ہے کہ انہوں نے امام معصوم سے جو کچھ نقل کیا ہے صحیح ہے.

۷۔ حمدان بن اعین　　　۸۔ بکیر بن اعین
۹۔ عبدالملک بن اعین　　　۱۰۔ عبدالرحمن بن اعین
۱۱۔ محمد بن اسماعیل بن بزیع　　　۱۲۔ عبداللہ بن میمون
۱۳۔ محمد بن مروان　　　۱۴۔ اسماعیل بن فضل ہاشمی
۱۵۔ ابوہارون مکفوف　　　۱۶۔ ظریف بن ناصح
۱۷۔ سعید بن ظریف　　　۱۸۔ اسماعیل بن جابر خثعمی
۱۹۔ عقبہ بن بشیر اسدی　　　۲۰۔ کمیت بن زید اسدی
۲۱۔ جابر بن یزید جعفی

حاکمان وقت :-

۱۔ معاویہ بن ابی سفیان (۲۰ قبل از ہجرت ۔ ۶۰ھ)
۲۔ یزید بن معاویہ (۲۵ھ ۔ ۶۴ھ)
۳۔ معاویہ بن یزید (۴۱ھ ۔ ۶۴ھ)

۴۔ عبداللہ بن زبیر (۱ھ۔۷۳ھ)

۵۔ عبدالملک بن مروان (۲۶ھ۔۸۶ھ)

۶۔ ولید بن عبدالملک (۴۸ھ۔۹۶ھ)

۷۔ سلیمان بن عبدالملک (۵۴ھ۔۹۹ھ)

۸۔ عمر بن عبدالعزیز (۶۱ھ۔۱۰۱ھ)

۹۔ یزید بن عبدالملک (۷۱ھ۔۱۰۵ھ)

۱۰۔ ہشام بن عبدالملک ۷۱ھ۔۱۲۵ھ)

مذکورہ خلفاء میں سے عبداللہ بن زبیر نے ۱۰ سال تک حجاز اور عراق پر حکومت کی کہ جو بنی امیہ سے نہ تھا لیکن باقی سب بنی امیہ اور ابوسفیان اور حکم بن عاص کے بیٹوں میں سے تھے۔ اور معاویہ بن یزید (معروف بہ معاویہ ثانی) اور عمر بن عبدالعزیز کے علاوہ تمام اہل بیت پیغمبر اکرمؐ اور شیعہ امامت کے عظیم مقام کو ہمیشہ اذیت و تکلیف میں مبتلا رکھتے تھے

اہم واقعات:۔

۱۔ حضرت امام محمد باقرؑ چار سال کی عمر میں اپنے والد امام زین العابدینؑ کے ساتھ محرم الحرام ۶۱ھ کربلا کے واقعہ میں موجود تھے۔

۲۔ ۹۵ھ میں امام محمد باقرؑ کے والد امام سجاد کا شہید ہو جانا (۸۵)۔

۳۔ امام محمد باقرؑ کے مختلف فرقوں اور ادیان کے بزرگوں کے ساتھ اہل بیتؑ کی حقانیت کو ثابت کرنے کیلئے مباحثات اور مناظرات کا ہونا۔

۴۔ ۷۶ھ میں عبدالملک بن مروان کی خلافت کے زمانے میں امام باقرؑ کی مشورت اور مدد سے اسلامی سکہ کا رواج ار رومی رائج الوقت سکے کو ترک کرنا۔

۵۔ ہشام بن عبدالملک کی طرف سے امام محمد باقرؑ اور آپکے بیٹے امام جعفر صادقؑ کو شام میں حاضر کروانا۔

۶۔ امام محمد باقرؑ کی طرف سے مدینہ میں علوم اہل بیتؑ کیلئے علمی مدارس کی بنیاد رکھنا اور قابل ترین شاگردوں کی تربیت کرنا۔

۷۔ ۱۱۴ھ میں ہشام بن عبدالملک کے حکم سے ابراہیم بن ولید بن عبدالملک والی مدینہ کا امام محمد باقرؑ کو زہر دینا۔

۸۔ امام محمد باقرؑ کو مدینہ کے قبرستان بقیع میں اپنے والد امام زین العابدینؑ اور امام حسنؑ کے ساتھ دفن کرنا۔

حکایات :-

۱۔ اپنے زمانے کے عارف کو امام باقرؑ کی نصیحت

محمد بن منکدر اپنے زمانے کے عرفاء میں سے تھا کہ جو ظاہری عبادت اور فرائض اور مستحبات اسلامی کو بجا لانے کی بہت کوشش کرتا تھا اور کام کاج کو چھوڑ کر فقط عبادت ہی کیا کرتا تھا۔

اس نے زندگی کو اپنی ماں اور بہن کے ساتھ اس طرح تقسیم کیا تھا کہ اوقات کا ایک تہائی حصہ عبادت و مناجات میں صرف کرتا۔ جب اس کی بہن کا انتقال ہو گیا تو زندگی کو اپنی ماں کے ساتھ تقسیم کیا اور اپنے اوقات کا نصف حصہ عبادت و مناجات

میں گذارتا اور جب ماں کا انتقال ہو گیا تو وہ ہر وقت راز و نیاز اور عبادت میں ہی مصروف رہتا.

محمد بن منکدر ایک دن اپنے مریدوں میں بیٹھا کہہ رہا تھا کہ مجھے یہ گمان نہ تھا کہ علی بن حسینؑ (امام زین العابدینؑ) نے اپنا کوئی بیٹا اپنی یادگار چھوڑا ہو.

ایک دن میں نے محمد باقرؑ کو دیکھا چاہا کہ اسے نصیحت کروں لیکن اس نے مجھے نصیحت اور سبق دے ڈالا.

مریدوں نے پوچھا: محمد باقرؑ نے تجھے کیا نصیحت کی؟

محمد بن منکدر نے امام محمد باقر کے ساتھ اپنی ملاقات کو یوں بیان کیا.

شدید گرمیوں کے دنوں میں ایک کام کی خاطر مدینہ سے باہر جارہا تھا. راستے میں محمد بن علیؑ کو دیکھا کہ جو کام کاج میں مصروف تھے.

دل میں کہا بزرگان قریش سے ہونے کے باوجود اس حالت میں دنیا کو طلب کرنے کیلئے باہر پھر رہا ہے. میں ابھی اسے نصیحت کرتا ہوں.

جونہی ان کے پاس پہنچا سلام کیا محمد بن علیؑ نے آہستہ سے میرے سلام کا جواب دیا.

میں نے کہا "اصلحک اللہ" کیا یہ اچھی بات ہے، قریش کے بزرگوں میں سے ایک بزرگوار دنیا کو حاصل کرنے کیلئے باہر نکلے اگر تجھے اس حالت میں موت آجائے تو کیا کرو گے؟

محمد بن علیؑ نے اپنے غلام کے کندھوں سے ہاتھ اٹھائے اور کہا: خدا کی قسم اگر

اس حالت میں مجھے موت آ جائے جیسا کہ میرا حال ہے تو خدا کی اطاعت میں ہوں اور خود کو لوگوں کی غلامی سے روکا ہوا ہے. میں اس وقت موت کے آنے سے ڈرتا ہوں کہ خدا کی اطاعت میں نہ ہوں اور گناہوں کا ارتکاب کر رہا ہوں.

میں اپنی بات پر شرمندہ ہوا اور کہا "یرحمک اللہ" میں چاہتا تھا آپکو نصیحت کروں لیکن آپ نے مجھے نصیحت کر ڈالی.

جی ہاں! امام محمد باقرؑ اس صوفی (عارف) کو کہ جس نے کام کاج چھوڑ کر خود کو عبادت میں غرق کیا ہوا تھا اور لوگوں کو نصیحت کرنے پر فخر کرتا تھا.

اور لوگوں پر بوجھ بنا ہوا تھا. اسے اسلام شناسی کا سبق دیا کہ اسلام زندگی کو چلانے کیلئے کام کاج کا دین ہے. اور دوسروں پر بوجھ بننے سے سخت نفرت کرتا ہے جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے "ملعون من القیٰ کلہ علیٰ الناس" (۸۶).

وہ شخص ملعون ہے جس نے اپنی زندگی کے بوجھ کو دوسروں کے کندھوں پر ڈالا.

۲۔ پیغمبر اکرمؐ کا جابر بن عبداللہ کے ذریعے امام باقرؑ کو سلام بھیجوانا

حضرت امام جعفر صادقؑ اپنے والد حضرت امام محمد باقرؑ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ایک دن میں جابر بن عبداللہ انصاری کے پاس گیا اور سلام کیا.

جابر نے میرے سلام کا جواب دیا پھر انھوں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ اس وقت وہ نابینا تھے. میں نے کہا: محمد بن علی بن حسین علیھم السلام ہوں. انہوں نے کہا:

اے خیرالبشر کے بیٹے ذرا نزدیک آؤ

میں ان کے قریب ہوا مجھے سینے سے لگایا، میرے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور گر کر میرے پاؤں کو چومنا چاہا میں دور ہٹا اور ایسا نہ کرنے دیا. پھر انہوں نے مجھ سے کہا رسول خدا محمد مصطفیٰ آپکو سلام دیتے تھے. میں نے کہا "و علیٰ رسول اللہ السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ"

پھر میں نے پوچھا: اے جابر قصہ کیا ہے؟

جابر نے کہا: ایک دن میں رسول اللہؐ کے پاس بیٹھا تھا، آنحضرتؐ نے مجھے کہا: اے جابر! شاید تم اتنی دیر تک زندہ رہو اور میرے بیٹوں میں سے محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ سے ملاقات کر سکو، اور خداوند عالم نے اسے نور اور حکمت عطا کیا ہے. پس میری طرف سے اسے سلام کہنا (۸۷).

اسی طرح روایت بیان ہوئی ہے. جابر بن عبداللہ انصاری مسجد نبوی میں بیٹھے کہتے رہتے "یا باقر! یا باقر العلوم!".

مدینہ کے لوگ کہتے: اے جابر تمہیں کیا ہو گیا ہے جابر کہتے: خدا کی قسم میں فضول اور بیکار بات نہیں کرتا. میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ جو فرماتے تھے: اے جابر! تم زندہ رہو گے یہاں تک کہ میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص کو دیکھو گے. جس کا نام میرا نام جس کی صورت میری صورت ہو گی اور اس سے علوم کے چشمے پھوٹیں گے.

جب بھی اس کو دیکھو میرا سلام اس تک پہنچانا یہ رسول خداؐ کی فرمائش ہے

کہ جو مجھے اس بات کو کرنے کیلئے اکساتی ہے (۸۸).

یہ بتانا ضروری ہے کہ جابر بن عبداللہ انصاری، پیغمبر اکرمؐ کے جلیل القدر اور اصحاب بدر سے ہیں انہوں نے پیغمبر اکرمؐ اور امام علیؑ کے ساتھ بہت سے غزوات اور جنگوں میں شرکت کی. اور ہمیشہ رسالت و امامت کے پیرو رہے پیغمبر اکرمؐ اور ان کے اہل بیتؑ سے محبت کو ایک لحہ بھی نہ چھوڑا. آپ ہمیشہ لوگوں کو حضرت علیؑ اور آپ کی اولاد سے محبت کرنے کے تلقین کرتے وہ کربلا میں امام حسینؑ کی قبر کی زیارت کرنے والے پہلے شخص ہیں. زندگی کے آخری دنوں میں آپ نابینا ہو گئے اور نوے سال کی عمر میں ۷۸ھ میں وفات پائی (۸۹).

اقوال زرین :-

۱۔ "قال الباقر علیہ السلام : اشد الاعمال ثلاثۃ ذکر اللّٰہ علیٰ کل حال و انصافک من نفسک و مواساۃ الاخ فی ایمان" (۹۰).

اہم ترین کام تین چیزیں ہیں ۱۔ ہر حال میں خدا کا ذکر بجا لانا. ۲۔ اپنے نفس کے ساتھ انصاف کرنا. ۳۔ اپنے دینی بھائی کے ساتھ مال میں مساوات کرنا.

۲۔ "قال علیہ السلام :خذوا الکلمۃ الطیبہ ممن قالھا و ان لم یعمل بھا" (۹۱).

اچھی بات (جو حق کے مطابق ہو) جس سے بھی سنو اسے لے لو (یعنی اس پر عمل کرو) اگر چہ کہنے والا خود اس پر عمل نہ کرتا ہو

۳۔ "قال علیہ السلام :اربع من کنوز البر. کتمان الحاجۃ و کتمان الصدقۃ و کتمان الوجع و کتمان المصیبۃ" (۹۲).

چار چیزیں نیکیوں کا خزانہ ہیں ۱۔ ضرورت کو چھپانا ۲۔ صدقہ کو چھپانا ۳۔ تکلیف کو چھپانا ۴۔ مصیبت کو چھپانا۔

۴۔ "قال علیہ السلام، الحیاء و الایمان مقرونان فی قرن فاذاذھب احدھما تبعہ صاحبہ" (۹۳).

ایمان اور حیاء ایکدوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔ جب بھی ان میں سے ایک چلا جائے دوسرا بھی چلا جاتا ہے۔

۵۔ "قال علیہ السلام، و اللہ ماشیعتنا الا من اتقیٰ اللہ و اطاعہ" (۹۴).

خدا کی قسم جو تقویٰ اختیار نہ کرے اور خدا کی اطاعت و پیروی نہ کرے ہمارا شیعہ نہیں ہے

امام جعفر صادقؑ

نام :- جعفر بن محمدؑ

کنیت :- ابو عبداللہ، ابو اسماعیل اور ابو موسیٰ

القاب :- صادق، فاضل، صابر، طاہر، قائم، کافل، منجی۔

آپؑ کا معروف ترین لقب "صادق" ہے. یہ لقب آپ کی صداقت اور آپکو جعفر کذاب سے (جس نے اس دور میں امام زمان ہونے کا دعویٰ کیا تھا) ممتاز کرنے کیلئے آپ سے مختص ہو گیا۔

منصب :- آٹھویں معصوم اور چھٹے امام

تاریخ پیدائش :- ۱۷ ربیع الاول ۸۰ھ

بعض مورخین نے یکم رجب ۸۰ھ اور بعض نے ۸۳ھ کو لکھی ہے.

لیکن پہلا قول ہی معروف ہے.

جائے پیدائش :- مدینہ منورہ

شجرہ نسب :- جعفر بن محمد بن علی بن حسینؑ بن علیؑ بن ابیطالب علیہم السلام

والدہ کا نام :- فاطمہ، آپکی کنیت ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر ہے۔

ام فروہ جو محمد ؑبن ابی بکر کی پوتی تھیں اپنے زمانے کی عورتوں میں عالیشان مقام رکھتی تھیں۔ امام صادقؑ نے انکی شان میں فرمایا : میری ماں ان عورتوں میں سے تھیں جو ایمان لائیں، تقوی اختیار کیا ، نیک کام کیے اور خدا نیک کام کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

یہ خاتون امام زین العابدین اور امام محمد باقر علیہما السلام کے مکتب کی تربیت یافتہ تھیں۔

مدت امامت :- اپنے والد امام محمد باقرؑ کی شہادت سے لیکر ۲۵ شوال ۱۴۸ھ تک تقریباً ۳۴ سال تک امامت کے فرائض سر انجام دیتے رہے۔

تاریخ و سبب شہادت :- ۲۵ شوال ۱۴۸ھ ۶۵ سال کی عمر میں منصور دوانیقی کے کہنے پر پلائے جانے والے زہر کے نتیجہ میں شہید ہوئے۔

محل دفن :- مدینہ منورہ قبرستان بقیع، اپنے والد، دادا، اور امام حسن مجتبیٰ علیہم السلام کی قبروں کے ساتھ آپ دفن ہیں۔

ازواج :- ۱۔ فاطمہ بنت حسین ۲۔ ام حمیدہ (حمیدہ مصفاۃ)۔

اولاد :- بیٹے

۱۔ امام موسیٰ کاظم	۲۔ اسماعیل
۳۔ عبداللہ	۴۔ محمد دیباج

۵۔ اسحاق ۶۔ علی عریض ۷۔ عباس

بیٹیاں۔

۱۔ ام فروہ ۲۔ فاطمہ ۳۔ اسماء۔

اصحاب :-

آپ کے اصحاب اور راویوں کی تعداد چار ہزار سے زیادہ ہے جنہوں نے آپؑ سے کسب فیض کیا۔ اور دنیائے اسلام میں علوم اہل بیت علیہم السلام کو پھیلایا۔ ذیل میں کچھ بزرگ اصحاب اور راویوں کے نام ذکر کیے جاتے ہیں۔

۱۔ جمیل بن دراج ۲۔ عبداللہ بن سکان
۳۔ عبداللہ بن بکیر ۴۔ حماد بن عیسی
۵۔ حماد بن عثمان ۶۔ ابان بن تغلب

یہ چھ افراد اصحاب "اجماع" کے عنوان سے معروف ہیں۔

۷۔ اسحاق بن عمار صیرفی ۸۔ ابو حمزہ ثمالی
۹۔ برید بن معاویہ عجلی ۱۰۔ حریز بن عبداللہ سجستانی
۱۱۔ حمران بن اعین شیبانی ۱۲۔ زرارۃ بن اعین شیبانی
۱۳۔ صفوان بن مہران اسدی ۱۴۔ عبداللہ بن ابی یعفور
۱۵۔ عمران بن عبداللہ اشعری ۱۶۔ عیسی بن عبداللہ اشعری
۱۷۔ فضیل بن یسار بصری ۱۸۔ فیض بن یسار بصری
۱۹۔ ابوبصیر مرادی ۲۰۔ مؤمن الطاق محمد بن علی

۲۱۔ محمد بن مسلم کوفی
۲۲۔ معاذ بن کثیر کسائی
۲۳۔ معلی بن خنیس کوفی
۲۴۔ ہشام بن محمد
۲۵۔ یونس بن ظبیان کوفی
۲۶۔ معاویہ بن عمار
۲۷۔ زید شحام
۲۸۔ سدید بن حکیم
۲۹۔ عبدالسلام بن عبدالرحمن
۳۰۔ جابر بن یزید جعفی
۳۱۔ ثابت بن دینار
۳۲۔ مفضل بن قیس
۳۳۔ مفضل بن عمر جعفی
۳۴۔ سفیان بن عیینہ اور ...

حاکمان وقت :-

۱۔ عبدالملک بن مروان (۲۶۔۸۶ھ)

۲۔ ولید بن عبدالملک (۴۸۔۹۶ھ)

۳۔ سلیمان بن عبدالملک (۵۴۔۹۹ھ)

۴۔ عمر بن عبدالعزیز (۶۱۔۱۰۱ھ)

۵۔ ہشام بن عبدالملک (۷۱۔۱۲۵ھ)

۶۔ یزید بن عبدالملک (۷۱۔۱۰۵ھ)

۷۔ ولید بن یزید (۸۸۔۱۲۶ھ)

۸۔ یزید بن ولید (۸۶۔۱۲۶ھ)

۹۔ مروان بن محمد (۷۲۔۱۳۷ھ)

ان تمام خلفاء کا سلسلہ بنی امیہ کی بنی مروان شاخ سے تھا۔

۱۰۔ ابوالعباس سفاح (۱۰۴۔۱۳۶ھ)

۱۱۔ منصور دوانیقی (۹۵۔۱۵۸ھ)

امام صادق جو بنو امیہ، بنو عباس کے ہم عصر تھے دونوں سے ہی بے شمار تکالیف کو برداشت کیا. لیکن چونکہ آنحضرت بنو امیہ کے اختتام اور بنو عباس کے آغاز کے دوران رہے، خلافت کو ایک غاصب خاندان سے دوسرے غاصب خاندان کو منتقل ہونے کے دوران آپ کو مکتب اہل بیتؑ کی تبلیغ و ترویج کیلئے مناسب موقع میسر آیا. اور آپ نے ان حالات سے مسلمانوں اور اسلام کیلئے بھرپور فایدہ اٹھایا.

آپ نے حوزہ علمیہ کو تاسیس کر کے ہشام، زرارہ، محمد بن مسلم اور... شاگردوں کی تربیت کی جنہوں نے عالم اسلام اور مذہب شیعہ کی بھرپور ترویج کی. اسی لئے شیعہ اثنا عشری کو "جعفری" بھی کہا جاتا ہے.

اہم واقعات :-

۱۔ ۱۱۴ھ میں آپ کے والد گرامی امام محمد باقرؑ کا جام شہادت نوش کرنا.

۲۔ ۱۲۱ھ میں آپکے چچا زید بن علیؑ کا اموی حکومت کے خلاف قیام اور درجہ شہادت پر فائز ہونا.

۳۔ بنی ہاشم (علوی، عباسی) کی تحریک کا خلافت اسلامی میں اموی حکومت کے خلاف وسعت پانا.

۴۔ ۱۳۳ھ میں بنی عباس کی ابو العباس سفاح کے ذریعے کامیابی، اور اموی حکومت کا خاتمہ.

۵ ۔ علویان بنی الحسن کا عباسیوں کے خلاف قیام اور منصور دوانیقی کا سختی سے انہیں سرکوب کرنا.

۶ ۔ بنو عباس و بنو امیہ میں جنگ کے دوران امام صادقؑ کو مناسب موقع ملا جس سے آپ نے مدینہ منورہ میں حوزہ علمیہ کو تاسیس کر کے ہزاروں شاگردوں کی فقہ، تفسیر، علوم قرآن، کلام، کیمسٹری، تاریخ و غیرہ جیسے علوم کی تعلیم دی.

۷ ۔ سفاح عباسی کی طرف سے امام صادق کو مدینہ سے بغداد زیر نگرانی رکھنے کیلئے بلانا.

۸ ۔ منصور دوانیقی کی طرف سے دوسری مرتبہ آپ کو مدینہ سے بغداد لانا اور آزار و تکلیف پہنچانا.

۹ ۔ ۱۴۲ھ میں آپکے بیٹے اسماعیل کا فوت ہونا اور آپؑ کا اس غم سے نڈھال ہو جانا.

۱۰ ۔ مدینہ میں امام صادقؑ اور علویان کے ساتھ منصور دوانیقی کے کارندوں کا غیر انسانی برتاؤ کرنا.

۱۱ ۔ امام صادقؑ اور آپکے ساتھیوں کا مخالفین، ملحدین اور جھوٹے دعویداروں کے ساتھ علمی اور نظریاتی جنگ کرنا.

۱۲ ۔ ۱۴۸ھ میں منصور دوانیقی کے حکم سے امام صادقؑ کو زہر کے ذریعے شہید کروانا.

۱۳ ۔ آپؑ کے بدن مبارک کو مدینہ کے قبرستان بقیع میں اپنے دیگر آباؤ و اجداد

کے ساتھ دفن کرنا.

حکایات :-

۱۔ امام صادقؑ کی ایک شیعہ کیلئے جنت میں گھر کی ضمانت

شاہان جبل (ایران میں ایک پہاڑ) سے ایک شخص ہر سال حج کے موقعہ پر امام صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوتا، آنحضرتؑ کے مہمانخانے میں قیام کرتا، وہ آپ سے خصوصی محبت رکھتا، اور اہل بیتؑ کے ماننے والوں میں سے تھا. ایک سال حج کے دوران امام صادقؑ کے سامنے پیش ہوا، کچھ دیر وہاں ٹھہرا پھر خانۂ خدا کی زیارت کی نیت سے مکہ کی طرف چل پڑا.

چلنے سے پہلے مدینہ میں گھر خریدنے کیلئے امام صادقؑ کو دس ہزار درہم دیے تاکہ جب بھی مدینہ آئے اسی گھر میں قیام کرے اور امامؑ کیلئے تکلیف کا باعث نہ بنے.

وہ مکہ گیا، اعمال حج کو بجالایا پھر مدینہ لوٹ آیا امام کی خدمت میں پہنچا عرض کیا:
یا بن رسول اللہ! میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں کیا میرے لئے گھر خریدا ہے.

امامؑ نے فرمایا: جی ہاں! تمہارے لئے گھر خریدا ہے گھر کی رجسٹری کو اسے دکھایا.
جب اس نے رجسٹری کو کھول کر پڑھا تو اس پر لکھا تھا "شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ گھر کی رجسٹری ہے جسے جعفر بن محمد نے فلان (جبلی) کیلئے خریدا ہے. یہ گھر بہشت برین میں ہے کہ جس کے اردگرد رسول خداؐ، امام علیؑ، امام حسنؑ، امام حسینؑ، رہتے ہیں.

اس شخص نے جب گھر کی رجسٹری پڑھی تو بہت خوش ہوا اور کہنے لگا: اے امام!

میں

آپ پر قربان! میں اس معاملہ پر راضی ہوں.

پھر امام صادقؑ نے فرمایا: وہ رقم جو تم نے مجھے گھر خریدنے کیلئے دی تھی میں نے اس رقم کو امام حسنؑ و امام حسینؑ کی اولاد میں سے ضرورتمندوں میں تقسیم کر دیا ہے. اور ان کی ضروریات کو پورا کیا ہے. امیدوار ہوں کہ خداوند متعال اسے قبول کرے اور اس کے اجر کو جنت میں تجھے عطا کرے.

اس ماجرا کے بعد وہ شخص امام کی خدمت سے رخصت ہوا اور اپنے شہر جبل لوٹ آیا، گھر کی رجسٹری اس کے ساتھ تھی. کچھ مدت کے بعد اپنے وطن میں بیمار ہو گیا، اور احتضار کی حالت آن پڑی جب اس نے احساس کیا کہ اب زندگی باقی نہیں ہے اپنے اہل و عیال کو بلوایا اور وصیت کی کہ مرنے کے بعد اس رجسٹری کو میرے کفن میں رکھ دینا. اس کام کو کرنے کیلئے ان سے اس نے قسم لی.

انہوں نے بھی وصیت پر عمل کیا. دفن کرتے وقت سند کو بھی کفن میں رکھ دیا اور قبر پر مٹی ڈال کر گھروں کو لوٹ گئے.

دوسرے دن جب اس کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کیلئے آئے دیکھا تو وہی سند قبر پر پڑی ہے اس پر لکھا تھا کہ ولی خدا جعفر بن محمدؑ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا. (۹۵).

۲۔ امام صادقؑ اور مستحقین کی مدد

معلی بن خنیس جو امام صادقؑ کا غلام تھا کہتا ہے ایک رات امام صادقؑ ظلہ (بنی ساعدہ) کے بے کسوں کی مدد کرنے کیلئے گھر سے نکلے اس رات بارش ہو رہی تھی. میں بھی آنحضرتؑ کے پیچھے چل پڑا.

رات کی تاریکی میں اچانک آنحضرتؑ کے ہاتھ سے ایک چیز زمین پر گر پڑی۔ آپ نے کہا "بسم اللہ۔ اللھم ردہ علینا" اللہ کے نام سے۔ اے خدا! جو چیز گری ہے وہ مجھے لوٹا دے۔ اس دوران میں آگے بڑھا اور سلام کیا۔ فرمایا: معلی تو ہے؟ عرض کیا جی ہاں! یا بن رسول اللہؐ! فرمایا: زمین پر ہاتھ پھیرو جو کچھ ملے مجھے لوٹا دو۔ میں نے زمین پر ہاتھ پھیرا دیکھا روٹی کے ٹکڑے زمین پر گرے پڑے ہیں۔ انہیں اکٹھا کیا اور آنحضرت کو دیئے۔ اچانک میری نظر پڑی کہ امام صادقؑ کے پاس روٹیوں کا ایک ٹوکرا ہے کہ جسے آپ نے اٹھایا ہوا ہے اور کچھ روٹیاں زمین پر گر پڑیں تھیں۔ میں نے کہا: میرے آقا اگر حکم کریں تو میں اسے اٹھا کر آپکے ساتھ چلتا ہوں۔ فرمایا: نہ! میں اسے اٹھانے کی بہتر صلاحیت رکھتا ہوں لیکن تجھے اجازت دیتا ہوں کہ میرے ساتھ آؤ۔

پھر میں آنحضرتؑ کے ساتھ چل پڑا "ظلہ بنی ساعدہ" کے سائبان جہاں لوگ سخت گرمی سے بچنے کیلئے پناہ لیتے تھے پہنچے۔ بے کس و نادار رات وہیں پر بسر کرتے تھے امام صادقؑ نے، ٹوکرے سے روٹیاں نکالیں اور ہر ایک کے پاس رکھیں۔ کوئی بھی روٹی سے محروم نہ رہا جب روٹی کو آخری شخص کے پاس رکھنے کے بعد واپس لوٹے۔ راستے میں، میں نے، امامؑ سے پوچھا آپ پر قربان ہوجاؤں! آپ نے ان کیلئے جو خدمت کی ہے کیا وہ حق کو پہچانتے ہیں؟ (یعنی کیا وہ شیعہ ہیں؟) امام نے جواب فرمایا "لو عرفوا لو اسیناھم بالرقہ" یعنی اگر وہ حق کو جانتے تو میں ان کی مزید مدد کرتا، یہاں تک کہ نمک سے بھی دریغ نہ کرتا اور انہیں نمک بھی دیتا۔ (۹۶)۔

یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ معلیٰ بن خنیس امام صادقؑ کے بہترین خدمتگذاروں

میں سے تھا. آپؑ اس پر بہت اعتماد و اطمینان رکھتے تھے. منصور دوانیقی نے اسے اہل بیتؑ سے محبت اور پیروی کے جرم میں داؤود بن علی کے ذریعے جو مدینہ میں منصور کا گورنر تھا قتل کرا ڈالا۔

اقوال زرین :-

۱ ۔ "قال الصادق علیہ السلام : یھلک اللہ ستأ بست ۔ الامرء بالجور، و العرب بالعصبیۃ، و الدھاقین بالکبر، و التجار بالخیانۃ، و اھل الرستاق بالجھل و الفقھاء بالحسد" (۹۷).

خداوند متعال چھ گروہوں کو چھ خصلتوں کی وجہ سے ہلاک کر دیتا ہے.

حکمرانوں کو ستم، عربوں کو تعصب (قوم پرستی)، کسانوں کو خودخواہی، تاجروں کو خیانت، دیہاتیوں کو نادانی اور فقہاء کو حسد کی وجہ سے.

۲ ۔ "قال علیہ السلام : ان خیر العباد من یجتمع فیہ خمس خصال ۔ اذا احسن استبشر و اذا اساء استغفر و اذا اعطیٰ شکر و اذا ابتلیٰ صبر و اذا ظلم غفر" (۹۸).

بہترین انسان وہ ہے جس میں پانچ صفات پائی جائیں ۔ جب نیکی کرے خوش ہو، گناہ کا ارتکاب کرے تو استغفار کرے، نعمت ملے تو شکر کرے، مصیبت آئے تو صبر کرے، اس پر ستم ہو تو معاف کر دے.

۳ ۔ "قال علیہ السلام : احب اخوانی الیّ من اھدیٰ الیّ عیوبی" (۹۹).

میرا بہترین دوست وہ ہے جو میرے نقائص کو مجھے بتلائے.

۴ ۔ "قال علیہ السلام : و اعلم ! ان العمل الدائم القلیل علی الیقین افضل عند اللہ من العمل الکثیر علی غیر یقین" (۱۰۰).

جان لو کہ تھوڑا سا عمل کہ جو یقین کے ساتھ ہو خداوند متعال کے سامنے اس زیادہ عمل سے بہتر ہے کہ جو بغیر یقین کے ہو

۵ ۔ "قال علیہ السلام . ثلاثۃ لا تعرف الا فی ثلاثۃ مواطن ۔ لایعرف الحلیم الا عند الغضب، و لا الشجاع الا عند الحرب، و لا اخ الا عند الحاجۃ" (۱۰۱).

تین صفات صرف تین مقامات پر ہی پہچانی جاتی ہیں.

۱۔ بردبار کی پہچان نہیں ہوتی مگر غصے کی حالت میں.

۲۔ شجاع کی پہچان نہیں ہوتی مگر جنگ کے دوران.

۳۔ بھائی (دوست) کی پہچان نہیں ہوتی مگر ضرورت کے وقت.
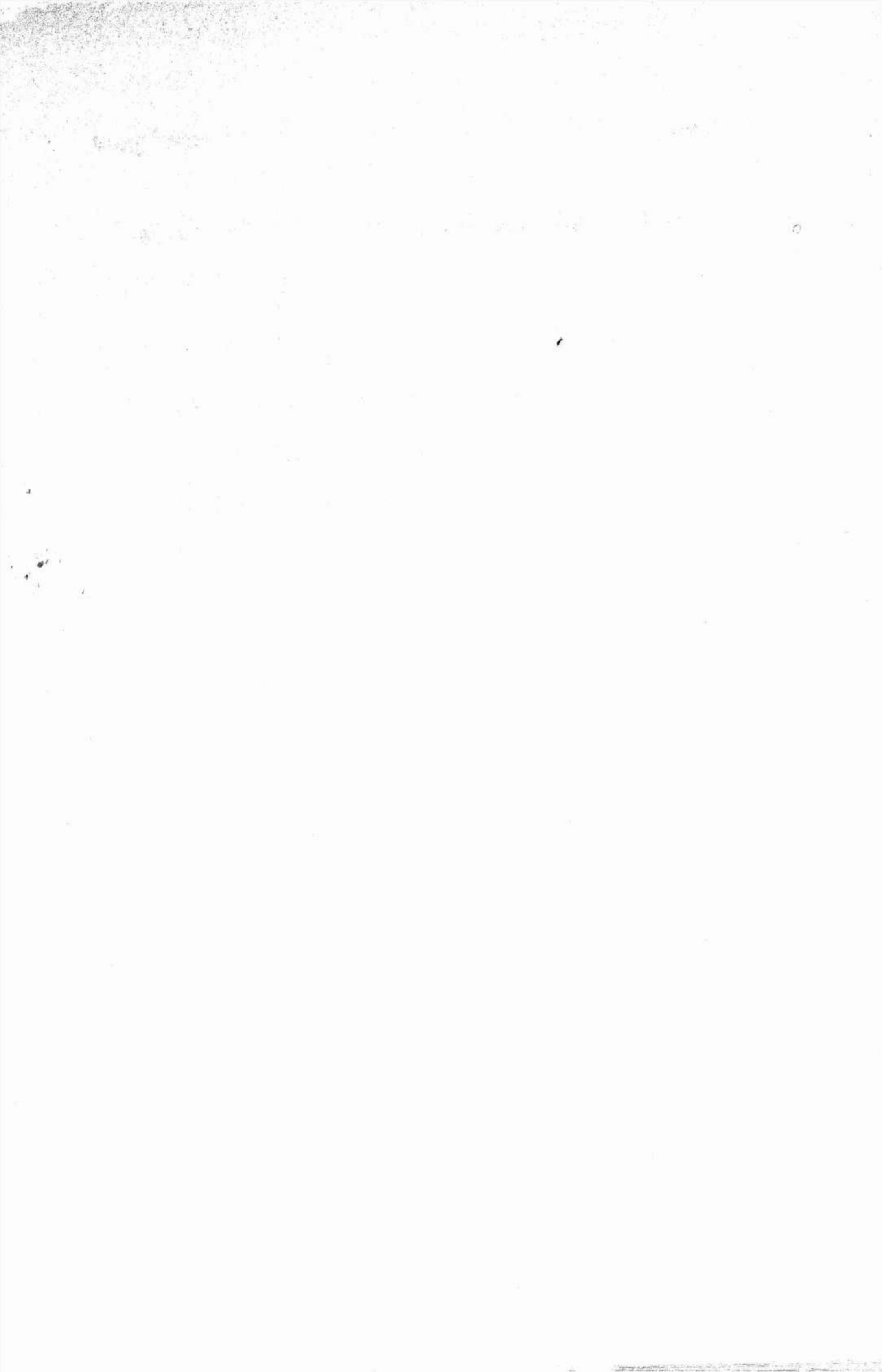
امام موسیٰ کاظمؑ

نام :- موسی بن جعفر

کنیت :- ابوابراہیم، ابوالحسن، ابوالحسن اول، ابوالحسن ماضی، ابوعلی اور ابواسماعیل.

لقب :- کاظم، صابر، صالح، امین، عبدالصالح، آپ شیعوں کے درمیان باب الحوائج سے معروف ہیں.

منصب :- نویں معصوم اور ساتویں امام.

تاریخ پیدائش :- ۷ صفر ۱۲۸ھ میں پیدا ہوئے، بعض نے ۱۲۹ھ ذکر کیا ہے.

جائے پیدائش :- ابواء (مکہ و مدینہ کے درمیان ایک مقام).

شجرہ نسب :- موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابیطالب علیھم السلام.

والدہ کا نام :- حمیدہ مصفاۃ، آپکے دوسرے نام، حمیدہ بربریہ، حمیدہ اندلسیہ بھی بیان ہوئے ہیں، آپ اپنے زمانے کی عظیم خاتون تھیں. فقہی و دینی احکام پر

اتنا عبور حاصل تھا کہ امام صادقؑ عورتوں کو زنانہ مسائل سیکھنے کیلئے ان کے پاس بھیجے تھے۔ اور آپ کے بارے میں فرمایا۔ حمیدہ ہر قسم کی نجاست و غلاظت سے پاک ہیں، فرشتے انکی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ اس کرامت کی وجہ سے میرے لئے اور میرے بعد خداوند متعال نے انھیں حجت قرار دیا ہے۔

مدت امامت :- اپنے والد امام جعفر صادقؑ کی شہادت سے لیکر ۱۸۳ھ تک تقریباً ۳۵ سال، آنحضرت بیس ۲۰ سال کی عمر میں منصب امامت پر فائز ہوئے۔

تاریخ و سبب شہادت :- ۲۵ رجب المرجب ۱۸۳ھ ۵۵ سال کی عمر میں ہارون الرشید کے حکم پر آپ کو پلائے جانے والے زہر کے نتیجہ میں شہید ہوئے۔

محل دفن :- عراق کے شہر کاظمین میں آپ کو دفن کیا گیا۔

ازواج :- ۱۔ فاطمہ بنت علی ۲۔ نجمہ۔

اولاد :- آپ کی اولاد کے بارے میں کئی اقوال ہیں۔ ان میں سے ایک کے مطابق آپ کے ۳۷ فرزند تھے جن میں ۱۸ بیٹے اور ۱۹ بیٹیاں تھیں۔

بیٹے۔ ۱۔ امام علی بن موسیٰ الرضا ۲۔ ابراہیم ۳۔ عباس ۴۔ قاسم ۵۔ اسماعیل ۶۔ جعفر ۷۔ ہارون ۸۔ حسن ۹۔ احمد ۱۰۔ محمد ۱۱۔ حمزہ ۱۲۔ عبداللہ ۱۳۔ اسحاق ۱۴۔ عبیداللہ ۱۵۔ زید ۱۶۔ حسین ۱۷۔ فضل ۱۸۔ سلیمان۔

بیٹیاں۔ ۱۔ فاطمہ کبریٰ ۲۔ فاطمہ صغریٰ ۳۔ رقیہ ۴۔ حکیمہ ۵۔ ام ابیھا ۶۔ رقیہ صغریٰ ۷۔ کلثوم ۸۔ ام جعفر ۹۔ لبابہ ۱۰۔ زینب ۱۱۔ خدیجہ ۱۲۔ علیہ ۱۳۔ آمنہ ۱۴۔ حسنہ

۱۵۔ بریھہ ۱۶۔ عائشہ ۱۷۔ ام سلمہ ۱۸۔ میمونہ ۱۹۔ ام کلثوم

آپ کی ایک بیٹی فاطمہ جو حضرت معصومہ کے نام سے معروف ہیں اپنے بھائی امام رضاؑ سے ملنے کیلئے ایران آ رہی تھیں کہ شہر قم تک پہنچ کر بیمار ہو گئیں، اور کچھ دنوں کے بعد انتقال فرما گئیں۔

آج بھی ان کا مقبرہ پوری دنیا کے شیعیان اور شیعہ علماء و مجتہدین کی زیارتگاہ ہے۔

اصحاب :-

امام موسیٰ کاظمؑ کے اصحاب و انصار کی تعداد بہت زیادہ ہے ذیل میں چند اہم اصحاب کے نام ذکر کیے جاتے ہیں۔

۱۔ علی بن یقطین
۲۔ ابو صلت بن صالح ہروی
۳۔ اسماعیل بن مہران
۴۔ حماد بن عیسیٰ
۵۔ عبدالرحمن بن حجاج۔ بجلی
۶۔ عبداللہ بن جندب۔ بجلی
۷۔ عبداللہ بن مغیرہ۔ بجلی
۸۔ عبداللہ بن یحیی کاہلی
۹۔ مفضل بن عمر کوفی
۱۰۔ ہشام بن حکم
۱۱۔ یونس بن عبدالرحمن
۱۲۔ یونس بن یعقوب

حاکمان وقت :-

۱۔ مروان بن محمد اموی کہ جو مروان حمار کے نام سے معروف ہے (۷۲۔ ۱۳۲ھ)

۲۔ منصور عباسی (۹۵۔ ۱۵۸ھ)

۳۔ مہدی عباسی (۱۲۷ ۔ ۱۶۹ ھ)

۴۔ ابوالعباس سفاح عباسی (۱۰۴ ۔ ۱۳۶ ھ)

۵۔ ہادی عباسی (۱۴۴ ۔ ۱۷۰ ھ)

۶۔ ہارون الرشید (۱۴۹ ۔ ۱۹۳ ھ)

امام موسیٰ کاظمؑ منصور عباسی کے زمانے میں منصب امامت پر فائز ہوئے اس وقت سے لیکر ۱۸۳ھ آپ کی شہادت تک کئی مرتبہ عباسی خلفاء کی طرف سے گرفتار ہو کر زندان بھیجے گئے۔ فقط ہارون الرشید کے زمانے میں چار سال تک زندان میں رہے اور وہیں پر شہید ہوئے۔

اہم واقعات :-

۱۔ ۱۴۸ھ منصور دوانیقی کی طرف سے آپکے والد بزرگوار کو شہید کیا جانا۔

۲۔ امام صادقؑ کی شہادت کے بعد مذہب شیعہ کے مختلف فرقے اسماعیلیہ، افطحیہ، ناووسیہ نمودار ہوئے جو امامت کے مسئلہ میں آپ کے خلاف تھے۔

۳۔ آپکے بھائی عبداللہ افطح کی طرف سے امام صادقؑ کی جانشینی کا اعلان اور افطحیہ فرقے کا وجود میں لانا۔

۴۔ امام صادقؑ کے اکثر اصحاب کا عبداللہ افطح کی مخالفت اور امام موسیٰ کاظمؑ کا ساتھ دینا۔

۵۔ ۱۵۸ھ میں منصور عباسی کی ہلاکت کے بعد اسکے بیٹے کا خلافت سنبھالنا۔

۶۔ مہدی عباسی کے حکم پر امام موسی کاظمؑ کو بغداد بلوا کر جیل میں ڈالنا۔

۷۔ہادی عباسی کی حکومت میں بھی بغداد میں امام موسیٰ کاظمؑ کو قید کرنا۔

۸۔ہارون الرشید کی حکومت کے مختلف مواقع پر امام موسیٰ کاظم کا مقابلہ کرنا۔

۹۔ ۱۷۹ھ میں ہارون الرشید کے حکم سے امام موسیٰ کاظم کو مدینہ سے گرفتار کر کے بصرہ میں عیسیٰ بن جعفر کے زندان میں منتقل کرنا۔

۱۰۔امام کو بصرہ کے زندان سے نکال کر بغداد کے زندان میں منتقل کرنا۔

۱۱۔ فضل بن یحیی کا جیل میں آپ کا خیال رکھنا اور ہارون الرشید کا اس پر سخت رد عمل۔

۱۲۔ امام کو فضل بن ربیع کے زندان سے نکال کر فضل بن یحیی برمکی کے زندان میں منتقل کرنا۔

۱۳۔ہارون الرشید کی طرف سے فضل بن یحیی کو امام کے احترام کرنے کے جرم میں سزا دینا۔

۱۴۔ امام کو فضل بن یحیی کے زندان سے نکال کر سندی بن شاہک کے زندان میں منتقل کرنا۔

۱۵۔سندی بن شاہک کا کھجور میں زہر ملا کر امامؑ کو کھلانا۔

۱۶۔ ۱۸۳ھ میں سندی بن شاہک کے زندان میں کھلائی جانے زہریلی کھجوروں کے باعث امام موسیٰ کاظمؑ کا جام شہادت نوش کرنا۔

۱۷۔امام موسیٰ کاظمؑ کے جنازے کو بغداد کے پل پر رکھنے کے بعد ہارون الرشید کے گماشتوں کا لوگوں کو دیکھنے کی دعوت دینا۔

۱۸۔ حکومتی گماشتوں کی طرف سے امام موسیٰ کاظمؑ کے بدن کی بے حرمتی پر سلیمان بن جعفر بن منصور دوانیقی کا سخت ناراض ہونا اور آپ کی تجہیز و تکفین اور تدفین کا حکم دینا۔

حکایات :۔

۱۔ امام موسی کاظم اور بُشر حافی کی ہدایت

ایک دن امام موسی کاظمؑ بغداد کی ایک گلی سے گذر رہے تھے ایک گھر کے قریب پہنچے تو اندر سے ناچ گانے کی آوازیں آرہی تھیں جس سے پتہ چلتا تھا کہ صاحب خانہ ہر قسم کی نعمت سے مسرور اور ہوا و ہوس میں غرق ہے۔

اسی دوران ایک کنیز گھر کا کوڑا کرکٹ پھینکنے کیلئے باہر آئی. امام موسی کاظمؑ نے اس کنیز سے پوچھا: کیا اس گھر کا مالک آزاد ہے یا غلام؟ کنیز نے جواب دیا: آزاد ہے۔

امامؑ نے فرمایا: سچ کہہ رہی ہو، اگر غلام ہوتا تو اپنے مولا کا لحاظ کرتا. کنیز جب واپس آئی تو بُشر نے اس سے پوچھا کوڑا کرکٹ پھینکنے میں اتنی دیر کیوں کی؟ کنیز نے اس اجنبی (امام موسی کاظمؑ) کے ساتھ ہونے والی گفتگو کے بارے میں بتایا۔

امامؑ کے پیغام نے بشر کو غفلت اور مستی سے نکال دیا اس پر ایسا اثر ہوا کہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بغیر جوتوں کے امام کے پیچھے چل پڑا. تیزی سے جب امامؑ کے پاس پہنچا اور کہا کہ انہیں کلمات کو دہرائیں. امامؑ نے گناہ سے دوری، دنیا کے دھوکہ دینے والی چیزوں اور معنویات و عبادات کے بارے میں گفتگو کی۔

اس پر امامؑ کی گفتگو کا اتنا اثر ہوا کہ اس کے اندر تبدیلی رونما ہوئی اور امامؑ کے سامنے شرمندگی کا احساس کرنے لگا اور توبہ کیلئے ہاتھ بلند کر ڈالے

اس کے بعد عرفا سے منسلک ہو گیا اور دنیا پرستی کو ترک کر دیا.

اس کو "حافی" اس لئے کہا جاتا ہے کہ ہمیشہ پاؤں میں جوتی نہ پہنتا تھا. اور اس کا سبب یہ تھا کہ جب امامؑ کے پیچھے بھاگا اور امامؑ سے ہدایت حاصل کی، پاؤں میں جوتا نہ تھا. اس وقت سے لیکر آخر عمر تک ننگے پاؤں رہا (۱۰۲).

۲۔ امام موسیٰ کاظمؑ کا والی "ری" کو اپنے دینی بھائیوں کے حقوق کا خیال رکھنے کی نصیحت کرنا

شہر "ری" میں ایک شیعہ مذہب شخص رہتا تھا اس کے پاس پہلے حاکم کی طرف سے بے شمار خراج واجب الادا تھا. نیا حاکم خلیفہ عباسی کی طرف سے "ری" کیلئے منصوب ہوا اور نظام حکومت کو سنبھالنے لگا.

یہ شیعہ آدمی نئے حاکم کے آنے سے سخت خوف میں مبتلا تھا کہ اگر نئے حاکم نے مجھے بلایا اور خراج جمع کرانے کا حکم دیا اور اگر میں نے انکار کیا تو سخت سزا دی جائے گی. اگر جمع کرایا تو میرے ہاتھ کچھ نہ بچے گا. اس سوچ نے اسے بہت پریشان کر رکھا تھا. بعض دوستوں نے کہا کہ نیا حاکم بھی ہمارے مذہب کا ہے اگر چہ اسے آشکار نہیں کر سکتا لیکن اصل میں شیعہ ہے.

اس کے پاس جاؤ اور پوری صورتحال کو بیان کر ڈالو شاید تم پر رحم کرے اور کچھ چھوٹ دے دے. لیکن پھر بھی ڈرتا تھا کہ شاید نیا حاکم شیعہ نہ ہو اور اگر میرا شیعہ

ہونا اس پر عیاں ہو گیا تو اس صورت میں وہ مجھ پر زیادہ سختی کرے گا. مجھے جیل میں ڈال دے گا. تا کہ سارے ٹیکس ادا کروں.

بہت سوچ و بچار کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ حاکم کے پاس نہ جایا جائے اور خدا سے ہی پناہ مانگی جائے اور اگر ممکن ہو تو اپنے وقت کے امام حضرت موسیٰ کاظمؑ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور انہیں سے مدد طلب کی جائے.

اس سال حج و خانہ کعبہ کی زیارت کی نیت سے "ری" سے حجاز کی طرف چل پڑا. وہاں پر امام موسیٰ کاظمؑ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا سارا واقعہ امام کو سنایا اور مدد چاہی.

امامؑ نے مجھے تسلی دینے کے بعد والی "ری" کے نام ایک خط لکھا اور مجھے دیا کہ اس تک پہنچا دوں.

خط کا متن یہ تھا: "بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. اعلم ان للّٰہ تحت عرشہ ظلا لا یسکنہ الا من اسدی الیٰ اخیہ معروفاً او نفس عنہ کربۃ او ادخل علیٰ قبلہ سروراً و ھذا اخوک. والسلام".

"بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. جان لو کہ خداوند متعال کے عرش کے نیچے رحمت کا سایہ ہے کہ جو اسے نصیب ہوتا ہے جو اپنے بھائی کے ساتھ نیکی کرے یا غم میں اسے آسائش دے یا اسے خوشحال کرے اور یہ تیرا بھائی ہے. والسلام".

جب سفر حج سے واپس لوٹا اور ایک رات حاکم کے گھر جانے کیلئے ملاقات کا تقاضا کیا دربان سے کہا کہ حاکم سے کہو کہ موسیٰ بن جعفر کی طرف سے ایک شخص تمہارے لئے پیغام لایا ہے.

دربان نے جب خبر پہنچائی تو حاکم خوشی کے مارے پا برہنہ دروازے تک آگیا اور انتہائی پر تپاک انداز سے استقبال کیا۔ اور امام موسیٰ کاظمؑ کا حال پوچھنے لگا۔ اور امامؑ کی سلامتی کی خبر سن کر خوشی سے جھومنے لگا۔ خدا کا شکر ادا کیا اور مجھے بٹھا کر پیغام پوچھنا شروع کر دیا۔ میں نے امامؑ کا خط اسے دیا۔ اس خط کو پڑھا اور لفظوں کو چومنے لگا۔ پھر حکم دیا کہ اس کا جو بھی ذاتی مال و متاع ہے لایا جائے اس کے دو حصے کیے ایک مجھے اور دوسرا خود اٹھا لیا۔

مجھ سے پوچھا بھائی کیا خوش ہو۔ میں نے جواب میں کہا اپنی توقع سے زیادہ خوش ہوں پھر اپنے غیر منقول مال کے دو حصے کیے اور ایک مجھے بخش دیا۔ پھر ٹیکس کا رجسٹر منگوایا اور جو ظالمانہ ٹیکس میرے ذمے تھا اسے ختم کر دیا۔ اور بقیہ کی رسید دے دی پھر مجھ سے پوچھا کیا مجھ سے خوش ہو؟

میں نے بھی اس کا شکریہ ادا کیا اور خدا حافظی کے بعد باہر آگیا اپنے دل میں کہا میں اس کی نیکی کی جزا نہیں دے سکتا۔ بہتر ہے کہ آیندہ سال بھی حج پر جاؤں اور اس کیلئے دعا کروں۔ اور امام موسی کاظمؑ کی خدمت میں مشرف ہو کر والی "ری" والا قصہ سناؤں تاکہ امامؑ بھی اس کیلئے دعا کریں۔

جب حج کا موسم قریب آیا، حج کی نیت سے حجاز گیا اور امامؑ سے ملاقات کے دوران والی "ری" کا قصہ سنایا تو امامؑ کی خوشی میں اضافہ ہو رہا تھا۔

آخر میں عرض کی اے مولا! کیا اس شخص کے کام نے آپ کو خوش کیا؟ امام نے جواب میں فرمایا: خدا کی قسم اس کے کام نے مجھے اور امیرالمؤمنینؑ کو بھی خوش کیا ہے۔

خدا کی قسم! میرے جد حضرت محمدؐ اور خدا کو بھی خوش کیا ہے۔

جی ہاں! امامؑ نے اس طریقہ سے نیک سیرت حکمرانوں کو محروموں کی مدد کرنے کا شوق دلایا ہے (۱۰۳)۔

اقوال زرین :-

۱۔ "قال الکاظم علیہ السلام، من استوی یوماہ فھو مغبون" (۱۰۴)۔

جس کے دو دن ایک جیسے ہوں (دوسرا دن پہلے سے بہتر نہ ہو) تو وہ خسارے میں ہے۔

۲۔ "قال علیہ السلام لعلی بن یقطین، کفارۃ عمل السلطان الاحسان الیٰ الاخوان" (۱۰۵)۔

امام موسی کاظم نے علی بن یقطین سے فرمایا: (ظالم) حاکم کی حکومت میں کام کرنے کا کفارہ اپنے دینی بھائی سے نیکی کرنا ہے۔

۳۔ "قال علیہ السلام، قلۃ العیال احد الیسارین" (۱۰۶)۔

اولاد کی کمی دو آسائشوں میں سے ایک ہے۔

۴۔ "قال علیہ السلام، المعروف غل لا یفکہ الا مکافاۃ و شکر" (۱۰۷)۔

کسی کا احسان قبول کرنا انسان کی گردن پر ایک ایسی زنجیر ہے جس سے یا تو بالمقابل احسان یا احسان کرنے والے کا شکریہ ادا کرنے سے ہی آزاد ہو سکتا ہے۔

۵۔ "قال علیہ السلام، مثل المؤمن مثل کفتی المیزان کلما زید فی ایمانہ زید فی بلائہ" (۱۰۸)۔

مؤمن کی مثال ترازو کے دو پلڑوں جیسی ہے جب بھی اس کے ایمان میں اضافہ ہو گا اس کی مشکلات میں بھی اضافہ ہو جائے گا۔

امام علی رضاؑ

نام :- علی بن موسیٰ

کنیت :- ابوالحسن (چونکہ امام موسیٰ کاظمؑ کی کنیت بھی ابوالحسن تھی اسلئے امام رضاؑ کو ابوالحسن ثانی کہا جاتا ہے)۔

القاب :- رضا، صابر، رضی، وفی، فاضل اور صدیق۔

مذکورہ القاب میں سے "رضا" زیادہ مشہور ہوا۔ آپ کو رضا اسلئے کہا جاتا ہے کہ آسمان پر آپ خدا کے پسندیدہ، زمین پر رسول خدا و ائمہ اطہارؑ کی خوشنودی کا باعث اور آپ کے دوست و دشمن سبھی آپ سے راضی تھے۔

منصب :- دسویں معصوم اور آٹھویں امام

تاریخ پیدائش :- ۱۱ ذیقعدہ ۱۴۸ھ۔

بعض مورخین نے آپ کی ولادت کے سال کو ۱۵۱ھ اور بعض نے ۱۵۳ھ ذکر کیا ہے۔

جائے پیدائش :- مدینہ منورہ۔

شجرہ نسب :- علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی

بن ابیطالب علیہم السلام

والدہ کا نام:- "نجمہ" آپ کے دیگر نام بھی منقول ہیں جیسے تکتم، اروی، سکن، ام البنین، شقرا، خیزران، سمانہ، صقر اور طاہرہ۔

یہ عظیم خاتون (حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی والدہ) کی خاص تربیت کے باعث اپنے زمانے میں انسانی کمالات کے اعلیٰ درجات پر فائز ہونے کے ساتھ عقل و دین و حیا میں بھی بے مثل تھیں۔

مدت امامت:- اپنے والد حضرت امام موسیٰ کاظم کی شہادت کے بعد ۳۵ سال کی عمر میں منصب امامت پر فائز ہوئے اور ۲۰۳ھ تک امامت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

تاریخ و سبب شہادت:- صفر المظفر ۲۰۳ھ میں مامون عباسی کی طرف سے کھلائے جانے والے زہر کے نتیجہ میں شہید ہوئے، شہادت کے وقت آپکی عمر ۵۵ سال تھی۔ بعض مورخین نے آپکی شہادت کے سال کو ۲۰۱ھ اور ۲۰۵ھ ذکر کیا ہے۔

محل دفن:- مشہد مقدس (ایران کے صوبہ خراسان کا صدر مقام)۔

ازواج:- ۱۔ سبیکہ یا خیزران (امام محمد تقی کی والدہ) ۲۔ ام حبیبہ (مامون کی بیٹی)۔

اولاد:- ۱۔ امام محمد تقیؑ کہ جو اپنے والد کی شہادت کے بعد ، سال کی عمر میں منصب امامت پر فائز ہوئے (شیعہ علماء نے فقط آپکو ہی امام رضا کی اولاد جانا ہے۔ لیکن

دیگر تاریخی کتابوں میں آپکی اولاد کے یہ نام ذکر کیے ہیں.

۲۔ ابو محمد حسن ۳۔ جعفر ۴۔ ابراہیم ۵۔ حسن ۶۔ عایشہ ۷۔ فاطمہ

اصحاب :-

۱۔ دعبل بن علی خزاعی
۲۔ حسن بن علی وشاء بجلی
۳۔ حسن بن علی بن فضال
۴۔ حسن بن محبوب
۵۔ ذکریا بن آدم اشعری قمی
۶۔ صفوان بن یحیی بجلی
۷۔ محمد بن اسماعیل بن بزیع
۸۔ نصر بن قابوس
۹۔ ابان بن صلت
۱۰۔ محمد بن سلیمان دیلمی
۱۱۔ علی بن حکم انباری
۱۲۔ عبداللہ بن مبارک نہاوندی
۱۳۔ حماد بن عثمان
۱۴۔ حسن بن سعید اہوازی
۱۵۔ محمد بن سنان

یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ آپکے اصحاب کی تعداد بہت زیادہ ہے یہاں پر صرف چند کے نام پر ہی اکتفاء کیا گیا ہے.

حاکمان وقت :-

۱۔ منصور عباسی (۹۵۔۱۵۸ھ)

۲۔ مہدی عباسی (۱۲۷۔۱۶۹ھ)

۳۔ ہادی عباسی (۱۴۴۔۱۷۰ھ)

۴۔ ہارون الرشید (۱۴۹۔۱۹۳ھ)

۵۔ محمد امین (۱۷۰۔۱۹۸ھ)

۶۔ مامون عباسی (۱۷۰۔۲۱۸ھ)

ہارون الرشید کے بیٹوں امین اور مامون کے درمیان شدید جنگ میں مامون کو کامیابی حاصل ہوئی اور اس نے ۲۰۰ھ میں امام رضاؑ کو مجبور کر کے اپنا ولیعہد بنایا۔

ظاہراً مامون امام رضاؑ کا بہت زیادہ احترام کرتا تھا، دوسرے علویوں اور عباسیوں پر آپکو فوقیت دیتا تھا۔ لیکن باطنی طور پر امام کے علمی اور اجتماعی مقام سے حسد کرنے کے ساتھ دل میں بغض اور کینہ بھی رکھتا تھا۔ اور بالاخر ایک خفیہ سازش کے ذریعے آپ کو شہید کروا دیا۔

اہم واقعات :۔

۱۔ ہارون الرشید کے حکم پر آپکے والد امام موسیٰ کاظمؑ کو قید خانے میں زہر کے ذریعہ شہید کروا دینا۔

۲۔ ہارون الرشید کے بیٹوں امین و مامون میں خونی جنگ کا چھڑ جانا اور مامون کا نذر کرنا کہ کامیابی کی صورت میں خلافت آل ابیطالبؑ کے سپرد کر دوں گا۔

۳۔ امین کو شکست دینے کے بعد مامون کا عالم اسلام پر اپنا تسلط جمانا اور ظاہری طور پر اپنی نذر کو پورا کرنا۔

۴۔ ۲۰۰ھ میں مامون کا مدینہ سے خراسان آنے کیلئے امام رضاؑ کو مجبور کرنا۔

۵۔ امام رضاؑ کا مدینہ سے چلنا اور بصرہ، بغداد، قم، نیشاپور سے گذرتے ہوئے مامون کے دارالحکومت پہنچنا۔

۶۔ قم اور نیشاپور کے لوگوں کی طرف سے آپ کا تاریخی استقبال اور آپکے ہاتھوں بہت سی کرامات اور معجزات کا رونما ہونا.

۷۔ مامون کا امام رضا کے خصوصی احترام کی خاطر استقبال کیلئے آنا.

۸۔ مامون عباسی کی طرف سے امام رضا کو اپنی ولیعہدی قبول کرنے کیلئے مجبور کرنا.

۹۔ ۲۰۱ھ میں امام رضا کا اس شرط پر ولیعہدی کو قبول کرنا کہ حکومتی معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے

۱۰۔ مامون کے حکم پر امام رضا کے نام سے سکہ بنوانا اور نماز جمعہ کے خطبات میں امام رضاؑ کی تعریف و تمجید کا حکم دینا.

۱۱۔ مامون عباسی کی طرف سے اپنی بیٹی "ام حبیبہ" کا نکاح امام رضاؑ سے کرنا اور امام محمد تقی کی منگنی "ام الفضل" سے کرنا.

۱۲۔ مامون عباسی کی طرف سے عباسیوں کے سیاہ لباس کی بدعت کو ترک کرنا اور سبز عمامہ پہننے کا حکم دینا.

۱۳۔ مامون عباسی کی طرف سے دوسرے مذاہب اور ادیان کے علماء کے ساتھ امام رضاؑ کے مناظرے اور علمی مباحث کروانا.

۱۴۔ امام رضاؑ کے اشارے پر مامون کا دارالحکومت کو "مرو" سے "بغداد" منتقل کرنا.

۱۵۔ امام رضاؑ کا مامون، فضل بن سہل اور دیگر حکومتی عہدیداروں کے ساتھ

"مرو" سے بغداد منتقل ہونا۔

۱۶۔ ۲۰۳ھ میں مامون کی سازش کے تحت فضل بن سہل کا "سرخس" کے حمام میں قتل ہونا۔

۱۷۔ امام رضاؑ کا مامون کو دینی معاملات اور لوگوں کی خدمت کرنے کی نصیحت کرنا۔

۱۸۔ بتدریج مامون کے حسد و کینہ میں اضافہ ہونا اور اسے چھپائے رکھنا۔

۱۹۔ مامون کے حکم پر مخفیانہ طریقہ سے امام رضاؑ کو زہر دلوانا۔

۲۰۔ امام رضاؑ کی شہادت پر مامون کا ظاہری طور پر غمگین رہنا اور امام کو ہارون الرشید کی قبر کے ساتھ دفن کرنا۔

حکایات :-

۱۔ سفر میں رہ جانے والے کی ضرورت کا پورا ہونا

ایک دن لوگ امام رضاؑ کی خدمت میں بیٹھے تھے اور آپ سے دینی سوالات کے جوابات پوچھ رہے تھے۔ اچانک ایک شخص مجلس میں داخل ہوا اور کہنے لگا "السلام علیک یا بن رسول اللہ!" میں آپکے چاہنے والوں اور شیعوں میں سے ہوں ابھی سفر سے آ رہا ہوں سفر کے اخراجات راستے میں گم ہو گئے ہیں اب میرے پاس کوئی سواری نہیں ہے کہ جس کے ذریعے اپنے وطن تک پہنچ سکوں اور نہ ہی اتنا سرمایہ ہے کہ اپنی ضروریات کو پورا کر سکوں۔ اگر آپ کیلئے ممکن ہے تو مجھے کچھ عنایت فرمائیں تا کہ اپنے وطن پہنچ سکوں۔ وہاں پہنچ کر اتنی مقدار آپکی طرف سے صدقہ دے دوں گا۔ کیونکہ میں فقیر یا بے

کس نہیں ہوں خدا کے فضل و کرم سے تمام نعمات میرے پاس ہیں۔

امامؑ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ خدا تم پر رحمت کرے پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور انکے سوالوں کے جواب دئے۔

جب لوگ جا چکے اور خاص اصحاب کے سوا کوئی باقی نہ رہا تو امامؑ نے ان سے اجازت لی اور گھر گئے کچھ دیر کے بعد آواز دی کہاں ہے وہ شخص جس کا خرچ سفر میں گم ہو گیا ہے وہ شخص اٹھا اور عرض کیا میں یہاں ہوں۔

امام نے دوسری طرف سے ۲۰۰ دینار کی تھیلی لٹکائی اور فرمایا: اس رقم کو لیکر جاؤ اور میرے طرف سے صدقہ دینے کی ضرورت نہیں۔ اب یہاں سے جاؤ تاکہ تم مجھے دیکھ نہ سکو اور نہ میں تمہیں۔

اس شخص نے امامؑ کا شکریہ ادا کیا اور وہاں سے چلا گیا۔ بعد میں جب امام کمرے میں داخل ہوئے تو اصحاب میں سے ایک شخص جس نے اس منظر کو دیکھا تھا امامؑ سے پوچھا میں آپ پر قربان! آپ نے بہت بڑی مقدار میں اس کی مدد کی لیکن چہرے کو کیوں چھپایا۔ امام نے فرمایا کہ: میں نہیں چاہتا تھا کہ اس کی ضرورت پوری ہو جانے کے بعد اس کے چہرے کی شرمندگی کو دیکھوں میرے جدّ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ: چھپ کر نیکی کرنے کا ثواب سترحج کے برابر ہے۔

امام رضاؑ نے اپنے اس عمل کے ذریعے مسلمانوں اور اپنے چاہنے والوں کو یہ درس دیا ہے کہ اپنے بھائیوں کی اس طرح مدد کریں کہ ان کی شخصیت اور آبرو بھی محفوظ رہے۔ اور یہی کیفیت اسلامی معاشرے پر غالب رہنی چاہیے۔ (۱۰۹)۔

۲۔ مامون عباسی اور امام رضاؑ

مامون عباسی امام رضا کو خراسان بلانے کے بعد آپ کا ہر لحاظ سے احترام کرتا اور جب بھی مناسب موقع ملتا آپ کے علمی وجود سے مستفید ہوتا۔

ایک دن اس نے امام رضا سے کہا: یا اباالحسن! اپنے جد علی بن ابیطالبؑ کے بارے میں مجھے بتائیں کہ قیامت کے دن کس طرح جنت و دوزخ کو تقسیم کریں گے؟

امام رضاؑ نے فرمایا: کیا تو نے اپنے باپ اور اس نے اپنے اجداد اور انہوں نے عبداللہ بن عباس سے نہیں سنا کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا "حب علی ایمان و بغضہ کفر" کہ علیؑ سے محبت ایمان اور اس سے دشمنی کفر ہے۔

مامون نے کہا: جی ہاں! میں نے اس حدیث کو اپنے اجداد سے سنا ہے۔

امام رضاؑ نے فرمایا: چونکہ علیؑ سے محبت ایمان اور دشمنی کفر ہے تو علیؑ جنت و دوزخ کو تقسیم کریں گے

مامون، امام رضاؑ کے جواب سے خوش ہوا اور کہا: اے ابوالحسن! خدا مجھے آپکے بعد باقی نہ رکھے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رسول اللہؐ کے علم کے وارث ہیں۔ (۱۱۰)۔

اس کے باوجود عباسی خلفاء ہمارے معصوم اماموں کے ساتھ نہایت نامناسب رویہ رکھتے تھے اور ہر قسم کے ظلم و ستم کو روا سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ انہیں قتل کر دینے سے بھی دریغ نہ کرتے تھے۔ لیکن ساتواں عباسی خلیفہ مامون تشیع کی طرف مائل تھا۔ اور ظاہری طور پر اہل بیتؑ رسولؐ سے محبت کا اظہار کرتا تھا۔ اور اس نے علویوں کو معاشرے میں خاص مقام عطا کیا، اسی لئے امام رضاؑ کو بھی اپنی ولیعہدی کیلئے انتخاب کیا

تو دوسرے عباسیوں نے اس کی سخت مخالفت کی اور انکی طرف سے سخت رد عمل کے باوجود اپنے قول پر باقی رہا۔

لیکن افسوس کا مقام ہے کہ امام رضاؑ کی علمی اور معنوی شخصیت سے اس کا حسد، بغض و کینہ اس حد تک پہنچ گیا کہ امام کو زہر کے ذریعہ شہید کروا دیا اور اس کی تمام خدمات بھی اس جرم کی تلافی نہیں کر سکتیں۔

اقوال زرین :-

۱۔ "قال الرضا علیہ السلام ، لا یجتمع المال الا بخصال خمس . بخل شدید و امل طویل و حرص غالب و قطیعة الرحم و ایثار الدنیا علی الآخرة" (۱۱۱)۔

مال و ثروت جمع نہیں ہو سکتا مگر پانچ خصوصیات کے ساتھ ۔ بہت زیادہ بخل کرے، لمبی خواہشات ہوں، غلبہ کرنے والا لالچ ہو، صلہ رحم کا قطع کرنا، دنیا کو لینے کیلئے آخرت کو ترک کر دینا۔

۲ ۔ "قال علیہ السلام ، للامام علامات ، یکون اعلم الناس و احکم الناس و اتقی الناس و احلم الناس و اشجع الناس و اسخی الناس و اعبد الناس" (۱۱۲)۔

امام کیلئے علامات ہیں کہ وہ لوگوں کی نسبت عالمترین، عادلترین، باتقواترین، مہربان ترین، شجاع ترین، سخاوتمندترین اور عابدترین ہو۔

۳ ۔ "قال علیہ السلام ، صدیق کل امرء عقلہ و عدوہ جھلہ" (۱۱۳)۔

ہر شخص کا دوست اس کا عقل اور دشمن جہالت ہے۔

۴ ۔ "قال علیہ السلام ، من حاسب نفسہ ربح و من غفل عنھا خسر" (۱۱۴)۔

جس نے اپنے نفس کا محاسبہ کیا فایدے میں رہا اور جس نے غفلت کی نقصان میں رہا.

۵ - "قال علیہ السلام . لا یستکمل عبد حقیقۃ الایمان حتی تکون فیہ خصال ثلاث . التفقیہ فی الدین و حسن التقدیر فی المعیشہ و الصبر علیٰ الرزایا" (۱۱۵).

کسی شخص کے ایمان کی حقیقت مکمل نہیں ہوتی مگر تین خصلتوں کے ساتھ، دین شناس ہونا، زندگی میں بہترین تدبیر کا اختیار کرنا اور مصیبتوں اور بلاؤں کے سامنے صبر کرنا.

امام محمد تقیؑ

نام :- محمد بن علی

کنیت :- ابو جعفر ثانی

القاب :- تقی، جواد، مرتضیٰ، منتجب، مختار، قانع اور عالم

منصب :- گیارہویں معصوم اور نویں امام

تاریخ پیدائش :- ۱۰ رمضان المبارک ۱۹۵ھ

اسی لئے زیارت ناحیہ میں آیا ہے "اللھم انی اسئلک بالمولودین فی رجب محمد بن علی الثانی و ابنه علی بن محمد المنتجب" (۱۱۶)۔

اے پروردگار! میں آپکو واسطہ دیتا ہوں رجب میں پیدا ہونے والے دو مبارک مولود محمد بن علیؑ اور انکے فرزند علی بن محمدؑ کا جو آپکے برگزیدہ بندے ہیں۔

جائے پیدائش :- مدینہ منورہ

شجرہ نسب :- محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابیطالب علیھم السلام

والدہ کا نام :- سبیکہ یا سکینہ، مدیسہ یا خیزران

آپ ام المؤمنین حضرت ماریہ قبطیہ کے خاندان سے تھیں اور اپنے زمانے کی بافضیلت ترین خاتون تھیں۔

تاریخ و سبب شہادت :- ذیقعدہ ۲۲۰ھ ۲۵ سال کی عمر میں مامون کی بیٹی ام فضل کی طرف سے کھلائے جانے والے زہر کے نتیجہ میں جو جعفر بن مامون اور معتصم عباسی کے کہنے پر دیا گیا، شہید ہوئے۔

محل دفن :- اپنے دادا امام موسی کاظمؑ کی قبر کے پہلو میں دفن ہوئے جو اب کاظمین کے نام سے معروف ہے۔

ازواج :- ۱۔ سمانہ مغربیہ ۲۔ ام فضل ۳۔ عمار یاسر کے خاندان کی ایک خاتون۔

اولاد :- ۱۔ ابوالحسن امام علی نقیؑ ۲۔ ابواحمد موسیٰ مبرقع ۳۔ ابو احمد حسین ۴۔ ابوموسیٰ عمران ۵۔ فاطمہ ۶۔ خدیجہ ۷۔ ام کلثوم ۸۔ حکیمہ خاتون۔

اور کہا گیا ہے کہ زینب، ام محمد، میمونہ اور امامہ بھی آپکی اولاد تھیں۔

اصحاب :-

۱۔ ابو جعفر احمد بن محمد بن ابی نصر کہ جو بزنطی کوفی کے نام سے معروف ہیں۔

۲۔ ابوتمام حبیب بن اوس طائی ۳۔ ابوالحسن علی بن مہزیار

۴۔ ابو محمد فضل بن شاذان بن خلیل ازدی نیشاپوری

۵۔ ابو احمد محمد بن ابی عمیر ۶۔ محمد بن سنان زاہری

۷۔ علی بن عاصم کوفی ۸۔ علی بن جعفر الصادقؑ

۹۔ اسماعیل بن موسیٰ کاظمؑ ۱۰۔ ابراہیم بن محمد ہمدانی

حاکمان وقت :-

۱۔ مامون عباسی (۱۷۰۔۲۱۸ھ)

۲۔ معتصم عباسی (۱۷۹۔۲۲۷ھ)

امام رضاؑ کی شہادت کے بعد مامون نے امام محمد تقیؑ کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا اور اپنی بیٹی ام فضل کا نکاح آپ سے کیا وہ آنحضرتؑ کو اپنے دوسرے عزیز و اقرباء پر فوقیت دیتا تھا لیکن معتصم عباسی جو ظاہراً آپ کی عزت و احترام کا قائل تھا لیکن باطنی طور پر آپ سے اور آل علیؑ کے ساتھ دشمنی رکھتا تھا اور ہمیشہ انہیں نابود کرنے کے در پے رہتا تھا.

اہم واقعات :-

۱۔ آپکے والد امام رضاؑ کو مامون عباسی کے حکم پر جبراً مدینہ سے خراسان لانا.

۲۔ ۲۰۳ھ میں مامون کے ذریعہ امام رضاؑ کو خراسان میں شہید کروانا.

۳۔ مامون عباسی کی طرف سے امام محمد تقیؑ کو بغداد بلوانا.

۴۔ مامون کی طرف سے اپنی بیٹی ام فضل کی آپکے ساتھ شادی کرنا اور عباسیوں کا اس امر سے ناخوش ہونا.

۵۔ امام محمد تقیؑ کا بغداد سے حج بیت اللہ کے بہانے حجاز آنا.

۶۔ ۲۱۸ھ میں مامون عباسی کا فوت ہو جانا.

۷۔ مامون کی وفات کے بعد معتصم کا خلافت کو حاصل کر لینا.

۸۔ ۲۲۰ھ کے آغاز میں معتصم عباسی کی طرف سے امام محمد تقیؑ کو مدینہ سے بغداد بلوانا۔

۹۔ معتصم عباسی، ام فضل اور جعفر بن مامون کا امام کے خلاف سازشیں تیار کرنا۔

۱۰۔ امام محمد تقیؑ کا اپنی بیوی ام فضل کے ہاتھوں ۲۲۰ھ کے اواخر میں شہید ہو جانا۔

حکایات:۔

۱۔ علی بن جعفرؑ کا امام محمد تقیؑ کے سامنے تواضع

ایک دن امام محمد تقیؑ اپنے والد کے چچا علی بن جعفر الصادقؑ کے پاس گئے علی بن جعفرؑ جو بوڑھے ہو چکے تھے۔ آنحضرت کے احترام کیلئے کھڑے ہوئے تو ساتھ بیٹھے ہوئے ساتھیوں نے اعتراض کیا کہ آپ انکے والد کے چچا اور امام جعفر صادقؑ کے خاندان کی بزرگ ہستی ہیں او اس عمر کے عالم میں اس نوجوان کا کیوں احترام کر رہے ہیں۔

علی بن جعفرؑ نے اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرا اور کہا اگر میں اپنے زمانے کے امام محمد تقیؑ کا احترام نہ کروں تو جہنم کا مستحق ہوں گا۔ (۱۱۷)۔

علی بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس عمل کے ذریعے اپنے دوستوں اور آنے والی نسلوں کو امام شناسی کا درس دیا۔

۲۔ مامون عباسی کا امام محمد تقیؑ کے ساتھ برتاؤ

جب امام رضاؑ کو مامون عباسی کی طرف سے خراسان میں شہید کروا دیا گیا تو علویان اور شیعیوں کا اعتماد مامون سے ختم ہوگیا. اور اس کے بارے میں انکا سوء ظن بڑھتا گیا وہ اس کی سازشوں کو بے نقاب کرنے لگے.

دوسری طرف مامون اس ظلم کو چھپانے کیلئے آل ابیطالبؑ کا احترام کیے جا رہا تھا اور علویوں اور عباسیوں کو قریب کرنے کی کوششوں میں مصروف رہا. اور امام رضا کے بیٹے امام محمد تقیؑ کے احترام و اکرام میں اضافہ کیے جا رہا تھا. اس نے امام کو بغداد بلوایا تا کہ آپ سے اظہار ہمدردی کرے اور شیعوں کے سوء ظن کو ختم کرے.

امام محمد تقیؑ کچھ دنوں بعد بغداد آئے مامون امام کی ملاقات سے پہلے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر شکار کیلئے نکلا جب بغداد کے گلی کوچوں سے عبور کر رہا تھا تو بچے گلیوں میں کھیل رہے تھے. جب انہوں نے خلیفہ کی سواری کو دیکھا تو فوراً بھاگ گئے لیکن ان کے درمیان ایک ۷ سالہ بچہ بھی تھا کہ جس پر مامون کے رعب کا اثر نہ ہوا اور پورے عزت و وقار سے اپنی جگہ پر کھڑا رہا مامون کو اس کی جرات پر تعجب ہوا اور اس سے پوچھا تم دوسرے بچوں کی طرح کیوں نہیں بھاگے؟

بہادر بچے نے جواب دیا : اے خلیفہ! گذرنے کا راستہ تنگ نہ تھا کہ تمہارے گذرنے کیلئے ہٹ جاتا، میں نے کوئی جرم نہیں کیا کہ بھاگ جاؤں اور میرا خیال نہیں ہے کہ تو کسی کو بغیر جرم کے سزا دے.

مامون بچے کی شان و شوکت اور بہادرانہ بیان سے متعجب ہوا. مامون نے پوچھا

تیرا نام کیاہے جواب دیا محمدؑ!

پوچھا کس کے بیٹے ہو؟ کہا علی بن موسیٰ الرضاؑ کا.

مامون نے جب امام رضاؑ کے نام کو سنا تو اپنا ظلم یاد آگیا شرمندہ ہو کر آنحضرتؑ کی تعریف و تمجید کرنے لگا اور آپ پر درود و صلوات پڑھنے لگا.

مامون نے اس وقت تو امام محمد تقیؑ سے اجازت لی اور شکار کیلئے چل نکلا. جنگل میں اس کی نظر ایک مرغابی پر پڑی فوراً باز کو چھوڑا، تھوڑی دیر کے بعد جب باز لوٹا تو اس کی چونچ میں مرغابی کے بجائے ایک چھوٹی سی مچھلی تھی کہ جس کے بدن میں کچھ جان باقی تھی.

مامون اس صورتحال کو دیکھ کر متعجب ہوا مچھلی کو باز کی چونچ سے نکالا، شکار کو چھوڑ کر شہر لوٹ آیا. وہ سوچوں میں ڈوبا ہوا اسی جگہ سے گذرا جہاں پر امام محمد تقیؑ سے ملاقات ہوئی تھی. بچے کھیل رہے تھے پھر جب مامون کو دیکھا تو بھاگ نکلے لیکن امام محمد تقیؑ اپنی جگہ پر ثابت قدم رہے.

مامون نے جب امام محمد تقیؑ کی جرات و شجاعت کو دیکھا تو پوچھا اے محمد کہو میرے ہاتھ میں کیا چیز ہے؟ امام محمد تقیؑ نے فرمایا : خداوند متعال نے کرہ ارض پر دریاؤں کو خلق کیا ہے کہ جہاں سے بادل اٹھ کر آسمان کی طرف جاتے ہیں بادلوں کے ساتھ چھوٹی مچھلیاں بھی اوپر چلی جاتی ہیں بادشاہوں کے شکاری باز انکا شکار کرتے ہیں اور بادشاہ انہیں اپنی ہتھیلی میں رکھ کر نبیؐ کی اولادؑ کا امتحان کرتے ہیں. (۱۱۸).

امام محمد تقیؑ نے اپنے اس بیان کے ذریعہ مامون کے تعجب میں اور اضافہ کر دیا

اور وہ مجبور ہو گیا کہ آپکے سامنے تواضع کیلئے جھک جائے۔ مامون جب تک زندہ رہا امام محمد تقیؑ کی عزت و احترام کرتا رہا اور اپنی بیٹی ام فضل کی شادی بھی آنحضرت سے کی۔

لیکن مامون کے بعد جب معتصم عباسی خلافت پر پہنچا اس نے ام فضل کو ترغیب دی کہ امام محمد تقیؑ کو انکے اجداد کے چچا امام حسن مجتبیٰ کی طرح شہید کر ڈالے۔

اقوال زرین :-

۱۔ "قال التقی علیه السلام ،عز المؤمن غناه عن الناس" (۱۱۹)۔

مؤمن کی عزت لوگوں سے بے نیاز ہونے میں ہے۔

۲۔ "قال علیه السلام ،لا تکن ولی الله من العلانیه وعدواً له فی السر" (۱۲۰)۔

ظاہری طور پر خدا کا دوست اور باطنی طور پر اس کے دشمن نہ بنو۔

۳۔ "قال علیه السلام ،من استفاد اخا فی الله فقد استفاد بیتاً فی الجنة" (۱۲۱)۔

جس نے خدا کی رضا کیلئے اپنے مؤمن بھائی کو فایدہ پہنچایا اس کے بدلے میں جنت میں اسے ایک گھر ملے گا۔

۴۔ "قال علیه السلام ، ایاک و المصاحبة الشریر فانه کالسیف المسلول یحسن منظره، یقبح آثاره" (۱۲۲)۔

برے انسان کی دوستی سے پرہیز کرو کیونکہ وہ کاٹنے والی تلوار کی طرح ہے جس کا ظاہر خوبصورت لیکن اثرات برے ہیں۔

۵۔ "قال علیه السلام ،المؤمن یحتاج الی ثلاث خصال ،توفیق من الله و واعظ من نفسه و قبول ممن ینصحه" (۱۲۳)۔

مؤمن تین خصلتوں کا محتاج ہے۔ توفیق الٰی، واعظ جو اس کے نفس کو نصیحت کرے، اور جو نصیحت کرے اسے قبول کرے

امام علی نقیؑ

نام :- علی بن محمدؑ

کنیت :- ابوالحسن

چونکہ یہ امام موسی کاظم اور امام رضا علیہما السلام کی کنیت بھی ہے اسلیئے آپکو ابوالحسن ثالث کہا جاتا ہے.

القاب :- نقی، ہادی، نجیب، مرتضی، عالم، فقیہ، ناصح، امین، مؤتمن، طیب، فتاح اور متوکل.

لفظ متوکل "متوکل علی اللہ" عباسی خلیفہ کا لقب بھی تھا جو امام کا ہمعصر تھا. اس لئے امام علی نقیؑ اس لقب کو اپنے لئے پسند نہیں فرماتے تھے اور اپنے اصحاب کو بھی کہتے تھے کہ مجھے اس لقب سے نہ پکاریں.

منصب :- بارہویں معصوم اور دسویں امام.

شجرہ نسب :- علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابیطالب علیہم السلام.

والدہ کا نام :- سمانہ مغربیہ

امام علی نقیؑ نے اپنی والدہ کی شان میں فرمایا کہ میری ماں حق کو پہچاننے والی اور اہل بہشت میں سے ہیں۔ شیطان انکے قریب بھی نہیں جاتا تا کہ انہیں گمراہ کر سکے چونکہ خداوند ان کا محافظ اور نگہبان ہے۔

تاریخ پیدائش :- ۱۵ ذی الحجہ ۲۱۲ھ

بعض مورخین نے آپکی ولادت کو دوم یا پنجم رجب المرجب اور بعض نے سال پیدائش کو ۲۱۴ھ بیان کیا ہے ایک دلیل جس کی بنا پر آپکی ولادت کو رجب میں جانا گیا ہے زیارت ناحیہ کے یہ جملات ہیں " اللھم انی اسئلک بالمولودین فی رجب محمد بن علی الثانی و ابنہ علی بن محمد المنتجب " (۱۲۴)۔

جائے پیدائش :- "صریا" مدینہ منورہ سے ۳ کلومیٹر دور ایک مقام

مدت امامت :- ۲۲۰ھ سے لیکر رجب ۲۵۴ھ تک تقریباً ۳۳ سال آپ جب منصب امامت پر فائز ہوئے تو تقریباً نو سال کے تھے۔

تاریخ و سبب شھادت :- ۳ رجب المرجب (ایک قول کی بنا پر ۲۵ جمادی الثانی)

۲۵۴ھ میں خلیفہ وقت معتز عباسی کے بھائی معتمد عباسی کے ذریعہ کھلائے جانے والے زہر کے نتیجہ میں شہید ہوئے شہادت کے وقت آپ کی عمر ۴۰ یا ۴۲ سال تھی۔

محل دفن :- سامرا کہ جسے "سر من رای" بھی کہا جاتا تھا۔

ازواج :- حُدیث یا سلیل کہ جسے جدہ بھی کہتے ہیں۔

اولاد :- ۱۔ ابو محمد حسن عسکری ۲۔ حسین ۳۔ محمد ۴۔ جعفر (کہ جو جعفر کذاب کے نام سے معروف ہے) ۵۔ علیہ یا عائشہ

اصحاب :-

۱۔ علی بن مہزیار اہوازی
۲۔ خیران خادم
۳۔ ابوہاشم داؤود بن قاسم جعفری
۴۔ عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی
۵۔ علی بن جعفر ہمیناوی
۶۔ ابن سکیت بن یعقوب اہوازی
۷۔ احمد بن اسحاق اشعری
۸۔ ابراہیم بن مہزیار اہوازی
۹۔ ایوب بن نوح
۱۰۔ ابو علی حسن بن راشد

امام ہادیؑ کے اصحاب کی تعداد اس سے بہت زیادہ ہے بعض کتابوں میں ان کی تعداد ۲۰۰ تک بیان ہوئی ہے۔

حاکمان وقت :-

۱۔ مامون عباسی (۱۷۰۔ ۲۱۸ھ)
۲۔ معتصم عباسی (۱۷۹۔ ۲۲۷ھ)
۳۔ واثق عباسی (۲۰۰۔ ۲۳۲ھ)
۴۔ منتصر عباسی (۲۲۳۔ ۲۴۸ھ)
۵۔ متوکل عباسی (۲۰۶۔ ۲۴۷ھ)
۶۔ مستعین عباسی (۲۱۹۔ ۲۵۲ھ)
۷۔ معتز عباسی (۲۳۲۔ ۲۵۵ھ)

مذکورہ تمام خلفا بنی عباس سے ہیں. غصب خلافت اور امام معصوم کے حق و حقوق کا خیال نہ رکھنے میں سب برابر تھے لیکن متوکل عباسی کی گستاخیاں اور ظلم و ستم بہت زیادہ تھا اور وہ اہل بیتؑ سے دشمنی میں مشہور تھا.

اہم واقعات :-

۱۔ آٹھ سال کی عمر میں اپنے والد امام محمد تقیؑ کی شہادت کو برداشت کرنا.

۲۔ امام علی نقیؑ کا متوکل عباسی کو خط لکھنا جسمیں والی مدینہ کے نامناسب رویہ کو بیان کرنا.

۳۔ متوکل عباسی کی طرف سے محمد بن عبداللہ والی مدینہ کو معزول کر کے محمد بن فضل کو والی منصوب کرنا اور امام کے ساتھ مناسب رویہ کا حکم دینا.

۴۔ متوکل عباسی کے حکم پر امام کو شہر بدر کر کے سامرا لانا اور ابتدائی ایام میں حسن سلوک سے پیش آنا.

۵۔ بتدریج متوکل عباسی کے رویہ میں تبدیلی اور امام کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہونا.

۶۔ اہل بیتؑ کے ساتھ دشمنی اور امام حسینؑ کی قبر کو مسمار کرانے کے بعد وہاں پر کھیتی باڑی کا حکم دینا.

۷۔ متوکل عباسی کے حکم پر والیان مدینہ کا آل ابیطالبؑ کے ساتھ سخت رویہ سے پیش آنا.

۸۔ "منتصر" کا اپنے باپ "متوکل" کے خلاف قیام اور علویوں کا منتصر کی

کامیابی سے خوش ہونا.

یہ واقعہ سامرا میں امام کی ایک سال اور چند ماہ کی نظر بندی کے دوران پیش آیا.

۹۔ معتمد عباسی کے حکم پر اس کے بھائی معتز عباسی کے ہاتھوں امامؑ کا سامرا میں شہید ہونا.

حکایات :-

ا۔ امام علی نقیؑ کو متوکل کے سامنے پیش کرنا

احمد بن اسرائیل "معتز باللہ عباسی" کا کاتب، بیان کرتا ہے ایک دن وہ "معتز" کے ساتھ متوکل عباسی کے پاس گیا. متوکل شاہی تخت پر بیٹھا تھا "فتح بن خاقان" اس کا وزیر سامنے کھڑا تھا. معتز نے اپنے باپ متوکل کو سلام کیا اور اس کے قریب کھڑا ہو گیا. متوکل کا معمول تھا کہ جب بھی معتز پیش ہوتا اس کا احترام کرنے کے بعد اسے بیٹھنے کا حکم دیتا. لیکن آج غصے کے غلبہ کی وجہ سے وہ معتز کی طرف متوجہ نہ ہوا اور فتح بن خاقان کے ساتھ ہی گفتگو میں مصروف رہا جوں جوں بات بڑھ رہی تھی متوکل کے غصے میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا.

متوکل، فتح بن خاقان سے امام علی نقیؑ کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا. متوکل کہہ رہا تھا کہ : یہ شخص (امام علی نقیؑ) کہ جس کے بارے میں تو حسن ظن رکھتا ہے یہ سب کچھ کر رہا ہے، جھوٹا دعویٰ کرتا ہے اور میری حکومت میں رخنہ اندازی کر رہا ہے. خدا کی قسم میں اسے قتل کر کے آگ میں جلا دوں گا.

فتح بن خاقان نے بہت کوشش کی کہ اس کے غصے کو ٹھنڈا کرے. کہنے لگا : اے

امیرالمؤمنین! یہ سب کچھ اس کے بارے میں جھوٹ ہے اس نے کوئی جرم نہیں کیا۔
فتح بن خاقان کی گفتگو کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا اس نے حکم دیا کہ امام علی نقیؑ کو حاضر کیا جائے۔

متوکل نے چار خزری غلاموں کو (جو حالات سے بالکل نا آگاہ تھے) تلواریں دیں اور کہا جونہی امام علی نقیؑ کو دیکھیں حملہ کر کے انہیں قتل کر دیں۔ متوکل نے انہیں بہت تاکید سے حکم دیا کہ وہ اس حکم کو ہر حالت میں بجا لائیں۔

تھوڑی دیر کے بعد امام علی نقیؑ پورے عزت و وقار اور بغیر خوف و خطر کے محل میں داخل ہوئے۔ آپکے ہونٹوں پر ذکر الٰہی جاری تھا۔

متوکل کے سپاہیوں نے امام کو گھیرا ہوا تھا جب انہوں نے امام کو اس حالت میں دیکھا تو احتراماً تکبیر و تہلیل کی صدائیں بلند ہوئیں۔

امام علی نقیؑ متوکل کی محفل میں داخل ہوئے، جونہی متوکل امام کی طرف متوجہ ہوا امام کے رعب و جلال کی وجہ سے جھک کر احترام کرنے لگا۔

امام کو گلے لگایا اور بوسہ لینے کے بعد ان القاب کے ساتھ مخاطب کیا: اے میرے آقا، اے فرزند رسول خداؐ، اے میرے چچا زاد بھائی، اے میرے مولا، اے ابوالحسن و..

متوکل نے کچھ ظاہری تکلفات کے بعد امام سے پوچھا کس کام کی خاطر اس وقت آپ میرے پاس آئے ہیں؟

امام نے جواب دیا مجھے کوئی کام نہیں یہ تمہارا بھیجا ہوا قاصد ہی تھا جو مجھے یہاں لایا ہے۔

متوکل نے کہا وہ خبیث جھوٹ بولتا ہے میں نے آپکو طلب نہیں کیا تھا اب آپ اپنے گھر جائیں اور آرام فرمائیں.

پھر اپنے طرفداروں سے یعنی فتح بن خاقان، عبداللہ، معتز اور دوسروں سے کہا کہ امام کو آگے تک چھوڑ کر آئیں.

خزری غلام کہ جو امام کو قتل کرنے پر مامور تھے جب اس صورتحال کو دیکھا تو بغیر کوئی نقصان پہنچائے آپکے سامنے سجدہ ریز ہوگئے.

امام کے جانے کے بعد متوکل نے خزری غلاموں کو طلب کیا اور انہیں مخاطب کر کے کہا میرے حکم پر تم نے عمل کیوں نہیں کیا؟ اور نہ صرف میری حکم عدولی کی بلکہ ان کے سامنے اتنے احترام و تکریم سے پیش آئے.

غلاموں نے کہا جونہی حضرتؑ محل میں داخل ہوئے اور ہماری نظریں ان پر پڑیں تو ہم بے اختیار ہوگئے انکے گرد ایک سو تلواریں دیکھیں اس صورتحال کو دیکھنے کے بعد ہم پر خوف چھا گیا اور ہر قسم کا عمل ہم سے سلب ہوگیا اور ہمارے لئے ان کا احترام کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا.

جی ہاں! متوکل کی دشمنی اور سازشیں امام علی نقیؑ کے بارے میں نہ صرف اسے اپنے مقصد تک نہ پہنچاتی تھیں بلکہ امام کی عظمت اور خاندان عصمت و طہارت کی شان مزید بڑھ جاتی (۱۳۵).

۲۔ امام علی نقیؑ کا متوکل کے ساتھ عقیدتی مقابلہ

خلفاء بنی عباس میں متوکل دوسروں کی نسبت خاندان پیغمبرؐ کے ساتھ زیادہ

دشمنی رکھتا تھا۔ اسی لئے اس نے حکم دیا کہ ائمہ اطہارؑ کی قبروں کو خاص طور پر امام علیؑ ،امام حسینؑ اور شہداء کربلا کی قبروں کو ویران کر کے کھیتی باڑی کی جائے۔

امام علی نقیؑ نے متوکل کے افکار اور اعمال کا ہر طرح سے مقابلہ کیا اور اس کے ارادوں کو خاک میں ملانے کیلئے ہر ممکن طریقہ آزمایا اور اہل بیت رسولؑ کے ساتھ اسکی دشمنی کو آشکار کیا۔

ایک دفعہ اتفاقی طور پر امام علی نقیؑ بیمار ہوگئے اور بہترین علاج امام حسینؑ کی قبر کی زیارت اور وہاں پر مناجات الٰہی ہے اس لئے اپنے بعض ساتھیوں جیسے ابوہاشم جعفری اور محمد بن حمزہ کو حکم دیا کہ کسی شخص کو امام حسینؑ کی زیارت اور مناجات کیلئے روانہ کیا جائے جو وہاں پر امام کی شفایابی کی دعا مانگے۔

امام علی نقیؑ کے ساتھی کچھ دیر صلاح و مشورہ کے بعد آپکی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے فرزند رسولؑ! آپؑ کا وجود کربلا سے افضل ہے کیونکہ آپؑ وقت کے امام اور زمین پر خدا کی بہترین مخلوق ہیں۔ آپ کی دعائیں مستجاب ہیں ہماری دعائیں وہ بھی آپکے بارے میں کربلا کے مقام پر کیسے مؤثر ہوں گی؟۔

امام نے اپنے شیرین انداز میں اس کا جواب دیا: خداوند عالم کیلئے کچھ مقامات ہیں کہ جنہیں وہ پسند کرتا ہے۔ کہ وہاں پر عبادت ہو۔ رسول اکرمؐ باوجود اس کے کہ عظمت و مقام کے لحاظ سے بیت اللہ اور حجر الاسود سے افضل تھے، مگر بیت اللہ اور حجر الاسود کا طواف کرتے کیونکہ وہ ایسا مقام ہے کہ جہاں پر عبادت اور دعا کی جائے تو خدا اسے قبول کرتا ہے۔ امام حسینؑ کی قبر بھی ایسا ہی مقام ہے کیونکہ آپ خدا کے عزیز اور

دوست ہیں خدا کے دین کی بقاء کیلئے اپنی جان کو قربان کیا، مخلصانہ طور پر اپنی اولاد، اہل بیتؑ اور اصحاب کو خدا کی راہ میں پیش کیا، اور اس راستے میں بے شمار مصائب برداشت کیے اسی لئے خدا کی بارگاہ میں زیادہ قدر و منزلت رکھتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ اور حضرت علیؑ کے علاوہ کسی بھی ولی خدا کو یہ مقام حاصل نہیں ہے۔ (۱۲۶)۔

امام علی نقیؑ نے اپنے اس حکم کے ذریعہ اپنے چاہنے والوں اور شیعوں کو یہ درس دیا ہے کہ ظالموں اور جابروں کا مقابلہ کرنے کیلئے ضروری ہے کہ صرف خاندان عصمت و طہارت اور اہل بیتؑ رسولؐ کے ساتھ ہی تمسک کیا جائے۔

اقوال زرین :-

۱۔ "قال النقی علیہ السلام، من رضی عن نفسہ کثر الساخطون علیہ" (۱۲۷)۔

جو بھی اپنے نفس سے راضی ہو گیا اس سے ناراض ہونے والے بڑھ گئے۔

۲۔ "قال علیہ السلام، الحکمۃ لا تنجع فی الطبائع الفاسدہ" (۱۲۸)۔

حکمت بری طینت پر اثر انداز نہیں ہوتی۔

۳۔ "قال علیہ السلام : اذکر مصرعک بین یدی اھلک فلا طبیب یمنعک و لا حبیب ینفعک" (۱۲۹)۔

جان دینے کے وقت کو یاد کرو جب تمہارے اہل و عیال تمہیں زمین میں ڈال دیں گے اس وقت کوئی طبیب تمہیں مرنے سے روک نہیں سکتا اور کوئی دوست تمہیں نفع نہیں پہنچا سکتا۔

۴۔ "قال علیہ السلام، الھزل فکاھۃ السفہاء و صناعۃ الجہال" (۱۳۰)۔

بے جا مزاح بے وقوفوں کے لئے تمسخر کا وسیلہ اور جاہلوں کا ہنر ہے۔

۵۔ "قال علیہ السلام: المصیبة للصابر واحدة وللجازع اثنتان" (۱۳۱)۔

صبر کرنے والے کی ایک مصیبت ہے لیکن نالہ کرنے والے کی دو مصیبتیں ہیں۔ (ایک مصیبت جو پیش آئی ہے دوسری یہ کہ اس مصیبت پر صبر کا اجر جو ضائع ہو جاتا ہے)۔

امام حسن عسکریؑ

نام :- حسن بن علیؑ

کنیت :- ابو محمدؑ

القاب :- ۱۔ عسکری، زکی، خالص، صامت، سراج، تقی (امام حسن عسکری، امام علی نقی اور امام محمد تقی کو ابن الرضاؑ بھی کہا جاتا ہے)۔

منصب :- تیرھویں معصوم اور گیارہویں امام

تاریخ ولادت :- آٹھ ۸ ربیع الثانی ۲۳۲ھ

اسی طرح ۱۰ اور ۱۴ ربیع الثانی بھی نقل کیا گیا ہے بعض مورخین نے سال پیدائش ۲۳۱ھ بھی لکھا ہے۔

جائے پیدائش :- مدینہ منورہ۔

شجرہ نسب :- حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابیطالب علیھم السلام

والدہ کا نام :- حُدیث کہ جنہیں "جدہ" بھی کہا جاتا ہے۔

بعض مورخین کا نظریہ ہے کہ آپ کا نام "سلیل" اور بعض نے "سوسن" ذکر

کیا ہے یہ محترم خاتون اپنے زمانے کی عظیم عورتوں میں سے اور اپنے ملک کی شہزادی تھیں. امام ہادیؑ نے ان کی بارے میں فرمایا تھا کہ سلیل ہر قسم کے عیب و نجاست سے پاک ہیں.

مدت امامت :- اپنے والد حضرت امام ہادیؑ کی شہادت ۲۵۴ھ سے لیکر ۲۶۰ھ، تک تقریباً چھ سال.

تاریخ و سبب شہادت :- ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ ۲۸ یا ۲۹ سال کی عمر میں عباسی خلیفہ معتمد کی جانب سے پلائے جانے والے زہر کے نتیجہ میں شہید ہوئے.

محل دفن :- سامرا اپنے والد امام علی نقیؑ کے پہلو میں دفن ہوئے.

زوجہ :- نرجس "صیقل".

اولاد :- ۱۔ ابوالقاسم محمد بن حسن، صاحب العصر و الزمان (عج).

امام زمانہؑ، امام حسن عسکریؑ کی تنہا اولاد تھے.

امام حسن عسکریؑ اپنی اکلوتی اولاد کی ولادت اور زندگی کو دوسروں سے مخفی رکھتے تھے. تاکہ دشمنان اہل بیتؑ، اور عباسی خلفاء کے جاسوس انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں.

اصحاب :-

۱۔ احمد بن اسحاق اشعری
۲۔ احمد بن محمد بن مطہر
۳۔ اسماعیل بن علی نوبختی
۴۔ محمد بن صالح ہمدانی

۵۔ عثمان بن سعید عمری ۔ ۶۔ محمد بن عثمان عمری
۷۔ حفص بن عمرو عمری ۔ ۸۔ ابوہاشم داؤود بن قاسم جعفری
۹۔ احمد بن ابراہیم بن اسماعیل ۔ ۱۰۔ احمد بن ادریس قمی

بعض تاریخی منابع میں امام حسن عسکریؑ کے اصحاب کی تعداد ۱۰۰ سے زیادہ بیان کی گئی ہے۔

حاکمان وقت :-

۱۔ متوکل عباسی (۲۰۶۔ ۲۴۷ھ)۔

۲۔ منتصر عباسی (۲۲۳۔ ۲۴۸ھ)۔

۳۔ مستعین عباسی (۲۱۹۔ ۲۵۲ھ)

۴۔ معتز عباسی (۲۳۲۔ ۲۵۵ھ)۔

۵۔ مہتدی عباسی (۲۲۲۔ ۲۵۶ھ)۔

۶۔ معتمد عباسی (۲۲۹۔ ۲۷۹ھ)۔

مذکورہ خلفاء میں سے فقط "منتصر عباسی" متوکل کے بیٹے نے امام علی نقیؑ، امام حسن عسکریؑ، علویان اور شیعیان کو تکلیف و آزار نہ پہنچائی اور اپنی قلیل ترین حکومت کے دوران قابل قدر خدمات انجام دیں جو دیگر عباسی خلفاء کے ظلم و ستم کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

اہم واقعات :-

۱۔ ابو جعفر محمد بن علی امام حسن عسکریؑ کے بھائی کا جوانی میں انتقال ہو گیا

جس کا امام کو سخت صدمہ ہوا۔

۲۔ ۲۵۴ھ میں معتمد عباسی کے حکم سے امام علی نقیؑ کو شہید کروانا۔

۳۔ مستعین، معتز، مہتدی اور معتمد عباسی خلفاء کے زمانے میں کئی مرتبہ امام حسن عسکریؑ کو گرفتار کر کے جیل بھیجا گیا۔

۴۔ امام حسن عسکریؑ کا معتز عباسی کیلئے نفرین کرنا اور اس کا ترک سرداروں کے ہاتھوں ہلاک ہونا۔

۵۔ امام حسن عسکریؑ کے ہم عصر خلفاء کا حضرت مہدی منتظرؑ کے بارے میں خاص سنجیدگی کا مظاہرہ کرنا اور آپکو قتل کرنے کے در پے رہنا۔

۶۔ ۲۶۰ھ میں معتمد عباسی کی طرف سے امام حسن عسکری کو زہر کے ذریعہ شہید کروانا۔

حکایات :-

۱۔ امام حسن عسکری اور شعبدہ باز راہب کی رسوائی

امام حسن عسکری اور آپکے کچھ شیعہ "معتمد عباسی" کے زمانے میں "سامراء" میں قید تھے۔

اس سال سامرا میں سخت قحط پڑا اور بارش کا ایک قطرہ بھی نہ برسا۔ لوگوں کو سخت مشکلات کا سامنا تھا۔ خلیفہ وقت نے حکم دیا کہ لوگ باران رحمت کیلئے نماز استسقا پڑھیں۔

اہل سامرا، علما، فقہا، شہر سے باہر گئے دعا و مناجات کے بعد نماز استسقا پڑھی اور

خدا سے بارش برسنے کی دعائیں کیں لیکن موسم میں کوئی تبدیلی نہ آئی لوگ خالی ہاتھ واپس لوٹ آئے۔

دوسرے دن بھی یہی عمل دہرایا گیا لیکن نتیجہ حاصل نہ ہو سکا۔ تیسرے دن بھی بارش کا نام و نشان تک نہ تھا۔

چوتھے دن جاثلیق (عیسائی راہب) کچھ عیسائیوں کے ساتھ شہر سے باہر گیا اور بارش کیلئے دعا کی۔ ان کے درمیان ایک راہب ایسا بھی تھا کہ جس کا بے حد احترام کیا جاتا تھا۔ یہ راہب جب بھی دعا کیلئے ہاتھ اٹھاتا موسم میں تبدیلی کے اثرات نمایاں ہوجاتے۔ اور کچھ ہی دیر کے بعد موسلا دھار بارش شروع ہوجاتی۔

دوسرے دن بھی عیسائی طلب باران کیلئے شہر سے باہر گئے اس راہب نے دعا کیلئے ہاتھوں کو اٹھایا دعا کے بعد اتنی موسلا دھار بارش ہوئی کہ لوگ بارش کے تھم جانے کی دعائیں کرنے لگے۔

اس واقعہ کے بعد لوگ مسیحیت سے بہت متاثر ہوئے اور مسیحیت کو اچھے الفاظ میں یاد کرنے لگے اور کچھ مسلمان شک و تردید میں مبتلا ہو کر عیسائیت کے گن گانے لگے اور مسلمانوں کی توہین کرنا شروع کر دی یہ واقعہ مسلمانوں اور خلیفہ پر سخت ناگوار گذرا۔

خلیفہ نے اپنے ایک سپہ سالار (صالح بن وصیف) کو امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں بھیجا کہ انہیں جیل سے نکال کر اس کے پاس لایا جائے۔

جونہی امام حسن عسکریؑ خلیفہ کی محفل میں پہنچے تو معتمد کہنے لگا: یا ابا محمدؑ اس

امت کو کیا ہو گیا ہے شک و تردید کے سیاہ بادل ان کے سروں پر منڈلا رہے ہیں لوگوں کے عقیدے خراب ہو رہے ہیں۔

امامؑ نے کہا تیسرے دن بھی انہیں کہو کہ سب ملکر دعا کیلئے جمع ہوں معتمد عباسی نے کہا دو دن سے کافی بارش برس چکی ہے اب لوگ بارش نہیں چاہتے انہیں جمع کرنے کا کیا فایدہ ہے۔ امامؑ نے کہا میں چاہتا ہو کہ لوگوں کو شک و تردید کے سیاہ بادلوں سے نکالوں کہ جو ان کے عقاید خراب ہونے کا باعث بنے ہیں۔

خلیفہ کے حکم سے مسلمان اور مسیحی شہر سے باہر نکلے مسیحی علما اور راہب بھی دعا کیلئے باہر آئے۔

عیسائی ایک کونے میں جمع ہو کر دعا مانگنے لگے تا کہ اپنے مذہب کی حقانیت کو ثابت کریں۔ مسیحوں نے اس عمل کے ذریعے اپنے لئے تبلیغی فضا کو مناسب جانا اور مسلمانوں کو اپنے دین سے گمراہ کرنے کا بہترین ذریعہ سمجھا۔

امام حسن عسکریؑ بھی ایک جگہ کھڑے ہو کر تمام صورتحال کا مشاہدہ کر رہے تھے خاص طور پر آپ کی نظریں اس راہب پر جمی ہوئی تھیں،اچانک ہی اس کے حیلہ کو سمجھ گئے اور حکم دیا کہ راہب کی مٹھی کو کھولا جائے دیکھا تو ایک انسانی ہڈی تھی۔ امامؑ نے اس ہڈی کو کپڑے میں ڈھانپا اور کہا کہ اب دعا کرو۔

راہب راز و نیاز کرنے کے بعد دعا کرنے لگا۔ لیکن بے سود رہا بلکہ سورج تیزی سے چمکنے لگا اور گرمی میں اضافہ ہونا شروع ہو گیا۔

لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں۔ راہب سخت مشکل میں پھنس گیا۔ خلیفہ

نے بھی حیران ہو کر امامؑ سے پوچھا: یا ابا محمدؑ یہ کیا ہے کہ جو آپ نے راہب کے ہاتھ سے لیا ہے اور اسے بے بس کر دیا ہے؟

امامؑ نے فرمایا: یہ ایک نبی کے جسم کی ہڈی ہے. کہ اس راہب نے انبیاء کی قبور سے حاصل کی ہے. اور اس سے نا جائز فایدہ اٹھا رہا ہے.

خلیفہ چونکہ غیر یقینی کی حالت میں سن رہا تھا چاہا کہ آزمایش کرے خلیفہ کے ساتھیوں نے ہڈی کو کپڑے سے نکالا اور آسمان کی طرف بلند کیا. تھوڑی دیر کے بعد بادل اکٹھے ہونا شروع ہوگئے، سب کو امامؑ کی صداقت پر یقین آگیا. اس طرح شک و تردید کے یہ سیاہ بادل چھٹ گئے اور مسلمانوں کا اپنے اعتقادات پر یقین بحال ہو گیا.

خلیفہ عباسی نے اس خوشی میں امام اور دیگر شیعوں کو جیل سے آزاد کر دیا (۱۴۲).

۲۔ امام حسن عسکریؑ، وحشی شیروں کے درمیان

امام حسن عسکریؑ اپنی کم عمری کے دوران بھی ظالم و جابر حکمرانوں کے حکم پر گرفتار ہوئے اور جیل میں بند کیے گئے.

ایک دفعہ آپ کو ایک انتہائی سنگدل داروغہ "نحریر" کے حوالے کیا گیا. نحریر آنحضرت سے سختی سے پیش آتا تھا. اور آپ کا ذرا بھی خیال نہ رکھتا تھا. اس کی بیوی نے جب امامؑ کی عبادات و مناجات کو دیکھا تو نحریر سے کہا کہ خدا سے ڈرو! کیا نہیں جانتے کہ تم نے کس شخصیت کو گھر میں قیدی بنا کر طرح طرح کے ظلم ڈھا رہے ہو؟

وہ عورت، شوہر کو رام کرنے کیلئے امام کے اوصاف کو بیان کرتی اور اسے اس کام کے نتائج سے ڈراتی تھی.

نحریر نہ صرف رام نہ ہوتا بلکہ اس کی گستاخیوں میں اضافہ ہوتا گیا۔ اس نے قسم کھا کر کہا کہ میں اسے "برکۃ السباع" شیروں کے درمیان چھوڑوں گا۔

نحریر نے اس کام کیلئے خلیفہ سے اجازت چاہی خلیفہ نے اسے کھلی چھٹی دے دی۔ ایک دن اس نے امامؑ کو چند دن سے بھوکے شیروں کے درمیان چھوڑ دیا۔

اسے یقین تھا کہ شیر قطعاً امام کو کھا جائیں گے۔ لیکن جب کچھ دیر کے بعد واپس لوٹا تو دیکھا امام شیروں کے درمیان نماز پڑھ رہے ہیں اور شیر آپ کے پاؤں چوم رہے ہیں تو اس نے شرمندگی کے عالم میں امام کو آزاد کر دیا۔ (۱۳۳)۔

دعا میں اس داستان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے "و بالامام الثقۃ الحسن بن علی الذی طرح للسباع فخلعتہ من مدابضھا" (۱۳۴)۔

یعنی واسطہ دیتے ہیں امام حسن عسکریؑ کا جنہیں وحشی درندوں کے درمیان ڈالا گیا لیکن تو نے (اے خدا) انہیں نجات دی اور وہاں سے رہائی دلائی۔

یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ شیعوں کے عقیدہ کے مطابق کوئی حیوان بھی (حتی وحشی حیوانات) معصومین علیہم السلام کو تکلیف نہیں پہنچا سکتے بلکہ ان سے مہربانی و شفقت سے پیش آتے ہیں اور تاریخ معصومینؑ اس قسم کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔

اقوال زرین :-

۱۔ "قال العسکری علیہ السلام، خصلتان لیس فو قھاشئی، الایمان باللّٰہ و نفع الاخوان" (۱۳۵)۔

دو خصلتیں سب چیزوں سے بالاتر ہیں خدا پر ایمان اور اپنے دینی بھائی کو فایدہ پہنچانا.

۲۔ "قال علیہ السلام، لیس من الأدب اظہار الفرح عند المحزون" (۱۳۶).
غمزدہ شخص کے سامنے خوشی کا اظہار کرنا خلاف ادب ہے.

۳۔ "قال علیہ السلام، اشد الناس اجتہاداً من ترک الذنوب" (۱۳۷).
لوگوں میں محنتی ترین وہ شخص ہے جو گناہوں کو ترک کر دے.

۴۔ "قال علیہ السلام، قلب الاحمق فی فمہ، و فم الحکیم فی قلبہ" (۱۳۸).
نادان کا دل اس کی زبان پر اور عقلمند کی زبان اس کے دل میں ہے.

۵۔ "قال علیہ السلام، من وعظ اخاہ سراً فقد زانہ و من وعظہ علانیۃ فقد شانہ" (۱۳۹).
جس نے اپنے بھائی کو تنہائی میں نصیحت کی، اس نے اسے سرفراز کیا، جس نے اعلانیہ اسے نصیحت کی، اسے عیب دار کر دیا.

حضرت امام مہدیؑ

نام :- محمد بن حسنؑ

کنیت :- ابوالقاسم، آپ نام اور کنیت کے لحاظ سے پیغمبر اکرمؐ کے ہمنام ہیں.

القاب :- مہدی، خاتم، منتظر، حجت، صاحب الامر، صاحب الزمان، قائم اور خلف صالح.

غیبت صغریٰ کے دنوں میں شیعیان آپ کو "ناحیہ مقدسہ" سے تعبیر کرتے تھے.
بعض کتابوں میں امام زمانؑ کیلئے ۱۸۰ القاب ذکر کیے گئے ہیں.

منصب :- چودھویں معصوم، بارہویں امام اور آخری زمانے میں عالمی اسلامی حکومت قائم کرنے والے.

تاریخ ولادت :- ۱۵ شعبان المعظم ۲۵۵ھ

بعض مورخین نے آپ کی ولادت کو آٹھ شعبان اور بعض نے ۲۳ شعبان اور سال ولادت کو بھی ۲۵۶ھ اور ۲۵۸ھ، بھی لکھا ہے.

محل ولادت :- سامرا.

شجرہ نسب :- محمد بن حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابیطالب علیہم السلام

والدہ کا نام :- نرجس خاتون، بعض نے کہا ہے کہ آپ کا نام "صیقل" تھا۔

مدت امامت :- آپکی امامت دو مراحل غیبت صغریٰ اور غیبت کبریٰ سے معروف ہوئی ہے۔

دوران غیبت صغریٰ، آپ کی ولادت ۲۵۵ھ سے لیکر ۳۲۹ھ تقریباً ۷۴ سال اور آپکی غیبت کبریٰ ۳۲۹ھ سے لیکر آج تک اور اسی طرح جب تک خداوند متعال چاہے گا جاری رہے گی اور جب ارادۂ ظہور کرے گا تب جاکر آپ کی غیبت ختم ہو گی۔ اور پوری دنیا پر آپ کی اسلامی حکومت قائم ہوگی۔

تاریخ و سبب شہادت :- ابھی تک امام زمانؑ زندہ ہیں اور خداوند متعال کے حکم کے مطابق جب تک قیام کر کے پوری دنیا کو عدالت سے بھر نہ دیں گے زندہ رہیں گے۔ پھر چند سال دنیا پر حکومت کریں گے۔ جس کی مدت روایات میں مختلف بیان ہوئی ہے۔ وہ ایک سال ہمارے دس سال کے برابر ہو گا۔

اس بنا پر اگر آپکی حکومت سات سال ہو تو ہمارے ۷۰ سال کے برابر ہوگی۔ پھر آپ کی شہادت کے بعد زمین پر چالیس دن ہرج و مرج رہنے کے بعد اس دنیا کی عمر ختم ہو جائے گی اور قیامت کا آغاز ہو گا۔

اصحاب :-

۱۔ عثمان بن سعید عمری (متوفی ۲۵۷ھ)

۲۔ محمد بن عثمان عمری (متوفی ۳۰۴ھ)

۳۔ حسین بن روح نوبختی (متوفی ۳۲۶ھ)

۴۔ علی بن محمد سمری (متوفی ۳۲۹ھ)

یہ چار افراد غیبت صغری کے دنوں میں ۲۶۰ھ سے لیکر ۳۲۹ھ تک ۶۹ سال، امام زمانؑ اور شیعیان کے درمیان رابطہ تھے. یہ چار افراد نواب اربعہ کے نام سے معروف ہیں.

لیکن آپ کے ظہور کے وقت آپکے ۳۱۳ ساتھی آپ سے ملیں گے کہ جو آپکے لشکر میں شامل ہونگے اس کے علاوہ بھی ہزاروں افراد غیبت کے دنوں میں اس عظیم مقام پر فائز ہوئے ہیں جو دوسروں سے محقق رہے ہیں اسی طرح غیبت کے دنوں میں بہت سے افراد نے آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور آپکی برکات سے فیض یاب ہوئے ہیں، ذیل میں چند ایسے افراد کے نام ذکر کیے جاتے ہیں.

۱۔ اسماعیل بن حسن ہرقلی — ۲۔ سید محمد بن عباس جبل عاملی

۳۔ سید عطوہ علوی — ۴۔ امیر اسحاق استرآبادی

۵۔ ابوالحسین بن ابی یعلی — ۶۔ شریف عمر بن حمزہ

۷۔ ابو راجح حمامی — ۸۔ شیخ حر عاملی

۹۔ مقدس اردبیلی — ۱۰۔ محمد تقی مجلسی

۱۱۔ میرزا محمد استرآبادی
۱۲۔ علامہ بحرالعلوم
۱۳۔ شیخ حسین آل رحیم
۱۴۔ ابوالقاسم بن ابی جلیس
۱۵۔ ابو عبداللہ کندی
۱۶۔ ابو عبداللہ جنیدی
۱۷۔ محمد بن محمد کلینی
۱۸۔ محمد بن ابراہیم بن مہزیار
۱۹۔ محمد بن اسحاق قمی
۲۰۔ محمد بن شاذان نیشاپوری

حاکمان وقت :۔

امام زمانؑ اپنی پیدائش یعنی ۲۵۵ھ سے لیکر اپنے ظہور اور عالمی حکومت کی تشکیل دینے تک تمام مسلمان و غیر مسلمان حکمرانوں کے ہمعصر ہیں لیکن غیبت صغریٰ کے دوران بنو عباس کی حکومت کے درج ذیل خلفاء آپ کے ہمعصر تھے۔

۱۔ مہتدی عباسی (۲۲۲۔ ۲۵۶ھ)

۲۔ معتمد عباسی (۲۲۹۔ ۲۷۹ھ)

۳۔ معتضد عباسی (۲۴۲۔ ۲۸۹ھ)

۴۔ مکتفی عباسی (۲۶۳۔ ۲۹۵ھ)

۵۔ مقتدر عباسی (۲۸۲۔ ۳۲۰ھ)

۶۔ قاہر عباسی (۲۸۷۔ ۳۳۹ھ)

۷۔ راضی عباسی (۲۹۷۔ ۳۲۹ھ)

۸۔ متقی عباسی (۲۹۷۔ ۳۳۳ھ)

جب حضرت مہدیؑ ظہور فرمائیں گے تو آزادی و عدالت کا چرچہ ہوگا بعض

ممالک کے حکمران آپ کے سامنے سر تسلیم خم کریں گے اور بعض آنحضرت سے صف آرائی کریں گے اور عبرت ناک شکست کے بعد اپنے منطقی انجام کو پہنچ جائیں گے۔ آپ کی حکومت مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی ہو گی۔

ائمہ معصومین علیہ السلام سے اس بارے میں بہت سی روایات منقول ہوئی ہیں، نمونہ کے طور پر امام باقرؑ سے ایک حدیث نقل کی جاتی ہے۔

"عن ابی جعفر علیه السلام قال : القائم منا منصور بالرعب، مؤید بالنصر، تطوی له الارض و تظهر له الکنوز و یبلغ سلطانه المشرق و المغرب و یظهر اللّٰه دینه علیٰ الدین کله و لو کره المشرکون فلا یبقیٰ علی وجه الارض الا عمر و ینزل روح اللّٰه عیسیٰ بن مریم فیصلی خلفه" (۱۴۰)۔

یعنی ہم میں سے قیام کرنے والا ایسا شخص ہو گا جسے ہیبت و جلال کی نصرت اور کامیابی کی تائید حاصل ہوگی اور زمین ان کیلئے وسیع اور مخفی خزانے ان کیلئے آشکار ہوں گے، ان کی حکومت اور سلطنت مشرق و مغرب پر مشتمل ہو گی۔ ان کے ذریعے خداوند متعال اپنے دین کو دیگر ادیان پر غالب کرے گا۔ اگرچہ مشرکین کو یہ پسند نہ ہو، دنیا پر کوئی ایسی خرابی بغیر اصلاح کے باقی نہ رہے گی۔ روح اللہ عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہو کر ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

اہم واقعات :-

آنحضرتؑ کی پیدائش سے لیکر آپ کے ظہور اور عالمی حکومت کی تشکیل تک دنیا میں اتنے حوادث رونما ہوں گے جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ ہی کوئی کتاب ان کو جمع کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے لیکن ذیل میں ہم آنحضرت کے ظہور کے دوران رونما

ہونے والے ان واقعات کو جنہیں روایات اسلامی میں علامات ظہور کے عنوان سے مذکور ہیں، بیان کرتے ہیں.

۱۔ ایک آنکھ رکھنے والے "دجال" کا خروج جو الوہیت کا دعویٰ کرے گا. زمین پر فتنہ و فساد کے علاوہ سخت خونریزی کرے گا. امام زمانہؑ کے ساتھ جنگ میں شکست کے بعد حضرت مہدیؑ یا حضرت عیسیٰ کے ہاتھوں ہلاک ہوگا.

۲۔ آسمان سے ایک آواز بلند ہوگی جو حضرت مہدیؑ کا تعارف کرائے گی دنیا کے تمام لوگ اسے اپنی ہی زبان میں سنیں گے اور امام کی مدد کیلئے آگے بڑھیں گے.

۳۔ سفیانی (عثمان بن عنبہ یزید بن معاویہ کی اولاد میں سے) وادی "یابس" سے جو مکہ و شام کے درمیان ہے، خروج کرے گا. بہت سے شہروں پر قبضے کے دوران خونریز جنگ ہوگی. بالاخر اسے حضرت مہدیؑ کے ساتھیوں کے ہاتھوں بیت المقدس میں عبرتناک شکست ہو گی.

۴۔ سید حسنی شمال ایران (دیلم و قزوین) سے قیام کریں گے. لوگوں کو مذہب امامیہ کی طرف اور ظلم و ستم کے خاتمے کی دعوت دیں گے. ظالموں اور فاسقوں کو شکست دینے کے بعد کوفہ میں حضرت مہدیؑ سے ملحق ہو جائیں گے.

۵۔ ۶۰ لوگ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کریں گے.

۶۔ آل ابیطالبؑ میں سے بارہ افراد امامت کا جھوٹا دعویٰ کریں گے.

۷۔ نفس زکیہ (آل محمد کا بیٹا) مسجد الحرام میں رکن و مقام کے درمیان قتل کیے جائیں گے.

۸ ۔ ۱۵ رمضان المبارک کو سورج گرھن اور آخر رمضان المبارک میں چاند گرھن لگے گا۔

۹۔ رجب المرجب کے مہینے میں آسمان سے مختلف آوازیں بلند ہوں گی جنہیں دنیا کے تمام لوگ سنیں گے۔

۱۰۔ پوری دنیا پر کفر و فسق کی تاریکی پھیل جائے گی۔

۱۱ ۔ امام مہدیؑ (تیس سالہ جوان کی صورت میں) کعبہ سے ظاہر ہوں گے اور لوگوں کو حقیقی اسلام کی طرف دعوت دیں گے۔

حکایات :-

۱۔ شیخ حر عاملی کا امام زمانہ سے ملاقات کے بعد شفایاب ہونا

محمد بن حسن جبل عاملی کہ جو "شیخ حر عاملی" کے نام سے معروف ہیں۔ اپنی کتاب "اثبات الهداة بالنصوص و المعجزات" میں حضرت امام مہدیؑ کے ساتھ اپنی ایک ملاقات کو یوں لکھتے ہیں۔

میں بچپن میں دس سال کی عمر میں سخت بیمار ہوگیا۔ اس زمانے کا علاج و معالجہ میرے لئے مفید ثابت نہ ہوا، روز بروز صحت بگڑتی جارہی تھی زندگی کی کوئی امید باقی نہ تھی۔ عزیز و اقارب میرے گرد جمع ہو کر گریہ و زاری کر رہے تھے۔ سب کو یقین ہو چکا تھا کہ صبح تک میری جان نکل جائے گی۔

اسی رات خواب و بیداری میں معصومین علیھم السلام کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ اطہارؑ کو دیکھا انہیں سلام کیا اور مصافحہ کرنے کی سعادت

حاصل ہوئی۔ میرے اور امام صادقؑ کے درمیان کچھ گفتگو ہوئی۔ جواب مجھے یاد نہیں لیکن اتنا یاد ہے کہ انہوں نے میرے لئے دعا کی۔ امام زمانؑ کی خدمت میں حاضر ہوا عرض ادب کے بعد مصافحہ کیا۔ پھر رو کر کہنے لگا اے میرے آقا میں ڈرتا ہوں کہ اسی بیماری کے دوران ہی نہ مرجاؤں اور علم و عمل سے بے بہرہ رہ جاؤں، آنحضرت نے فرمایا گھبرانے کی ضرورت نہیں اس بیماری کے دوران تمھیں موت نہیں آئے گی۔ خداوند متعال تمہیں شفا دے گا اور تم ایک لمبی عمر کرو گے پھر آنحضرتؑ نے اپنے ہاتھ سے ایک پیالہ مجھے دیا۔ میں نے جب اسے پیا تو ہر قسم کی بیماری سے خود کو دور پایا۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھا اور آرام سے بیٹھ گیا میرے عزیز و اقارب جو سخت پریشان تھے۔ مجھے سلامت دیکھ کر خدا کا شکر بجا لانے لگے۔ میں نے یہ واقعہ انہیں چند دن کے بعد بتایا۔ (۱۴۱)۔

یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ محدث عالیقدر مرحوم شیخ حر عاملی نے ۷۱ سال بابرکت زندگی کی۔ اس دوران انہوں نے اسلام و مذہب شیعہ کیلئے مایہ ناز خدمات انجام دیں۔ "وسائل الشیعہ" آپ کی علمی برکات کا ایک نمونہ ہے۔

۲۔ معرفت امام

اہل قم اور ایران کے دیگر علاقوں کے کچھ مؤمنینؑ اپنے علاقے سے وجوہات شرعیہ اور تحفے تحائف لیکر امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں جارہے تھے۔ اس وقت امام حسن عسکریؑ کا انتقال ہو چکا تھا لیکن انہیں یہ اطلاع نہ تھی۔

جب "سامرا" پہنچے، امام حسن عسکریؑ کا پتہ پوچھا تو معلوم ہوا کہ آپ کو عباسی

خلیفہ نے زہر کے ذریعہ شہید کروا دیا ہے۔

پھر وہ جانشین کی تلاش میں چل پڑے کہا گیا کہ آپ کا جانشین اور امام جعفر بن علیؑ ہے۔ (جو "جعفر کذاب" کے نام سے معروف ہے۔)

جعفر کا پوچھنے لگے، پتہ چلا کہ جعفر سیر و سیاحت اور عیش و نوش کیلئے شہر سے باہر گیا ہوا ہے اور اس وقت دجلہ کے کنارے زرق برق لباس میں لھو و لعب اور شراب کی محفل سجائے بیٹھا ہے۔

انہوں نے جب یہ خبر سنی تو آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ اور یہ فیصلہ کیا کہ یہ امام کی صفات نہیں ہیں اور امام حسن عسکریؑ کے اس جانشین کو مذکورہ مال نہ دینے کا فیصلہ کیا۔ اور واپس ایران کی طرف چل پڑے۔ ان میں سے ایک (ابوالعباس محمد بن جعفر حمیدی) نے کہا کہ ذرا غور و فکر کر لیں جب تک یہ شخص بھی آجائے گا۔ اور اس کے بارے میں مزید تحقیقات بھی کرلیں گے۔

سب نے اتفاق کیا اور رات تک انتظار کرنے لگے۔ رات کو جب جعفر سامرا واپس پلٹا تو یہ اس کے پاس گئے۔ اور کہا ہم اہل قم اور ایران کے لوگوں کی طرف سے امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں کچھ تحائف اور وجوہات شرعیہ لیکر آئے تھے لیکن پتہ چلا کہ امام اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں، ہم یہ امانتیں ان کے جانشین کے سپرد کرنا چاہتے ہیں۔

جعفر نے کہا میں امام حسن عسکریؑ کا وارث اور جانشین ہوں تمام مال و دولت میرے حوالے کردو۔

انہوں نے کہا: ایک دوسرا مسئلہ بھی ہے کہ جو ابھی تک تمھیں نہیں بتایا وہ یہ ہے کہ ہمارے پاس جتنا مال ہے تمام شیعیان کی طرف سے ہے۔ سب کو جمع کرنے کے بعد ہم اسے تھیلی میں ڈال کر بند کر دیتے تھے۔ جب بھی امام کی خدمت میں مشرف ہوتے امام مال کو دیکھنے سے پہلے ہی بتا دیتے کہ فلاں مقدار میں فلاں صاحب نے دیا ہے فلاں مقدار میں فلاں نے یہاں تک کہ مال کی جنس اور خصوصیات بیان کرنے کے بعد رسید عطا کرتے تھے جو ہم صاحب مال کو پہنچا دیتے تھے۔ جعفر نے کہا: یہ جھوٹ سے زیادہ کچھ نہیں ہے میرا بھائی جو کچھ نہ کرتا تھا اس کے بارے میں کہہ دیتے تھے کہ یہ علم غیب ہے۔

جعفر اور ان کے درمیان بحث و تکرار ہوئی انہوں نے کہا کہ ہم امین لوگ ہیں جس طرح صاحبان مال نے ہمیں حکم دیا ہے ہم ویسا ہی کریں گے تم چونکہ اس منصب کے اہل نہیں ہو مجبوراً ہمیں واپس جانا پڑے گا، تاکہ لوگوں کو ان کا مال واپس کر سکیں، پھر جو ان کا جی چاہے کریں۔

جعفر ان کے طرز عمل سے سخت پریشان ہوا اور خلیفہ معتمد عباسی کے پاس جاکر ان کی شکایت کی خلیفہ نے انہیں طلب کرنے کے بعد کہا کہ تمام مال جعفر کے حوالے کردو۔

شیعوں نے کہا: اے خلیفہ ہم ان لوگوں کے وکیل ہیں ان سے تنخواہ لیتے ہیں۔ انہوں نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ان علامات کے بغیر جو امام حسن عسکریؑ میں پائی جاتی ہیں کسی دوسرے کو وجوہات اور تحائف نہ دیں۔

خلیفہ نے پوچھا: وہ کونسی علامات ہیں؟

انہوں نے کہا: آنحضرت ہمیں اشرفیوں کی مقدار، صفات اور صاحبان کے نام بتاتے تھے۔ اس کے بعد ہم انہیں ان کی خدمت میں دیتے تھے۔ اور کئی مرتبہ ایسا ہو چکا ہے۔ اب اگر یہ شخص صاحب امر اور ولایت کا دعویدار ہے تو وہی کام کرے جو امام حسن عسکریؑ کرتے تھے، ہم مال اسے دے دیں گے۔

جعفر نے کہا: اے امیرالمؤمنین! یہ جھوٹے لوگ ہیں مجھ پر اور میرے بھائی پر جھوٹی تہمت لگاتے ہیں کہ یہ علم غیب جانتے ہیں۔

خلیفہ ان کے دلائل کے سامنے مبہوت ہو کر رہ گیا اور کہا کہ یہ قاصد ہیں اور "ما علیٰ الرسول الا البلاغ" جاؤ اور مال صاحبان مال کو لوٹا دو۔

شیعوں نے کہا: اے خلیفہ! ہم پر احسان کر اور حکم دے کہ ہمیں آرام سے اس شہر سے جانے دیا جائے تا کہ ہمیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔

خلیفہ نے ان کی درخواست کو قبول کیا اور وہ آرام سے شہر سے باہر آئے لیکن ابھی کچھ دور ہی گئے تھے کہ ایک نوجوان ان کی طرف بڑھا اور انہیں ان کے نام سے پکار کر یوں مخاطب کیا: اپنے مولا و آقا کی بات مانو!

انہوں نے جب اس خوبصورت نوجوان کو دیکھا کہ جو ان کے ناموں سے بھی آگاہ تھا خیال کرنے لگے کہ شاید یہی صاحب الامر ہیں۔ لیکن نوجوان نے کہا میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں میں تمہارے مولا کا غلام ہوں، خادم ہوں۔ آیا ہوں تا کہ تمہیں مولا کی خدمت میں پہنچا سکوں۔

شیعیان دوبارہ سامرا پلٹے اور سیدھے امام حسن عسکریؑ کے گھر گئے۔ جونہی گھر میں داخل ہوئے دیکھا کہ آپکے فرزند حضرت مہدیؑ ایک تخت پر سبز لباس پہنے بیٹھے ہیں چہرہ اس طرح چمک رہا ہے جیسے چودھویں کا چاند

آپؑ پر سلام کیا اور جواب سنا پھر امام نے اس مال کی صفات اور صاحبان مال کی مقدار کو بیان کرنا شروع کیا جیسا کہ امام حسن عسکریؑ کرتے تھے۔ جونہی امام نے جزئیات بیان کیں ان کی آنکھوں سے اشک جاری ہوگئے، اور وہ بے اختیار سجدہ ریز ہوگئے اور خداوند متعال کا شکر ادا کرنے لگے۔

انہوں نے امامؑ سے کچھ سوال پوچھے اور تسلی بخش جواب وصول کیے شیعوں نے امام کی خدمت میں مال کو پیش کیا اور رخصت ہونے لگے۔ امامؑ نے کہا اس کے بعد وجوہات کو سامرا نہ لانا بلکہ بغداد میں میرے نمایندہ کو دے دینا اور اپنے سوالات کو بھی اسی سے پوچھنا میرے خطوط بھی تمہیں اسی سے ملیں گے۔

امام نے کچھ حنوط اور کفن ابوالعباس محمد بن جعفر حمیری کو دیا اور فرمایا خدا تجھے اجر دے۔ وہ امام کی خدمت سے رخصت ہوئے، ایران آتے ہوئے ہمدان کے نزدیک ابوالعباس سخت بخار کی وجہ سے فوت ہوگئے۔

ساتھیوں نے اسی حنوط و کفن میں انھیں دفن کیا جو امام زمانہؑ نے دیا تھا (۱۴۲)۔

اس انداز میں انہوں نے اپنے حقیقی امام کو پہچانا اور ان کی اطاعت کی۔

اقوال زرین :-

۱۔ "قال علیہ السلام: و اما ظھور الفرج فانہ الی اللہ تعالیٰ ذکرہ و کذب الوقاتون" (۱۴۳)۔

ظہور فرج (مہدی موعود) خدا کے ہاتھ میں ہے جو اس کے وقت کو مقرر کرتے ہیں وہ جھوٹے ہیں۔

۲۔ "قال علیہ السلام: و اما الحوادث الواقعة فارجعوا فیھا الیٰ رواة احادیثنا فانھم حجتی علیکم و انا حجة اللّٰہ علیھم" (۱۴۴)۔

روزمرہ کے واقعات میں ہماری حدیث کو نقل کرنے والوں کی طرف رجوع کرو کیونکہ وہ تم پر حجت ہیں اور میں ان پر خدا کی حجت ہوں۔

۳۔ "قال علیہ السلام: انی امان لاھل الارض کما ان النجوم امان لاھل السماء" (۱۴۵)۔

میں حجت خدا کے عنوان سے اہل زمین کیلئے امان ہوں جیسے ستارے اہل آسمان کیلئے امان ہیں۔

۴۔ "قال علیہ السلام واکثروا الدعا بتعجیل الفرج فان ذلک فرجکم" (۱۴۶)۔

میرے ظہور میں تعجیل کیلئے دعا کرو کیونکہ تمہاری کامیابی اسی میں ہے۔

۵۔ "قال (ع): اما المتلبسون باموالنا فمن استحل منھا شیئاً فاکلہ فانما یاکل النیران" (۱۴۷)۔

اور وہ کہ جو ہمارے مال میں تصرف کرتے ہیں اور اسے خرچ کرنے کے حقدار بھی نہیں ہیں ایسے ہیں جیسے آگ کھا رہے ہوں۔

حوالہ جات

۱۔ سورۂ شوریٰ / ۲۳.

۲۔ سورۂ ھود / ۷۳.

۳۔۴۔ سورۂ احزاب / ۳۳.

۵۔ یہ روایت مختلف عبارات کے ساتھ "ام سلمہ" سے نقل ہوئی ہے. ذیل میں چند نمونہ کے طور پر ہیں:

الف:۔ بحار الانوار / ج ۳۵ / ص ۲۲۶ (روایت ۳۴ باب ۵).

ب:۔ بحار الانوار / ج ۲۵ / ص ۲۱۴ (روایت ۶، باب ۷).

ج: کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمہ / ج ۱ / ص ۴۲.

۶۔ بحار الانوار / ج ۲ / ص ۵۳ (روایت ۴۸، باب ۳).

۷۔ بحار الانوار / ج ۲ / ص ۹۹ (روایت ۵۹، باب ۱۴).

۸۔ معالم المدرستین / ج ۱ / ص ۴۹۸.

۹۔ سورۂ نجم / ۳ و ۴.

۱۰۔ بحار الانوار / ج ۲۵ / ص ۲۰۱ (روایت ۱۳، باب ۶).

۱۱۔ معالم المدرستین / ج ۱ / ص ۵۳۸.

۱۲۔ بحار الانوار / ج ۵۱ / ص ۷۱ (روایت ۱۲، باب ۱).

۱۳۔ فروغ ابدیت / ج ۱ / ص ۲۰۶.

۱۴۔ فروغ ابدیت / ج ۲ / ص ۲۱۴.

۱۵۔ فروغ ابدیت / ج ۲ / ص ۲۱۲.

۱۶۔ بحارالانوار / ج ۲/ ص ۴۹ (روایت ۱۰، باب ۱۱).
۱۷۔ کنزالعمال / ج ۱۵/ ص ۸۲۴.
۱۸۔ مستدرک الوسائل / ج ۸ / ص ۴۵۱ (باب ۸)
۱۹۔ کنزالعمال / ج ۹/ ص ۵۷.
۲۰۔ مستدرک الوسائل / ج ۱۶/ ص ۲۶۴ (باب ۳۸).
۲۱۔ بحارالانوار / ج ۳۵/ ص ۱۷۹ (روایت ۸۵، باب ۳).
۲۲۔ سورۂ شعراء / ۲۱۴.
۲۳۔ فروغ ابدیت / ج ۱/ ص ۲۵۹.
۲۴۔ سورۂ بقرہ / ۲۰۷.
۲۵۔ بحارالانوار / ج ۲۰/ ص ۲۱۵ (روایت ۲، باب ۱۷).
۲۶۔ مناقب آل ابی طالبؑ / ج ۳/ ص ۱۳۸.
۲۷و ۲۸۔ سورۂ مائدہ / ۶۷.
۲۹۔ بحارالانوار / ج ۲۱/ ص ۳۸۷ (روایت ۱۰، باب ۳۶).
۳۰۔ گذشتہ حوالہ
۳۱۔ بحارالانوار / ج ۳۹/ ص ۲۱۱ (روایت ۲، باب ۸۵).
۳۲۔ سیرۃ الائمہ الاثنی عشر / ج ۱/ ص ۱۷۷.
۳۳۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ / ج ۱/ ص ۴۵۱.
۳۴۔ گذشتہ حوالہ
۳۵۔ نہج البلاغہ، فیض الاسلام، کلمات قصار نمبر ۱۲۸.
۳۶۔ نہج البلاغہ، فیض الاسلام، کلمات قصار نمبر ۷۷.
۳۷۔ نہج البلاغہ، فیض الاسلام، کلمات قصار نمبر ۸۸.
۳۸۔ نہج البلاغہ، فیض الاسلام، کلمات قصار نمبر ۱۰۶.
۳۹۔ نہج البلاغہ، فیض الاسلام، کلمات قصار نمبر ۲۷.
۴۰۔ اھل البیت / ص ۱۰۰.

۴۱۔ اھل البیت / ص ۱۲۸.

۴۲۔ اھل البیت / ص ۱۵۳.

۴۳۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ / ج ۲ / ص ۲۴.

۴۴۔ اھل البیت / ص ۱۶۸.

۴۵۔ سورۂ شوریٰ / ۲۳.

۴۶۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ / ج ۲ / ص ۶۷.

۴۷۔ اعلام الوریٰ باعلام الھدیٰ / ص ۲۲۶.

۴۸۔ منتھی الآمال فی تاریخ النبیؐ والآلؑ / ج ا / ص ۱۳.

۴۹۔ نہج الحیاۃ / ص ۱۷۱ / حدیث ۱۶۴.

۵۰۔ نہج الحیاۃ / ص ۱۶۰ / حدیث ۸۷.

۵۱۔ نہج الحیاۃ / ص ۲۸۴ / حدیث ۱۶۲.

۵۲۔ نہج الحیاۃ / ص ۲۰۶ / حدیث ۱۲۱.

۵۳۔ نہج الحیاۃ / ص ۲۹۱ / حدیث ۱۷۸.

۵۴۔ بحارالانوار / ج ۴۲ / ص ۵۰۲ (روایت ۴۸، باب ا).

۵۵۔ بحارالانوار / ج ۳۷ / ص ۳۷ (روایت ۴۰، باب ۵).

۵۶۔ الارشاد / ج ۲ / ص ۲۷.

۵۷۔ گذشتہ حوالہ / ص ۲۸.

۵۸۔ بحارالانوار / ج ۴۳ / ص ۳۰۶ (روایت ۶۶، باب ۱۲).

۵۹۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ / ج ۲ / ص ۱۰۲.

۶۰۔ گذشتہ حوالہ / ص ۱۰۹.

۶۱۔ اھل البیت / ص ۳۸۴.

۶۲۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ / ج ۳ / ص ۱۹۹.

۶۳۔ بحارالانوار / ج ۴۴ / ص ۱۳۸ (روایت ۶، باب ۲۲).

۶۴۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ / ج ۲ / ص ۱۴۷.

۶۵۔ گذشتہ حوالہ / ص ۱۴۹.

۶۶۔ بحارالانوار / ج ۴۴ / ص ۱۳۸ (روایت ۶، باب ۲۲).

۶۷۔ الارشاد / ج ۲ / ص ۲۷.

۶۸۔ الارشاد / ج ۲ / ص ۱۵۴.

۶۹۔ معالم المدرستین / ج ۳ / ص ۸۵ و ۱۲۰.

۷۰۔ حیاۃ الامام الحسین بن علیؑ / ج ۳ / ص ۱۹۷.

۷۱۔ فی رحاب الائمہ اھل البیتؑ / ج ۳ / ص ۱۲۶.

۷۲۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ / ج ۲ / ص ۲۰۸.

۷۳۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ / ج ۲ / ص ۲۰۸.

۷۴۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ / ج ۲ / ص ۲۰۵.

۷۵۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ / ج ۲ / ص ۲۰۵.

۷۶۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ / ج ۲ / ص ۲۰۸.

۷۷۔ سورۂ انعام / ۱۲۴.

۷۸۔ مناقب آل ابی طالبؑ / ج ۳ / ص ۳۰۱.

۷۹۔ گذشتہ حوالہ / ص ۳۰۶.

۸۰۔ بحارالانوار / ج ۱۰۴ / ص ۷۳ (روایت ۲۵، باب ۱).

۸۱۔ بحارالانوار / ج ۸۷ / ص ۱۵۸ (روایت ۱۹، باب ۲۱).

۸۲۔ بحارالانوار / ج ۸۷ / ص ۱۳۶ (روایت ۳، باب ۲۱).

۸۳۔ بحارالانوار / ج ۸۷ / ص ۱۴۱ (روایت ۳، باب ۲۱).

۸۴۔ بحارالانوار / ج ۸۷ / ص ۱۳۶ (روایت ۳، باب ۲۱).

۸۵۔ سیرۃ الائمہ الاثنیٰ عشر / ج ۲ / ص ۲۲۱.

۸۶۔ گذشتہ حوالہ / ص ۲۱۳.

۸۷۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ / ج ۲ / ص ۳۲۷.

۸۸۔ مناقب آل ابیطالبؑ / ج ۳ / ص ۳۲۸.

۸۹۔ منتہی الامال فی تاریخ النبی و آآل / ج۱ / ص ۱۱۹.

۹۰۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ / ج ۲ / ص ۳۴۱.

۹۱۔ بحارالانوار / ج ۸۷ / ص ۱۷۰ (روایت ۴، باب ۲۲).

۹۲۔ بحارالانوار / ج۸۷ / ص ۱۷۵ (روایت ۵، باب ۲۲).

۹۳۔ بحارالانوار / ج ۸۷ / ص ۱۷۵ (روایت ۵، باب ۲۲).

۹۴۔ بحارالانوار / ج ۸۷ / ص ۱۷۴ (روایت ۵، باب ۲۲).

۹۵۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ / ج ۲ / ص ۳۳۶.

۹۶۔ منتہی الامال فی تاریخ النبیؑ و آآلؑ / ج ۲ / ص ۱۲۷.

۹۷۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ / ج۲ / ص ۳۴۴.

۹۸۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ / ج۲ / ص ۳۴۳.

۹۹۔ بحارالانوار / ج ۴۷ / ص ۲۸۲ (روایت ۴، باب ۱۹).

۱۰۰۔ بحارالانوار / ج ۴۹ / ص ۴۰۰ (روایت ۹۳، باب ۳۸).

۱۰۱۔ بحارالانوار / ج ۸۷ / ص ۴۲۹ (روایت ۱۰۷، باب ۲۳).

۱۰۲۔ منتہی الآمال فی تاریخ النبیؑ و آآلؑ / ج ۲ / ص ۱۸۹.

۱۰۳۔ بحارالانوار / ج ۴۸ / ص ۱۷۴ (روایت ۱۶، باب ۷).

۱۰۴۔ بحارالانوار / ج ۸۷ / ص ۳۲۶ (روایت ۵، باب ۲۵).

۱۰۵۔ بحارالانوار / ج ۸۷ / ص ۳۲۶ (روایت ۴، باب ۲۵).

۱۰۶۔ بحارالانوار / ج ۱۰ / ص ۲۴۷ (روایت ۱۴، باب ۱۶).

۱۰۷۔ بحارالانوار / ج ۷۵ / ص ۴۳ (روایت ۱۰، باب ۳۶).

۱۰۸۔ بحارالانوار / ج ۶۷ / ص ۲۴۳ (روایت ۸۲، باب ۱۲).

۱۰۹۔ مناقب آل ابی طالبؑ / ج ۳ / ص ۴۰۷.

۱۱۰۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ / ج۳ / ص ۱۴۷.

۱۱۱۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ / ج۳ / ص ۱۲۵.

۱۱۲۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ / ج۳ / ص ۱۲۰.

۱۱۳۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ / ج۳/ ص ۱۲۵.

۱۱۴۔ بحارالانوار / ج ۸۷ / ص ۳۵۲ (روایت ۹، باب ۲۶).

۱۱۵۔ بحارالانوار / ج ۸۷ / ص ۳۳۹ (روایت ۱، باب ۲۶).

۱۱۶۔ مفاتیح الجنان، ماہ رجب کی چھٹی دعا بہ نقل از ابوالقاسم حسین بن روح نو بختی (نواب اربعہ میں سے ایک).

۱۱۷۔ الامام الجواد من المھد الی اللحد / ص ۲۵۲.

۱۱۸۔ الامام الجواد من المھد الی اللحد / ص ۵۸.

۱۱۹۔ الامام الجواد من المھد الی اللحد / ص ۳۸۳.

۱۲۰۔ بحارالانوار / ج ۸۷ / ص ۳۶۵ (روایت ۵، باب ۲۷).

۱۲۱۔ بحارالانوار / ج ۸۷ / ص ۸۷ (روایت ۵۱، باب ۱۶).

۱۲۲۔ الامام الجواد من المھد الی اللحد / ص ۳۸۳.

۱۲۳۔ گذشتہ حوالہ.

۱۲۴۔ مفاتیح الجنان، ماہ رجب کی چھٹی دعا بہ نقل از ابوالقاسم حسین بن روح نو بختی (نواب اربعہ میں سے ایک).

۱۲۵۔ حیاۃ الامام علی الھادیؑ / ص ۲۶۴.

۱۲۶۔ حیاۃ الامام علی الھادیؑ / ص ۲۵۶.

۱۲۷۔ حیاۃ الامام علی الھادیؑ / ص ۱۵۸.

۱۲۸۔ بحارالانوار / ج ۸۷ / ص ۳۷۰ (روایت ۴، باب ۲۸).

۱۲۹۔ گذشتہ حوالہ

۱۳۰۔ حیاۃ الامام علی الھادیؑ / ص ۱۶۱.

۱۳۱۔ حیاۃ الامام علی الھادیؑ / ص ۱۶۰.

۱۳۲۔ مناقب آل ابی طالبؑ / ج ۳ / ص ۵۲۶.

۱۳۳۔ الارشاد / ج ۲ / ص ۳۴۴.

۱۳۴۔ بحارالانوار / ج ۸۶ / ص ۳۵۴ (روایت ۱، باب ۴۶).

۱۳۵۔ بحارالانوار / ج ۸۷ / ص ۳۷۴ (روایت ۱، باب ۲۹).

۱۳۶۔ گذشتہ حوالہ

۱۳۷۔ بحار الانوار / ج ۷۸ / ص ۳۷۴ (روایت ۱، باب ۲۹)۔
۱۳۸۔ بحار الانوار / ج ۷۸ / ص ۳۷۴ (روایت ۱، باب ۲۹)۔
۱۳۹۔ گذشتہ حوالہ
۱۴۰۔ کمال الدین و اتمام النعمۃ / ص ۳۳۰۔
۱۴۱۔ اثبات الھدیٰ بالنصوص والمعجزات / ج ۳ / ص ۷۱۰۔
۱۴۲۔ منتہی الآمال فی تاریخ النبیؐ والآلؑ / ج ۲ / ص ۴۷۰۔
۱۴۳۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ / ج ۳ / ص ۴۵۶۔
۱۴۴۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ / ج ۳ / ص ۴۵۷۔
۱۴۵۔ گذشتہ حوالہ
۱۴۶۔ گذشتہ حوالہ / ص ۴۵۸۔
۱۴۷۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ / ج ۳ / ص ۴۵۷۔

میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک ان دونوں سے متمسک رہو گے ہرگز گمراہ نہیں ہو گے ایک اللہ کی کتاب کہ جو آسمان سے زمین تک پھیلی ہوئی ہے۔ دوسرے میری عترت و اہل بیتؑ یہ دونوں کبھی ایکدوسرے سے جد نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر مجھ سے ملحق ہونگے پس میرے بعد ان دونوں سے کیا برتاؤ کرو گے

۲۔ "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم، مثل اہل بیتی کسفینۃ نوح من رکبھا نجیٰ و من تخلف عنھا غرق (ھلک)" (۸)۔

میرے اہل بیتؑ کی مثال کشتی نوح جیسی ہے جو اس پر سوار ہو گیا نجات پا گیا اور جو اس سے رہ گیا غرق ہو گیا۔ (ہلاک ہو گیا)۔

پیغمبر کا کلام خدا کا کلام ہے، کیونکہ آپ کا کلام نور ہے جو خدا کی طرف سے آپکے قلب مبارک سے ہو کر زبان سے جاری ہوتا ہے۔

انصاریان پبلکیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۱۸۷۔۳۷۱۸۵
قم جمہوری اسلامی ایران ٹیلی فون نمبر ۴۴۷۴۱۴۷